قال اللہ تعالیٰ ولیوفوا نذورھم

مسائل نذر

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

الخلیل پبلشنگ ہاؤس

راولپنڈی

قال اللہ تعالیٰ ولیوفوا نذورہم

مسائلِ نذر

تالیف

مولانا مفتی ریاض محمد بٹگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
رئیس دارالافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی

الخلیل پبلشنگ ہاؤس

دوکان نمبر 1-B فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی
Ph: 051 - 5553248 , 0300 - 5034629

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... مسائل نذر

مصنف .... مولانا مفتی ریاض محمد بٹگرامی

سرورق .... وسیم گرافکس، اردو بازار لاہور

ناشر .... الخلیل پبلشنگ ہاؤس، راولپنڈی

قیمت ....

ملنے کے پتے

- کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ راجہ بازار، راولپنڈی
- احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
- دارالاشاعت، کراچی
- زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، احاطہ دارالعلوم کورنگی، کراچی
- اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
- کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
- مکتبہ حقانیہ، ملتان
- مکتبہ العارفی، فیصل آباد
- مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک
- مکتبہ معارف، محلہ جنگی، پشاور
- وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار، پشاور
- بیت القرآن، حیدرآباد، سندھ
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش
کو استاذ محترم

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مفتی و استاذ الحدیث
جامعہ دار العلوم کراچی

کے نام منسوب کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہوں

فہرست مضامین

نذر کے لغوی اور اصطلاحی معنی..........۱۹
اصطلاحاتِ نذر..........۲۰
نذر کے ارکان..........//
صیغۂ نذر کی تفصیل..........//
صیغۂ التزام کا مبنی..........۲۱
نذر ایک قدیم عبادت ہے..........۲۲
حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر..........//
بچے کو حافظ، عالم، عابد اور زاہد بنانے کی نذر..........۲۴
بچے کو مسجد کا خادم بنانے کی نذر صحیح نہیں ہے..........۲۵
حضرت مریم علیہا السلام کی نذر..........//
خاموشی کا روزہ مشروع نہیں اور نہ اس کی نذر صحیح ہے..........۲۶
نذر زمانہ جاہلیت میں..........۲۸
عبد المطلب کی اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر..........۲۹
نذر اسلام میں..........۳۰
کتب حدیث وفقہ میں نذر کے مظان ومحال..........۳۱
مسائل نذر کو کتاب الایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ..........//
وجوہ الفرق..........۳۲
نذر پسندیدہ عمل نہیں ہے..........//
ممانعت کی وجوہ..........۳۳

نذر منعقد ہونے کی شرائط..۳۵
شرائط ناذر..//
پہلی شرط: ناذر کا عاقل ہونا..۳۵
دوسری شرط: بالغ ہونا..//
تیسری شرط: مسلمان ہونا..//
مسئلہ: کافر کی نذر کا حکم..۳۷
غلام کی نذر کا حکم..//
مکرہ کی نذر..//
مذاق کی نذر..//
غیر ارادی نذر کا حکم..//
مسئلہ..//
شرائط منذور..۳۸
پہلی شرط: متصور الوجود ہونا..//
دوسری شرط: قربت وعبادت ہونا..//
تیسری شرط: قربتِ مقصودہ ہونا..//
بناء مسجد کی نذر..۴۲
وقف کی نذر..//
مسجد کے لئے جگہ وقف کرنے کی نذر..۴۳
مسجد کے لئے اشیاء کا وقف کرنا..//
چوتھی شرط: جنس سے واجب موجود ہو..//
تفصیلِ شرط ثالث..۴۴

تفصیلِ شرط رابع...۴۵
محترزاتِ شرط ثالث...۴۸
تبلیغ میں جانے کی نذر صحیح نہیں...۴۸
نذر الوضوء لکل صلوۃ...//
دعاء کی نذر...۴۹
محترزات شرط شرط رابع...//
محترزات مشترکہ...//
عیادتِ مریض...//
تشییعِ جنازہ...۵۰
مسِ مصحف...//
پل، سرائے، سبیل وغیرہ بنانا...//
ایصالِ ثواب کی نذر...۵۱
نمازِ جنازہ کی نذر...۵۲
تکفینِ میت...//
سجدہ وسجدہ تلاوت...۵۳
تسبیحاتِ مطلقہ کی نذر...//
تسبیحات دبر الصلوۃ کی نذر...۵۴
طواف کی نذر...۵۵
نذر تلاوت وقراءت...۵۶
درود شریف...۵۷
اکرام الایتام...۵۸

پانچویں شرط: عمل سے پہلے سے واجب نہ ہو .... //
چھٹی شرط: مال مملوک ہو ۵۹
ساتویں شرط: منذور بہ مال مملوک سے زائد نہ ہو ۶۰
شرائط صیغۂ نذر ۶۱
شرط اول: التزام .... //
شرط دوم: عمل اللسان .... //
شرط سوم: استثناء سے خالی ہونا .... //
مسئلہ .... //
اصول ۶۲
اقسام نذر ۶۳
تقسیم اول .... //
نذر مبہم .... //
نذر معین .... //
نذر مبہم کے احکام ۶۴
نذر مبہم کے چند مسائل .... //
نذر معین کی اقسام ۶۵
نذر معصیت کے احکام ۶۶
نذر معصیت میں کفارہ کی تفصیل ۶۷
نذر مباح کے احکام ۶۹
ایک شبہ اور اس کا جواب .... //
دوسری تقسیم ۷۱

نذر مطلق .... //

نذر معلق ۷۲

اصول ۷۲

نذر مضاف ۷۳

نذر مضاف الی المکان .... //

نذر مضاف الی الزمان ۷۶

تقسیم ثالث ۷۷

نذر التبرر .... //

نذر اللجاج .... //

تقسیم رابع ۷۸

نذر قربت اور اس کا حکم .... //

نذر اباحت اور اس کا حکم ۷۹

نذر معصیت اور اس کا حکم ۸۰

ایک صحابیہؓ کا دلچسپ اور جرأتمند واقعہ ۸۱

واقعہ سے دو اصولِ نذر کا استنباط ۸۲

چند اہم اصول .... //

اصول (۱) کافر کی نذر کے بارے ۸۳

اصول (۲) مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوا تو نذر کا حکم .... //

اصول (۳) اوصاف عارضہ اور اصلیہ کے بارے ۸۴

اصول (۴) نذر میں جبر نہیں .... //

نذر غضب وغصہ ۸۵

ایک شبہ اور اس کے جوابات .... //
غصہ کے حالاتِ ثلاثہ ۸۶
حالتِ اولیٰ ۸۶
حالتِ ثانیہ .... //
حالتِ ثالثہ .... //
نماز اور اس کی نذر کے احکام ۸۷
نذر صدقہ کے مسائل ۸۹
روزہ کی نذر کے احکام ۱۰۷
پورے سال کی نذر اور اس کی صورتیں ۱۱۰
پہلی اور دوسری صورت کا حکم ۱۱۱
تیسری صورت کا حکم ۱۱۲
مسئلہ .... //
چوتھی صورت کا حکم ۱۱۳
مسئلہ .... //
ایک شبہ اور اس کا ازالہ ۱۱۴
مہینہ کی نذر اور اس کی صورتیں ۱۱۵
پہلی اور دوسری صورت کا حکم ۱۱۶
تیسری صورت کا حکم .... //
چوتھی صورت کا حکم ۱۱۷
کئی ایام کی نذر ماننا ۱۱۸
عورت کا حکم .... //

ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر...۱۱۹
دنوں، ہفتوں، مہینوں، اور سالوں کی نذر کا حکم.............................//
ہفتوں کی نذر کا حکم...۱۲۰
رمضان کی طرح ایک ماہ روزہ رکھنے کی نذر کا حکم.............................//
جس دن فلاں آئے اس دن روزہ رکھوں گا...۱۲۱
میں آج روزہ رکھتا ہوں...۱۲۲
نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو وصیت کا حکم.............................۱۲۳
ثمرہ اختلاف تخریج...۱۲۴
قیاس کا جواب...۱۲۵
ترجیح و تطبیق...//
متفرق مسائل...//
مہینہ کے عددی اور ہلالی ہونے کا مسئلہ...۱۲۸
صوم منذور کی نیت...۱۲۹
تعیینِ وصف...۱۳۰
چند اصول و مسائل...//
اہم فائدہ...۱۳۲
اعتکاف اور اس کی نذر کے مسائل...//
اقسامِ اعتکاف...۱۳۳
اعتکاف منذور کے لئے روزہ شرط ہے...//
اصول...//
اصول...//

اصول... //
تمہیدِ مسائل.. ۱۳۸
دن کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر.............................. ۱۳۸
رات کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر............................. ۱۳۹
اصول... //
دو دنوں کے اعتکاف کی نذر............................... ۱۴۰
تین دن یا اس سے زیادہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر.............. //
دو راتوں کے اعتکاف بیٹھنے کی نذر........................ //
تین راتیں یا اس سے زیادہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر............ ۱۴۲
مسئلہ.. //
تیس دن یا تیس راتیں اعتکاف بیٹھنے کی نذر................. //
ایک ماہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر............................. ۱۴۳
ایک اہم اصول.. ۱۴۴
معین دنوں یا مہینوں کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر............... ۱۴۵
تسلسلِ التزامی اور تسلسلِ اقتضائی کا فرق.................. ۱۴۶
عورت کا حکم... //
رمضان کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر........................... ۱۴۷
عشرہ اخیرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر...................... //
عیدین اور ایامِ تشریق میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر............ //
اعتکافِ منذور کے لئے مسجد شرط ہے...................... ۱۴۸
کسی خاص مسجد کی تعیین لغو ہے.......................... //

نذر معین میں پہلے اعتکاف کرنا.............................. //
عورت کے لئے شوہر سے اجازت لینا.............................. //
معین اعتکاف کو قضاء کرنے کا گناہ.............................. ۱۴۹
اعتکاف کی نذر صحیح ہونے پر اعتراض اور اس کے جوابات.............................. ۱۵۰
غسلِ جمعہ کے لئے جانے کا حکم.............................. ۱۵۱
ابتداءِ اعتکاف کے وقت استثناء.............................. ۱۵۲
اعتکافِ منذور کی پابندیاں.............................. //
حج وعمرہ کی نذر کے احکام.............................. ۱۵۳
پیدل حج وعمرہ کی نذر.............................. ۱۵۵
شبہ اور اس کے جوابات.............................. //
نذر حج وعمرہ کے الفاظ.............................. ۱۵۶
مکان کے بارے تفصیل.............................. //
قسم اول کا حکم.............................. ۱۵۷
الفاظ کی اقسام.............................. ۱۵۸
اس زمانے میں حکم.............................. //
ننگے پاؤں حج وعمرہ کی نذر.............................. //
ننگے سر حج وعمرہ کی نذر.............................. //
ہمارا عرف.............................. ۱۶۰
پیدل حج نذر وعمرہ کا حکم.............................. //
اس زمانے میں حکم.............................. ۱۶۱
ننگے پاؤں حج وعمرہ کی نذر.............................. ۱۶۲

ننگے سر حج وعمرہ کی نذر .... //
چند متفرق مسائل ۱۶۳
حج منذور کے لئے نیت ضروری ہے ۱۶۷
نذر طواف .... //
سعی، وقوف وغیرہ کی نذر ۱۶۸
حالت اعتکاف میں حج یا عمرہ کا احرام باندھنا .... //
ہدی اور اس کی نذر کے احکام ۱۶۹
اقسامِ ہدی ۱۷۰
قربانی کی نذر اور اس کے احکام ۱۷۵
اعتراض اور اس کے جوابات .... //
اقسام نذر ۱۷۶
جانور کی ہلاکت ۱۷۸
قربانی کا وقت .... //
شراء الفقیر قبل ایام النحر بھی موجب ہے ۱۷۹
منذور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم ۱۸۱
کئی قربانیوں کی نذر ۱۸۶
نذر ذبح کے احکام ۱۸۹
ذبح ولد کی نذر اور اس کے احکام ۱۹۱
چند شرائط ۲۰۱
نذر لغیر اللہ کے احکام ومسائل ۲۰۲
مسئلہ اولیٰ: نذر لغیر اللہ کی شرعی حیثیت .... //

نذر لغیر اللہ کیا ہے؟..۲۰۴
نذر اللہ کے نام دینا اور ثواب بزرگ کو پہنچانا..//
چند احتیاطی امور..۲۰۵
ملا جیونؒ کا تسامح؟..۲۰۷
دوسرا مسئلہ: غیر اللہ کی نذر کب کفر ہے اور کب فسق؟..۲۰۸
مسئلہ ثالثہ: منذور لغیر اللہ کی حلت وحرمت..۲۰۹
پانچ صورتیں..//
پہلی دو اور آخری دو اقسام میں بنیادی فرق..۲۱۱
وجوہ الفرق..۲۱۷
آخری تین صورتوں کے حکم میں فرق..۲۱۸
اللہ تعالیٰ کے نام بھی جانور چھوڑنا جائز نہیں..//
قبروں پر چڑھاوے اور پھول رکھنے کی نذر..۲۱۹
نذر اور کفارہ..۲۲۰
کفارۂ قسم..۲۲۱
تفصیلِ اطعام..۲۲۲
تملیکِ طعام اور اس کے مسائل..۲۲۵
کسوہ اور اس کے مسائل..۲۲۷
اعتاقِ رقبہ اور اس کے مسائل..۲۲۸
کفارہ کا مصرف..۲۲۹
روزہ اور اس کے مسائل..//
اصول..//

اصول.. //
میت کی نذر پوری کرنے کا حکم.............................. ۲۳۴
میت کی نذر پوری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟.............................. //
میت کی طرف سے کسی قسم کی نذر ادا کی جاسکتی ہے؟.............................. //
مالی محض کا حکم.............................. ۲۳۶
بدنی محض کا حکم.............................. ۲۳۷
مالی وبدنی کا حکم.............................. ۲۳۸

متفرقات واشتات.............................. ۲۳۸

بیماری سے شفاء کیلئے بکرا ذبح کرنا.............................. ۲۳۸
مرض سے نجات کی غرض سے جانور ذبح کر کے صدقہ کرنا.............................. //
جانور اس نیت سے ذبح کرنا کہ جان کا بدلہ جان سے ہو جائے کیسا ہے؟.. //
بیماری کی صحت کیلئے جانور صدقہ کیا جائے تو اس کی کیا شرط ہے؟.......... ۲۴۰
شفاء جانور کی خاطر جانور کے ذبح کرنے کی نذر.............................. //
بیماری سے شفاء پانے پر حج کی نذر مانی تو حج لازم ہے.............................. ۲۴۱
کوئی چیز بتوں پر چڑھانے کیلئے بیچنا مکروہ ہے مگر وہ قیمت حلال ہے....... ۲۴۲
ہنود کے چھوڑے نر سے کسی گائے وغیرہ پر جفتی کرانا
اور دودھ سے فائدہ اٹھانا.............................. ۲۴۳
شب براءت اور گیارھویں کی نیاز کا حکم.............................. //
شب براءت کے موقعہ پر نیاز فاتحہ کا حکم.............................. ۲۴۴
قبروں پر پھولوں کے ہار رکھنے اور چادر چڑھانے کی نذر باطل ہے.......... //

عاشورہ کے دن حلوہ کھچڑی وغیرہ پکانا فاتحہ دینا اور
دیگر رسوم کرنے کا شرعی حکم ۲۴۶
شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر چادر چڑھانے کی نذر کا حکم ۲۴۹
بڑے پیر صاحب کے نشانات گھر گھر بھرنا اور ان کی نذر ماننا بدعت ہے ..۲۵۰
چہل ابدال کی فاتحہ کی رسم بدعت ہے اور نذر کی ایک صورت ۲۵۱
میت کا تابوت اٹھا کر گھمانا اور اس کیلئے نذر ماننا بدعت ہے ۲۵۲
جو پانی بتوں کے نام چڑھایا جائے اس کا پینا .... //
مسجد میں چراغ جلانے اور کھانا رکھنے کی نذر لازم نہیں ۲۵۳
چیلوں کو گوشت پھینکنا ۲۵۴
ولی کے نام بکرا ذبح کرنے اور مزار پر الٹا لٹکانے کی نذر ماننا .... //
بزرگ کے نام سبیل لگانے کی نذر ۲۵۶
مزار پر سلامی کی نذر ماننا ۲۵۷
کعبہ کی نیاز اللہ کی نیاز ہے .... //
نبی کی نیاز اللہ کی نیاز کہلائیگی؟ ۲۵۸
حضرت جعفر صادقؒ کی نیاز ۲۵۹
خاتون جنت کی کہانی من گھڑت ہے اور اس کی منت ناجائز .... //
حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہانی سننے کی نذر ماننا ۲۶۰
سہولت ولادت کی نذر ۲۶۱
امتحان میں پاس ہونے کی نذر ماننا ۲۶۲
جس کی نذر مانی تھی وہ بھول جائے تو؟ .... //
گیارہویں بارہویں کو نذر و نیاز کرنا ۲۶۳

خیر فقیر کی بجائے کتے کو ڈالنا جائز نہیں .... //
آلات معصیت کو بیچ کر قیمت نذر کرنے کا حکم ۲۶۴
منذور جانور کے بچے، دودھ اور منافع کا حکم .... //
نذر کے الفاظ مطلق ہوں تو منت کی قید کا کوئی اعتبار نہیں ۲۶۶
ایصال ثواب کیلئے مانی گئی نذر کی شرعی حیثیت ۲۶۷
جب تک حج ادا نہ کروں بیٹی کی شادی نہیں کروں گا پھر
حج ادا کرنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں نکاح کا کیا کرے؟ ۲۶۹
نذر اور گھر کا طعام خلط کرنا .... //
نذر اپنے فعل کی درست ہے دوسرے کے فعل کی نہیں ۲۷۱
نذر میلاد ۲۷۲
بھوت کا جانور ذبح کرنا اور کھانا ۲۷۴
بزرگ کی قبروں پر پیسے ڈالنا .... //
ایسے پیسے اٹھانے کا حکم ۲۷۵
بزرگ کی اولاد کا باری مقرر کر کے مذکورہ پیسے لینا .... //
مرغ کے قورمہ کی نذر و نیاز اور تقرب الی غیر اللہ کی معرفت کا اہم اصول ..... //
جھوٹے مقدمہ میں نذر ماننے سے اس کا ایفاء واجب ہے یا نہیں؟ ۲۷۸
عقیقہ کے گوشت سے نذر پوری کرنے کا حکم .... //
نذر کا بکرا عقیقہ یا واجب قربانی قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں ۲۸۰
بکرے کی نذر مان کر اس کی جگہ بھیڑ ذبح کر دی .... //
دین نذر وجوب زکوۃ سے مانع نہیں ہے: ایک اصول ۱۸۱
نذر کی رقم کی تعیین و عدم تعیین کا مسئلہ .... //

رقم منذور پر زکوۃ فرض ہے ۲۸۲
نذر وجوبِ قربانی سے بھی مانع نہیں .... //
بیٹے کو عالم بنانے کی نذر ۲۸۴
نذر کی رقم کسی مجرم کی براءت کیلئے خرچ کرنا ۲۸۵
کیا مزار کی آمدنی کو دینی مدرسہ یا فقراء پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟ ۲۸۶
نذر کے جانور کو غلطی سے قربانی میں اور قربانی کو نذر میں استعمال کرنا ۲۸۷
مسجد میں سونے کا چراغ جلانے کی نذر ۲۸۸
مسجد میں بتاشہ تقسیم کرنے کی نذر .... //
مسجد میں رقم خرچ کرنے کی نذر ۲۸۹
بغیر قبضہ مقروض کو قرض معاف کرنے سے نذر ادا نہ ہوگی .... //
چرس کی نذر صحیح نہیں ۲۹۰
صحت کیلئے فدیہ جائز نہیں .... //
قرآن ختم کروانے کی نذر ۲۹۱
حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نذر و نیاز کا حکم .... //
بغیر قراءت اور بغیر وضو کے نماز پڑھنے کی نذر .... //
نذر کی رقم میلاد اور مجلس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خرچ کرنا ۲۹۲
غریب کا بھیک مانگ کر نذر پوری کرنا درست نہیں .... //
روضہ اقدس پر حاضری کی نذر ۲۹۳
وعظ و تدریس کی نذر ۲۹۳
کسی پیغمبر صحابی یا ولی کا نام رکھنے کی نذر ۲۹۴
زمین کا پورا پلاٹ ملنے پر نذر مانی مگر تہائی ملا تو کیا حکم ہے .... //

نذر کے لغوی اور اصطلاحی معنی

نذر اصل میں باب ضرب ونصر کا مصدر ہے،اس کے لغوی معنی ہیں:الوعد بخیر او شر یعنی وعدہ کرنا خواہ خیر کا ہو یا شر کا اور اصطلاحی معنی ہیں:الوعد بخیر خاصة یعنی شریعت کی رو سے نذر یہ ہے کہ خاص طور پر خیر کا وعدہ کیا جائے اور بعض نے اس کے معنی لکھے ہیں:هو التزام قربة لم تتعین یعنی اس قربت وعبادت کو اپنے اوپر لازم کرنا جو اس پر پہلے سے متعین اورواجب نہ ہو،امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تعریف کی ہے:النذران توجب علی نفسک مالیس بواجب لحدوث امر یعنی نذر یہ ہے کہ آپ کسی بات کے پیش آنے کی وجہ سے اپنے اوپر ایسی بات واجب کریں جو پہلے سے واجب نہ ہو۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ (۵۵۲/۴)

بعض نے نذر کے اصطلاحی معنی یوں بیان فرمائے ہیں۔

ایجاب الفعل المشروع عل النفس بالقول تعظیما للّٰہ تعالیٰ

یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے طور پر قول کے ساتھ فعل مشروع کو اپنے نفس پر واجب کرنا(معجم لغۃ الفقہاء)

ابن فارسؒ معجم مقاییس اللغۃ (۴۱۴/۵) میں فرماتے ہیں کہ جس کلمہ میں نون،ذال اوررائے بالترتیب آتے ہیں،اس میں ڈرنے اورڈرانے کا معنی پایا جاتا ہے،جیسے انذار،اس کے معنی ہیں ’’ڈرانے والی بات پہنچانا‘‘اور’’ انجام سے ڈرنا‘‘اور تناذر کے معنی ہیں’’ایک دوسرے کو ڈرانا‘‘ نذر میں ڈراور خوف کا معنی پایا جاتا ہے کہ اگر خلاف ورزی کرے گا تو خوف لاحق ہوگا۔ملخص از تکملہ فتح الملہم (۱۴۶/۲)

اصطلاحات نذر

نذر کو اردو میں ''منت ''پشتو میں ''مَنَّ ''اور انگریزی میں ''vow'' کہا جاتا ہے، نذر ماننے والے کو ناذر اور جس چیز کی نذر مانی جائے اسے منذور اور منذور بہ کہا جاتا ہے جیسے زید نے کہا کہ'' اگر میں امتحان میں کامیاب ہوا تو دس روزے رکھوں گا''زید ناذر اور دس روزے منذور یا منذور بہ ہے۔

نذر کے ارکان:

شرعاً نذر کے تین ارکان ہیں(۱)صیغہ نذر (۲)ناذر(۳) منذور۔
رسائل ابن نجیم (۲۷۸)

صیغہ نذر کی تفصیل

شریعت کی رو سے انعقاد نذر کیلئے لفظ نذر یا کوئی دوسرا صیغہ التزام ضروری ہے پھر اس میں قیاساً اوراستحساناً دونوں طرح صیغہ التزام ضروری ہے یا نہیں؟اس بارے یہ تفصیل ہے کہ نذر کی دو اقسام ہیں(۱) نذر مطلق (۲) نذر معلق۔جن کی تفصیل آگے آئیگی،نذر مطلق میں قیاساً اوراستحساناً دونوں طرح لفظ نذر یادوسرا صیغہ التزام ضروری ہے،اگر لفظ نذر یا صیغہ التزام موجود ہو تو نذر منعقد ہوجائیگی اوراگر لفظ نذر یا صیغہ التزام نہ ہو تو نذر منعقد نہ ہوگی،مثلاً کسی شخص نے کہا''میں آئندہ ماہ پانچ روزے رکھوں گا''شریعت کی رو سے یہ نذر نہیں بلکہ نفلی روزے رکھنے کا وعدہ ہے،وعدہ کی حد تک اسے پورا کرے گا۔

صیغہ التزام کا معنی

لفظ نذر اور منت سے تو ہر حال میں نذر منعقد ہو جاتی ہے، اسی طرح علی (مجھ پر، میرے ذمہ) بھی نذر کیلئے کافی ہے۔

فی العرف الشذی (۱/۱۱۴) وصیغته صیغة الشرط والجزاء اولله علی ویفهم من مبسوط السرخسی ان لفظ علی فقط ایضاً یکفی للنذر.

اس کے علاوہ دوسرے صیغہائے التزام کا مدار عرف عام پر ہے، عرف عام میں جو الفاظ نذر کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں، ان سے نذر منعقد ہو جائیگی مثلاً ''میں ضرور بالضرور اللہ کیلئے سو رپے دونگا'' اور ''میں لازمی طور پر اللہ کے واسطے سو روپے دونگا'' اور ''اللہ کی رضا اور خشنودی کیلئے دونگا'' اور جو الفاظ عرف عام میں ''نذر'' کیلئے استعمال نہیں ہوتے، وہ شرعاً صیغہائے نذر شار نہ ہوں گے، اور ان سے نذر منعقد نہ ہوگی۔

الدر (۷۱۲/۳) والشامیۃ (۷۲۵/۳)

صیغہ التزام کا مطلب یہ ہے کہ ناذر بوقت نذر ایسا جملہ اور کلام بولے کہ جس سے اپنے اوپر کوئی چیز لازم اور ضروری ہو جاتی ہو۔

امداد الفتاوی (۵۲۲/۲) میں لکھا ہے کہ کسی نے کہا ''ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کرادیں اور صدقہ کردیں، شاید اس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جائے'' یہ عرفاً صیغہ نذر نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ ''درہم ہر مہینے دو چار مسکین کو کھلا دیا کریں گے'' صیغہ نذر ہے۔

نذر معلق میں قیاساً تو صیغہ التزام ضروری ہے لیکن استحساناً ضروری نہیں ہے، کیونکہ عرف عام میں تعلیق کو بہرحال نذر ہی سمجھا جاتا ہے، اس عرف کی بناء یہ معلوم ہوتی ہے کہ تعلیق میں دلالۃ التزام موجود ہے۔ احسن الفتاوی (۴۸۷/۵)

مثلاً کسی شخص نے کہا کہ ''اگر میری بیماری ختم ہوگئی تو میں اللہ کیلئے ایک ماہ روزہ رکھوں گا'' اس صورت میں اگر اس کی بیماری ختم ہوگئی تو ایک ماہ روزہ رکھنا لازم ہو جائیگا، اگرچہ اس نے صیغہ التزام نہیں بولا، کیونکہ یہ تعلیق ہے۔

تعلیق میں چونکہ عرفاً التزام ہوتا ہے،اس بنیاد پر تعلیق کو التزام شمار کیا گیا ہے لہذا اس بارے عرف کو دیکھا جائیگا اور عرف میں بھی ہر تعلیق سے نذر مقصود نہیں ہوتی، بلکہ شفاء امراض، دفع بلیات وحصول مقاصد وغیرہ کے ساتھ تعلیق ہو اور شکر کے طور پر کوئی عبادت متعین کر دے تو اس سے نذر مراد ہوتی ہے۔احسن الفتاویٰ (۴۸۷/۵)

مثلاً اگر کسی نے کہا کہ ''میرا لڑکا سفر سے آگیا تو میں حج کو جاؤنگا'' تو اس سے نذر منعقد نہ ہوگی (ایضاً)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ شفاء امراض، دفع بلیات اور حصول مقاصد وغیرہ کے ساتھ تعلیق ہو تو نذر عرفاً درست ہے لیکن اگر کوئی شخص عرف کے بر خلاف نیت کر لے تو بھی نذر منعقد ہوگی یا نہیں؟

احسن الفتاوی (۴۸۷/۵) میں ہے۔

''نذر کی نیت نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں،ایک عدم نیت نذر، دوسری نیت عدم نذر، پہلی صورت میں نذر منعقد ہو جائیگی،اس لئے کہ الفاظ سے ان کے عرفی معنی کا ثبوت نیت پر موقوف نہیں،اسی لئے عبارات فقہ میں انعقاد نذر کیلئے نیت کی قید نہیں اور دوسری صورت یعنی نیت عدم نذر میں عدم انعقاد کو ترجیح معلوم ہوتی ہے:لانه نوی حقیقة کلامه وهو الوعد ومحله کتب اصول الفقه فلتراجع.

نذر ایک قدیم عبادت ہے

نذر ایک ایسی عبادت ہے جو کافی قدیم اور پرانی ہے، گزشتہ امتوں میں بھی مشروع تھی، قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر کا ذکر آیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر

انبیاء سابقین کی شریعت میں عبادت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اپنی اولاد میں سے

کسی بچے کو اللہ تعالی کی عبادت، اللہ کے گھر کی خدمت اور دین کی اشاعت کیلئے مخصوص کر دیتے تھے، اس سے دنیا کی کوئی خدمت نہیں لیتے تھے، حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ، حضرعمران کی بیوی حنہ بنت فاقوذ نے اسی قاعدہ کے مطابق یہ نذر مانی کہ میرے حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بیت المقدس کے لئے مخصوص ہوگا، اسی کی خدمت کرے گا، میں اسے دنیا کے کاموں میں نہ لگاؤں گی۔

قرآن کریم سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد خداوندی ہے۔

اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لک مافی بطنی محررا فتقبل منی، انک انت السمیع العلیم.

اس وقت کی شریعت کا مسئلہ یہ تھا کہ اللہ کے گھر کی خدمت کیلئے لڑکے کو وقف کیا جاتا تھا، لڑکی کو نہیں، ہوا یوں کہ حضرت ام مریم کے اس حمل سے لڑکی حضرت مریم پیدا ہوئی، حضرت حنہ نے بارگاہ الہی میں حسرت اور عذر پیش کیا کہ میں نے لڑکے کو وقف کرنے کی نذر مانی تھی، یہ تو لڑکی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قاعدہ اور اصول کے برعکس حضرت حنہ سے بیٹی کو بھی قبول کرلیا اور حکم دیدیا کہ یہ بیت المقدس کی خدمت کریگی، حضرت مریم ابھی پیدا نہ ہوئی تھی کہ والد حضرت عمران کا انتقال ہوگیا، حضرت عمران بیت المقدس کے امام تھے۔

حضرت حنہ مریم کو لیکر مسجد بیت المقدس میں پہنچی اور وہاں کے عابدین ومجاورین کو اپنی نذر کے بارے بتایا، حضرت عمران کا چونکہ انتقال ہو چکا تھا، اس لئے حضرت مریم کی کفالت کا مسئلہ زیر غور تھا، وہاں کے مجاورین اور عابدین میں سے ہر شخص حضرت مریم کو لینے، پالنے اور کفالت کی خواہش رکھتا تھا، ان عابدین میں ایک حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے، حضرت مریم کی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کے عقد میں تھی، اس لئے انہوں نے حضرت مریم کی کفالت کی خواہش ظاہر کی لیکن دوسرے لوگ اس پر راضی اور متفق نہ ہوئے، آخر قرعہ اندازی کی گئی جس کی صورت بھی عجیب وغریب وخلاف عادت تھی، سب عابدین ومجاورین کو کہا گیا کہ وہ اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالیں، جس کا

قلم پانی کی حرکت کے خلاف الٹا بہہ جائے وہ کفالت کا مستحق ٹھہرے گا، جب قلم ڈالے گئے تو حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے خلاف رخ چلنے گا، اس طرح وہ قرعہ اندازی میں کامیاب ہوئے اور حضرت مریم کی کفالت ان کے سپرد ہو گئی۔

آل عمران آیت ۳۵ تا ۴۴۔

بچے کو حافظ، عالم، عابد وزاہد بنانے کی نذر صحیح ہے؟

اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو میں اسے قرآن کا حافظ بناؤں گا یا اسے عالم بناؤں گا یا اسے فقہ، حدیث اور اسلامی علوم سکھاؤں گا یا وہ اللہ کی عبادت وطاعت کرتا رہے گا، میں اسے دنیاوی امور میں مشغول نہیں کروں گا تو شرعاً یہ نذر صحیح ہے، اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مذکورہ واقعہ کے تحت بعض فقہاء کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

قال الجصاص فی احکام القرآن(۲/۱۱)والنذرفی مثل ذلک صحیح فی شریعتنا ایضاً بان ینذر الانسان ان ینشئی ابنه الصغیر علی عبادة اللّٰہ وطاعته وان لا یشغله بغیر هما وان یعلمه القرآن والفقه وعلوم الدین وجمیع ذلک نذور صحیحة لان فی ذلک قربة الی اللّٰہ تعالیٰ وکذا فی احکام القرآن للتهانوی (۲/۱۷)

لیکن آئندہ تفصیل سے آرہا ہے کہ نذر کی کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ منذور بہ عبادت مقصودہ ہو اور اس کی جنس سے واجب موجود ہو، چونکہ یہ شرائط یہاں نہیں پائی جاتیں، اس لئے ایسی نذر واجب نہیں ہے نیز کسی کو حافظ وعالم وغیرہ بنانا اپنے دائرہ اختیار سے خارج ہے، یہ فعل غیر کی نذر ہے جو صحیح نہیں، البتہ اس میں اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ ہے، اس لئے وعدہ کے طور پر اسے پورا کرنا چاہئے۔

بچے کو مسجد کا خادم بنانے کی نذر صحیح نہیں ہے

پہلی شریعتوں میں بچے کو مسجد کا خادم بنانے کی نذر صحیح تھی لیکن ہماری شریعت مطہرہ میں یہ نذر صحیح نہیں ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ نذر کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ناذر منذور بہ کا مالک ہو اور دوسرے سے مسجد کی خدمت لینا ناذر کی قدرت وطاقت میں نہیں ہے، وہ اس کا ملک نہیں ہے۔

بعض فقہاءؒ کے قول کے مطابق پہلے مسئلہ اور اس مسئلہ میں فرق یہ ہے کہ بچے کو حافظ یا عالم بچپن میں بنایا جاتا ہے، اور والدین کو بچے پر ولایت تامہ حاصل ہوتی ہے، اسے مجبور کر سکتے ہیں لیکن مسجد کی خدمت بڑی عمر میں کی جاتی ہے اور بلوغت کے بعد والدین کو اولاد پر ولایت اجبار حاصل نہیں ہے۔

فی احکام القرآن للتھانوی(۱۷/۲)وھل یصح النذربجعل الولد خادماللمسجد؟ قال الشیخ فی بیان القرآن:کان ذلک فی شرائع من قبلنا،بخلاف مافی شرعنا،لقولہ علیہ السلام "لانذرفیما لا یملک" ولیس فی وسع الناذر ان یفعل غیرہ فعلا، فلا ینعقد النذر فافھم،انتھی.

ہاں البتہ اس معنی میں یہ نذر درست ہے کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کی خدمات لینا چھوڑ دے اور اسے کہہ دے کہ آپ مسجد کی خدمت کریں، اس میں والد کو ثواب ملے گا البتہ بچے پر مسجد کی خدمت لازم اور واجب نہ ہوگی، اسے نذر اسقاط کہا جاتا ہے۔ **احکام القرآن للتھانوی (۱۹/۲)**

حضرت مریم علیہا السلام کی نذر

حضرت مریم کے بطن سے بامر الٰہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے تولد ہوئے تو تہمت، بدنامی اور اعتراض کا خطرہ تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو حکم دیا کہ وہ خاموشی کا روزہ رکھیں اور اس کی نذر مان کر پوچھنے والوں سے کہیں کہ میں نے خاموشی

کے روزے کی نذر مانی ہے،اس لئے آج میں کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی،قرآن کریم سورہ مریم آیت نمبر۲۶ میں ہے۔

فاماترين من البشراحدافقولی انی نذرت للرحمن صومافلن اكلم اليوم انسيا.

خاموشی کا روزہ مشروع نہیں اور نہ اس کی نذر صحیح ہے

اُس وقت کی شریعت میں خاموشی کا روزہ درست اور عبادت تھالیکن ہماری شریعت میں خاموشی کے روزے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔مسندامام اعظم (۱۱۰) میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔

ان النبی صلى الله عليه وسلم نهی عن صوم الوصال وصوم الصمت.

نبی علیہ السلام نے صوم وصال اور خاموشی کے روزے سے منع فرمایا ہے۔

ابو داؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لايتم بعداحتلام و لاصمات يوم الى الليل،حسنه السيوطی والعزيزی.

یعنی بلوغت کے بعد کوئی یتیم نہیں ہوتا اور صبح سے شام تک خاموشی کوئی عبادت نہیں۔

چونکہ خاموشی کا روزہ کوئی عبادت نہیں ہے،اس لئے اس کی نذر بھی صحیح نہیں ہے، اگر کسی نے محض خاموش رہنے اور بات نہ کرنے کی نذر مانی،روزہ کی نیت نہ ہو تب بھی اس کی نذر منعقد نہ ہوگی۔

صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے،اتنے میں ایک شخص پر نظر پڑی جو دھوپ میں خاموش کھڑا تھا،آپ کے پوچھنے پر صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہیںؓ،انہوں نے نذر مانی ہے کہ نہ بیٹھیں گے اور نہ سایہ حاصل کریں گے اور نہ بات کریں گے،روزہ رکھیں گے،افطار نہ کریں گے،آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے کہو کہ بات چیت کرے اور سایہ میں بیٹھے اور

کھڑے نہ ہو، بیٹھ جائے البتہ اپنا روزہ پورا کرے۔

السنن الکبری للبیھقی(۱۰/۷۵) کتاب النذور، میں حضرت بشیر بن الخصاصیہؓ کی روایت ہے، انہوں نے نبی علیہ السلام سے جمعہ کے دن روزہ رکھنے اور اس دن کسی کے ساتھ بات چیت نہ کرنے کے بارے پوچھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن علی الخصوص روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ جمعہ ان دنوں میں آ جائے جن کا روزہ رکھنے کے آپ عادی ہیں یا مہینہ بھر روزہ رکھتے ہیں اور اس دوران جمعہ آ جائے اور کسی سے بات نہ کرنے کی نذر نہ مانو، میری عمر کی قسم یہ بات خاموش رہنے سے بہتر ہے کہ تم بات چیت کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلہ کی ایک زینب نامی عورت کے ہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بات چیت نہیں کرتی تو آپ نے اس کی وجہ پوچھی، لوگوں نے بتایا کہ اس نے خاموشی کے ساتھ حج کرنے کی نذر مانی ہے، آپ نے فرمایا کہ بات چیت کرو، یہ جاہلیت کا عمل ہے پھر اس نے بات شروع کردی، الخ و کذا فی السنن الکبری للبیھقی (۱۰/۷۶)

بیہقی کی دوسری روایت میں ہے، اس عورت نے کہا: کان بیننا وبین قوم فی الجاھلیۃ شئی فحلفت ان اللہ عافانا ان لا اکلم احدا حتی احج قال: ان الاسلام ھدم ذلک فتکلمی، یعنی زمانہ جاہلیت میں ہمارے اور ایک قوم کے درمیان تنازعہ تھا، میں نے حلف اٹھایا کہ اگر اللہ تعالی نے ہمیں ان سے عافیت میں رکھا تو میں کسی سے بات چیت نہ کرونگی، یہاں تک کہ حج کرلوں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے ایسی باتوں کو ختم کر دیا ہے لہذا بات چیت کرو۔

السنن الکبری(۱۰/۷۶) میں حارثہ بن مضربؒ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ دو شخص آئے تو ان میں سے ایک نے سلام کیا اور دوسرے نے سلام نہ کیا تو ہم نے کہا یا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے ساتھی کو کیا ہوا؟ اس نے سلام نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ آج کے دن کسی انسان سے بات چیت نہیں کرے گا، عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے غلط حرکت کی ہے پھر حضرت مریم کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ انہوں نے ایسی نذر اس لئے مانی تھی تا کہ ان کیلئے عذر بن جائے، کیونکہ لوگ اس بات سے انکاری تھے کہ کسی عورت کا شوہر اور بدکاری کے بغیر بیٹا پیدا ہو سکتا ہے (اگر بیٹا پیدا ہو تو اس کا شوہر ضرور ہوگا یا اس نے بدکاری کی ہوگی)، لہٰذا تم سلام کیا کرو اور نیکی کا حکم دو اور بدی سے منع کرو، یہ تمہارے لیے خاموشی کی نذر ماننے سے بہتر ہے۔

نذر زمانہ جاہلیت میں

زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ اپنے معبودوں اور بتوں کی قربت اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے نذر مانا کرتے تھے۔ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۳۶، میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کی نذر کا ذکر کیا ہے۔

وجعلوا للّٰہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ھذا للّٰہ بزعمھم وھذا لشرکائنا فما کان لشرکائھم فلا یصل الی اللّٰہ و ما کان للّٰہ فھو یصل الی شرکائھم ساء ما یحکمون.

ان کی نذر یہ تھی کہ وہ زمینی پیداوار اور مال مویشیوں میں سے کچھ حصہ اللہ کیلئے اور کچھ اپنے خود ساختہ خداؤں کے لئے مختص کر دیتے تھے، اللہ کیلئے مختص کردہ حصے کو مہمانوں، فقراء وغیرہ پر خرچ کرتے اور بتوں کے حصے کو بتوں کے مجاورین پر خرچ کرتے تھے، ان کا اصول یہ تھا کہ اگر بتوں کے حصے میں کوئی کمی آتی تو اللہ کے حصے میں سے کچھ نکال کر اس میں شامل کر لیتے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کردہ حصے میں کمی آتی تو بتوں کے حصے میں سے کچھ بھی اللہ کے حصے میں شامل نہ کرتے تھے، اور دلیل یہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ذات ہے، گویا کہ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی عظمت وشرافت زیادہ تھی۔

عبدالمطلب کے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر:

مشہور مؤرخ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبد المطلب کو جب زمزم کے کنویں کی از سر نو تعمیر میں قریش کی جانب سے کچھ تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تو انھوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق ایک نذر مانی کہ اگر اللہ تعالی مجھے دس بیٹے دیدے اور وہ میری زندگی میں جوان ہو جائیں تو میں انمیں سے ایک کو اللہ کے نام پر قربان کرونگا، جب اللہ تعالی نے انکو انکی نذر کے مطابق دس بیٹے دیدئے تو عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو خانہ کعبہ کے قریب ایک کنواں تھا وہاں لے آئے، یہ وہ کنواں تھا جہاں لوگ اپنے ہدیہ کے جانور لیکر آتے تھے اور اسکے قریب ایک ھُبل نامی بت بھی تھا اور اسکے قریب ایک پجاری ہوتا تھا جس کے پاس سات قسم کے تیر تھے، جن میں مختلف قسم کی پرچیاں ہوا کرتی تھیں، جن میں سے بعض پر نعم (ہاں) اور بعض پر لا (نہ) لکھا ہوتا تھا، لوگ آکر انکے پاس فال نکالا کرتے تھے مثلاً اگر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہوتا تو اگر نعم والا تیر نکل آتا تو وہ کام کرتے اور اگر لا والا تیر نکل آتا تو وہ کام چھوڑ دیتے تھے، عبدالمطلب بھی انکے پاس آئے اور اپنا واقعہ انکو سنایا اور فال نکالنے کی درخواست کی جبکہ انکی خواہش یہ تھی کہ انکے لاڈلے بیٹے عبداللہ کے نام قرعہ نہ نکلے لیکن قدرت کو کچھ یوں منظور تھا کہ عبداللہ کے نام کا قرعہ نکل آیا تو عبدالمطلب نذر پوری کرنے کیلئے عبداللہ کو چھری لیکر "اساف ونائلہ" نامی دو بتوں کے پاس لے گئے لیکن قریش نے آپکو اسطرح کرنے سے روکا، خصوصاً عبد اللہ کے ننہال میں سے مغیرہ نامی ایک شخص نے کہا کہ ہم اسکے بدلے فدیہ دینے کیلئے تیار ہیں مگر ان کو قربان نہیں ہونے دیں گے پھر انھوں نے عبدالمطلب کو

مشورہ دیا کہ آپ انکو حجاز کے ماہرین کے پاس لے جائیں، وہ جسطرح مشورہ دیں آپ اسطرح کریں، تو ماہرین حجاز نے عبدالمطلب کو کہا کہ آپ عبداللہ اور دس اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالیں اور جب تک اونٹوں کا نام نہ نکلے دس بڑھاتے جائیں اور جب اونٹوں کے نام کا قرعہ نکل آئے تو گویا آپکے رب عبداللہ کے بدلے اتنے اونٹوں کی قربانی پر راضی ہو گئے ہیں، جب قرعہ ڈالا گیا تو نو مرتبہ عبداللہ کے نام قرعہ نکلنے کے بعد دسویں مرتبہ اونٹوں کے نام قرعہ نکلا تو سب بڑے خوش ہوئے لیکن عبدالمطلب نے مزید تاکید کیلئے تین مرتبہ قرعہ ڈالا اور تینوں مرتبہ اونٹوں کے نام قرعہ نکلنے کے بعد انھوں نے عبداللہ کے بجائے سو اونٹوں کی قربانی کر کے اپنی نذر پوری کی۔ سیرت ابن ہشام (۱/۱۴۳)

نذر اسلام میں۔

شریعت مطہرہ میں بھی نذر شروع ہے، اس کی مشروعیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے، قرآن کریم میں کئی جگہ نذر پورا کرنے کا حکم آیا ہے۔

(۱) سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۷۰ میں ہے۔

وما انفقتم من نفقة اونذرتم من نذر فان اللّٰه يعلمه.

(۲) سورۃ الحج آیت نمبر ۲۹ میں ہے۔

ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق.

(۳) سورۃ الدہر آیت نمبر ۷ میں ہے۔

يوفون بالنذر ويخافون يوما كان شهره مستطيرا.

اور کئی احادیث میں نذر کی مشروعیت وارد ہوئی ہے، مثلاً بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من نذر ان يطع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه.

کتب حدیث وفقہ میں نذر کے مظان ومحال:

کتب حدیث وفقہ میں نذر کے مسائل کو عموماً کتاب الایمان میں لکھا جاتا ہے لیکن یہ ایک اصولی درجہ کی بات ہے ورنہ حدیث وفقہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ نذر کے مسائل کتاب الایمان کے علاوہ بھی ذکر کئے جاتے ہیں بالخصوص کتب فقہ میں مسائل نذر انتہائی متفرق ہوتے ہیں، تقریباً فقہ کی ہر کتاب میں ایمان کے ساتھ کچھ نذر کے مسائل بھی بیان ہوتے ہیں لیکن کتاب الصلوۃ، الزکوۃ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف کتاب الحج والعمرۃ، کتاب الاضحیۃ، کتاب الکراہیۃ وغیرہ بھی مسائل نذر کے مظان ہیں۔ عام مسائل کے ساتھ مسائل نذر کا کچھ نہ کچھ ذکر ضرور ملتا ہے نیز نذر کی شرائط وغیرہ کی تفصیل یکجا نہیں ہوتی بلکہ متفرق ہوتی ہے اور نذر کے مسائل میں تعارض بھی زیادہ پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی ایک مقام پر نذر کے مسائل دیکھ لینے سے کوئی حتمی فتوی اور رائے دینا بہت دشوار ہے۔

مسائل نذر کو کتاب الایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ

مسائل نذر کو کتاب الایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نذر اور یمین (قسم) بعض احکام میں ایک دوسرے کے قریب تر ہیں مثلاً جس طرح قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے نذر کا مدار بھی عرف پر ہوتا ہے نیز جس طرح قسم سے تاکید مقصود ہوتی ہے نذر سے بھی تاکید مقصود ہوتی ہے۔

وجوہ الفرق:

اس کے باوجود قسم اور نذر میں کئی اعتبار سے فرق موجود ہے۔

(۱) نذر کا پورا کرنا ضروری ہے، کوئی چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی جبکہ قسم میں کفارہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

(۲) نذر سے مقصود تقرب الی اللہ ہوتا ہے اور کبھی مطلوب کا حصول یا مصیبت ومکروہ کا ازالہ مقصود ہوتا ہے جبکہ قسم کا مقصود کسی کام پر برانگیختہ کرنا یا اس سے اپنے آپ کو روکنا مقصود ہوتا ہے۔

(۳) نذرِ معلق مکروہ ہے جبکہ قسم اٹھانا مباح ہے اور بعض اسباب ودواعی کی وجہ سے مشروع اور مندوب ہوجاتا ہے۔

(۴) نذر کا ایفاء ہر صورت ضروری ہے لیکن قسم کے پورا کرنے میں کچھ تفصیل ہے، اس میں مصالح اور مفاسد کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے، کبھی اس کا پورا کرنا مباح اور کبھی مکروہ، کبھی مستحب، کبھی واجب اور کبھی حرام ہوتا ہے۔

تیسیر العلام شرح عمدۃ الاحکام (۲/ ۵۱۴) للشیخ البسام

نذر پسندیدہ نہیں ہے:۔

شریعت کی رو سے نذر پسندیدہ عمل نہیں ہے، احادیث میں اس سے ممانعت آتی ہے۔

فی جمع الفوائد (۲/ ۵۶۴) ابوھریرۃ رفعہ، لا تنذورا فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل.

وفی روایۃ: ان النذر لا یقرب من ابن آدم شیئا لم یکن اللہ قدرہ ولکن

الندر یوافق القدر فیخرج بذلک من البخیل مالم یکن البخیل یرید ان یخرج، للستة الا مالکا بلفظ مسلم .

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نذر نہ مانو کیونکہ نذر اللہ کی تقدیر نہیں بدل سکتی، نذر کے ذریعہ اللہ تعالٰی بخیل کا مال نکالتے اور خرچ کرتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ جو چیز اللہ تعالی نے تقدیر میں نہیں لکھی، نذر اسے آدمی کے قریب نہیں کر سکتی لیکن نذر جب تقدیر کے موافق ہو تو اس کے سبب سے بخیل کا وہ مال خرچ ہو جاتا ہے جسے وہ خرچ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وفی جمع الفوائد ایضاً (۵۶۴/۲) ابن عمر رضی اللہ عنہ نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النذر وامر بالوفاء بہ للکبیر.

وفی اعذب الموارد: رواہ الطبرانی فی الکبیر باسنادین رجال احدھما رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد (۱۸۵/۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے اور نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ممانعت کی وجوہ

نذر کی بہت سی اقسام ہیں جن کی تفصیل آگے آتی ہے، بعض جائز اور بعض ناجائز وحرام ہیں تاہم فی الجملہ نذر ایک مشروع اور جائز عمل ہے پھر احادیث میں نذر سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ محدثین عظام نے اس بارے جو کچھ فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ نذر کی دو اقسام ہیں۔ (۱) نذر مطلق (۲) نذر معلق ۔

ممانعت نذر معلق سے ہے، نذر مطلق جائز اور درست ہے۔

فی العرف الشذی (۱۴۱/۱) الندر المعلق غیر مرضی وان کان الندر قربۃ ولو نذر لزم واما الندر المنجز فحسن ومرضی.

اور نذر معلق سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ اس کی مختلف توجیہات منقول ہیں مثلاً:

(۱) حضرت امام مازری رحمہ اللہ نے یہ توجیہ فرمائی ہے کہ بندے کا یہ کہنا کہ اگر میرے مریض کو شفاء ہو جائے تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا مال صدقہ کروں گا، یہ ظاہری صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودے بازی ہے جو کہ شان عبادت وعبدیت کے خلاف ہے۔ (فتح الباری ۱۱/۵۰۰)

(۲) حضرت مازری رحمہ اللہ نے ایک توجیہ یہ فرمائی ہے کہ نذر میں جب کام ہو جاتا ہے تو انسان عبادت کو ایک بوجھ اور معاوضہ سمجھ کر ادا کرتا ہے، اس کی ادائیگی میں وہ نشاط نہیں ہوتا جو عام مطلق اختیاری عمل میں ہوتا ہے۔ (فتح الباری ایضاً)

(۳) علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے یہ توجیہ فرمائی ہے کہ اس اعتقاد سے نذر ماننا کہ نذر ماننے سے ضرور وہ کام ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر بدل جاتی ہے یہ صحیح نہیں ہے، بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نذر مان لینے سے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری)

(۴) ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ عنہ نے جامع الاصول (۱۱/۵۳۹) میں یہ توجیہ فرمائی ہے کہ احادیث میں نذر سے منع کرنا مقصود نہیں ہے کہ ان سے نذر کی حرمت یا کراہت ثابت ہو جائے، احادیث میں نذر سے ممانعت کا مقصد امر نذر کی تاکید ہے، یعنی جب نذر مان لی تو اب اسے ضرور پورا کرنا چاہئے، اس بارے سستی اور کاہلی سے کام لینا درست نہیں ہے۔

(۵) استاد محترم ومکرم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تکملہ فتح الملہم (۲/۱۵۴) میں یہ توجیہ فرماتے ہیں کہ نذر معلق میں اللہ تعالیٰ کو لالچ دینے کا معنیٰ پایا جاتا ہے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو یہ لالچ دیتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کا کام کر دیا تو وہ اللہ کی عبادت کرے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہیں، مسنون اور ماثور طریقہ یہ ہے کہ جب بندے کو کوئی حاجت پیش آئے تو اللہ سے دعا کرے، اس کی عبادت کرے اور اس کی رضا کیلئے صدقہ دے، اس سے بھی مصائب ٹل جاتے ہیں۔

نذر منعقد ہونے کی شرائط

نذر منعقد ہونے کی تین قسم کی شرائط ہیں۔(۱)شرائط ناذر(۲)شرائط منذور بہ (۳)شرائط صیغۂ نذر۔

شرائط ناذر

ناذر کی تین شرائط ہیں۔

پہلی شرط: ناذر کا عاقل ہونا ضروری ہے، اسلئے مجنون اور پاگل شخص نے اگر کوئی نذر مانی تو وہ منعقد نہ ہوگی۔

دوسری شرط: ناذر کا بالغ ہونا ضروری ہے، اگر کسی نابالغ بچے نے نذر مانی تو وہ منعقد نہ ہوگی، بچہ خواہ ممیز ہو یا غیر ممیز۔ ممیز وہ بچہ کہلاتا ہے جو بات کو سمجھتا اور اس کا جواب دے سکتا ہے، نافع اور مضر اشیاء کے درمیان فرق کر سکتا ہے، بچہ کب ممیز بنتا ہے؟ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سالوں سے اس کی تحدید نہیں کی جاسکتی، اشخاص کے اعتبار سے عمر کم و بیش ہوسکتی ہے، بعض بچے جلدی ممیز بن جاتے ہیں اور بعض دیر سے، اگر بچے نے مالی نذر مان لی تو ولی کیلئے بچے کے مال سے اسے پورا کرنا جائز نہیں ہے۔

تیسری شرط: ناذر کا مسلمان ہونا ضروری ہے، اس لئے کافر نے اگر نذر مانی تو اس کی نذر منعقد نہ ہوگی حتی کہ اگر مسلمان ہو گیا تو اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، کیونکہ شریعت کی رو سے کافر نہ قربت کا اہل ہے اور نہ وہ قربت و عبادت کا التزام کر سکتا ہے۔

کافر کی نذر کا حکم:

اگر کافر نے نذر مانی تو مسلمان ہونے کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ

اگر جائز نذر ہو تو اسے پورا کرنا بہتر ہے۔

ابوداؤد(۲/۱۱۵) کتاب الایمان والنذور،باب من نذرفی الجاهلية لم ادرک الاسلام، صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

عن عمر انه قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انی نذرت فی الجاهلية ان اعتكف فی المسجد الحرام ليلة فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اوف بنذرک.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھوں گا، تو نبی علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔

قال الامام العينی فی عمدة القاری(۱۵/۲۴۲) لم يأمره الشارع علی جهة الايجاب، انما هو علی جهة الرأی.

وفی التعليق علی بذل المجهود(۴/۲۳۲) واوله جماعة بالندب فی الايفاء.

قال فی اعلاء السنن بعد نقل الحديث المذكور، قال المؤلف: دلالته علی الباب ظاهرة، لكن الايفاء ليس بواجب، فان الناذر وقت النذر لم يكن من اهله واما فی حاشية البخاری (۱/۲۴۲) قال ابوحنيفة "لا يصح نذره" فمعناه والله اعلم لا يجب فافهم.

کافر کی نذر اس لئے لازم نہیں ہے کہ نذر عبادت ہے، اس نے حالت کفر میں غیر اللہ کے نام کی نذر ہی مانی ہوگی اور شریعت کی رو سے غیر اللہ کی نذر باطل ہے مثلاً اگر کسی بت پرست نے جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہو تو بلاشبہ اس نے بت کے نام مانی ہوگی، لہذا اسلام لانے کے بعد بھی اسے پورا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اس کو جائز کرنے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اس نذر کو اللہ تعالی کے نام کر دے اور پوری

کرے، نبی علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو ایفاء نذر کا حکم دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر چونکہ درست نہ تھی، اس لئے اس نذر کو ختم کر کے اس کی جگہ اللہ کی رضاء کیلئے اعتکاف کرنے کی نذر کرو، اور نذر ویسے بھی لازم نہ تھی، لہذا اب یہ نئی نذر شمار ہوگی اور نذر ماننا کوئی ضروری عمل نہیں ہے اور جاہلیت کی نذر کا پورا کرنا اس لئے ضروری نہیں کہ حالت کفر میں غیر اللہ کے نام نذر کرنے کا جو گناہ تھا، وہ اسلام لانے سے معاف ہوگیا۔

كذا قال العلامة الكوثرى فى النكت الطريفة(۴۲)

غلام کی نذر کا حکم

نذر منعقد ہونے کیلئے ناذر کا آزاد ہونا ضروری نہیں ہے، اگر غلام نے نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ بدائع الصنائع (۸۲/۵)

مکرہ کی نذر کا حکم:۔

نذر منعقد ہونے کیلئے ناذر کی رضا اور خوشی بھی ضروری نہیں ہے، اسلئے اگر کسی پر زبردستی کی گئی اور اس نے نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ (بدائع الصنائع ۸۲/۵)

مذاق کی نذر کا حکم

اگر کسی نے مذاق میں نذر مانی تو شرعاً اس کا پورا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ مذاق کی نذر بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ (بدائع ۸۲/۲۵)

غیر ارادی نذر کا حکم

اگر کسی نے نذر کا قصد وارادہ نہیں کیا تھا، کوئی اور بات کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان سے نذر کے الفاظ نکل گئے تو بھی نذر منعقد ہو جائیگی، اس کا پورا کرنا ضروری ہوگا، شریعت کی رو سے بعض معاملات ایسے ہیں کہ اگر وہ غیر ارادی طور پر صادر ہو جائیں تو بھی ان کا حکم لاگو ہو جاتا ہے جیسے طلاق وغیرہ۔

فی الشامیة(۳/۷۳۵) وافاد انه یلزمه ولولم یقصده کما لو اراد ان یقول کلاما فجری علی لسانه النذر لان هزل النذر کالجد کالطلاق کما فی صیام الفتح.

مسئلہ: اگر کسی کی ایک دن روزہ رکھنے کی نیت تھی لیکن نذر کے الفاظ بولتے وقت زبان سے ایک دن کی بجائے ایک مہینہ یا ایک سال نکل گیا تو اسپر ایک مہینہ یا ایک سال کا روزہ لازم ہوگا۔ الفتاوی الشامیہ (۳/۷۳۵)

شرائط منذور

جس چیز کی نذر مانی جاتی ہے، اس کی سات شرائط ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلی شرط: جس چیز کی نذر مان رہا ہے وہ فی نفسہ متصور الوجود ہو یعنی اس کا پایا جانا متصور ہوسکتا ہو، اگر وہ متصور الوجود نہ ہو تو نذر منعقد نہ ہوگی۔ مثلاً

(۱) زید کہتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں رات کو روزہ رکھوں گا، تو یہ نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ رات روزہ کا محل نہیں ہے۔

(۲) یہ نذر مانی کہ میں ایسے دن روزہ رکھوں گا جس میں کھانا کھا چکا ہوں گا، یہ نذر منعقد نہ ہوگی، کیونکہ ایسا روزہ ممکن نہیں۔

(۳) ایک عورت یہ نذر مانتی ہے کہ میں نفاس یا حیض کے دن روزہ رکھوں گی، یہ نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ حیض ونفاس کے ساتھ روزہ ممکن نہیں، روزہ کی شرط یہ ہے کہ عورت حیض ونفاس سے پاک ہو۔

(۴) ایک آدمی زوال کے بعد کہتا ہے کہ میں آج اللہ کی رضا کیلئے روزہ رکھتا ہوں تو درست نہیں، کیونکہ اب روزہ ممکن نہیں ہے۔

(۵) ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نصف دن روزہ رکھوں گا تو نذر نہ ہوگی۔

دوسری شرط: جس چیز کی نذر مان رہا ہے وہ قربت، طاعت اور عبادت ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ وغیرہ، اس شرط سے دو قسم کی اشیاء کو نکالنا مقصود ہے۔

(الف) معاصی اور گناہوں کی نذر صحیح نہیں ہے مثلاً: ایک آدمی یہ نذر مانتا ہے کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں شراب پیوں گا یا فلاں کو قتل کروں گا یا اس کی پٹائی کروں گا یا اسے گالی دوں گا، معصیت سے مراد معصیت لعینہ ہے کیونکہ معصیت لغیرہ کی نذر درست ہے جیسے ایام منہیہ میں روزہ کی نذر مان لی تو درست ہے۔

(۱) صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں عمران بن حصینؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لا نذر فی معصية الله ''یعنی اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی میں کوئی نذر نہیں ہے۔ ابوداؤ اور نسائی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں: ولا فی قطيعة رحم یعنی قطع رحمی کی نذر بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی معصیت اور گناہ ہے۔

(۲) ابو داؤد میں عبداللہ بن عمرو بن العاص اور مسند احمد میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔ لا نذر الا فيما يبتغى به وجه الله تعالیٰ، یعنی نذر نہیں مگر اس (قربت) میں جس سے اللہ کی رضا تلاش کی جا سکتی ہے۔

(۳) بخاری، مسند احمد اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: من نذر ان يطع الله فليطعه ومن نذر ان يعص الله فلا يعصه، یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی تو وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی معصیت اور گناہ کی نذر مانی تو اس کی معصیت نہ کرے۔

(۴) حضرت عقبہ بن عامرؓ کی بہن نے یہ نذر مانی تھی کہ میں ننگے پاؤں اور ننگے سر بیت اللہ جاؤں گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا: مروھا فلتختمر یعنی اسے حکم دو کہ دوپٹہ اوڑھ کر جائے۔

جمع الفوائد (۲/۵۶۵)

وفی اعذب الموارد: رواہ ابوداود والنسائی و ابن ماجة والترمذی وقال حسن صحیح وفیہ عبیداللہ بن زحر فیہ کلام کذا فی تخریج السنن (۳۷۷/۴)

ننگے سر نکلنا معصیت اور گناہ ہے، اس لئے نذر منعقد نہ ہوئی تھی۔

(ب) مباحات کی نذر صحیح نہیں ہے، جیسے کھانا، پینا، پہننا، سواری کرنا، سفر پر جانا بیوی کو طلاق دینا وغیرہ مثلاً: ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں کباب کھاؤں گا تو اس سے نذر منعقد نہ ہوگی۔

(۱) صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ابن عباسؓ کی روایت ہے۔

بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب اذ ھو برجل قائم فسأل عنہ فقالوا ابو اسرائیل نذر ان یقوم ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرہ فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومہ (۹۹۱/۲)

"یعنی نبی علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہے تو نبی علیہ السلام نے اس کے بارے پوچھا تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا یہ ابواسرائیل (جن کا نام یُسیر، قُشیر یا قیصر ہے) ہیں، انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے اور بیٹھیں گے نہیں اور نہ سائے میں بیٹھیں گے اور نہ بات چیت کریں گے اور روزہ رکھیں گے، آپ نے فرمایا اسے حکم دو کہ وہ بات چیت کرے اور سایہ حاصل کرے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔

ابواسرائیل صحابیؓ نے چار باتوں کی نذر مانی تھی۔

(۱) کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں۔
(۲) دھوپ میں کھڑے ہوں گے، سایہ میں نہیں۔
(۳) کسی سے بات نہیں کریں گے، خاموش رہیں گے۔
(۴) روزے رکھتے رہیں گے۔

ان میں سے پہلی تین باتیں قربت نہ تھیں، بلکہ مباح تھیں، اس لئے نبی علیہ السلام نے ان سے منع فرمایا اور روزہ قربت وطاعت ہے، اسلئے اسے پورا کرنے کا حکم دیا۔

(۲)**مجمع البحرین فی زوائد المعجمین (۲/۲٦۷) باب لا نذر الا فی طاعة، دارالکتب العلمیه بیروت** میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

مر رسول اللہ ﷺ علی رجلین مقرونین حاجبین نذرا، فقال: انزع قرانکما، فقالا یا رسول اللہ انه نذر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انزعا قرانکما ثم حجا.

''نبی علیہ السلام کا ایسے دو شخصوں پر گزر ہوا جن کی بھوئیں اور آبرو منت کے طور پر باندھے گئے تھے اور حج کو جا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ انہیں کھول دو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ نذر ہے آپ نے فرمایا کہ انہیں کھول دو پھر حج کرو۔

تیسری شرط: منذور بہ قربت مقصودہ بھی ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف اعتاق رقبہ وغیرہ، اگر قربت مقصودہ نہ ہوتو اس کی نذر صحیح نہیں ہے جیسے بیمار کی بیمار پرسی، جنازہ کے ساتھ چلنا، وضو، غسل، میت کی تجہیز وتکفین دخول مسجد، مصحف کو چھونا، اذان، اقامت، سرائے اور پل بنانا، مسجد ومدرسہ بنانا وغیرہ، ان امور کی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ یہ امور قربت تو ہیں لیکن قربت مقصودہ نہیں ہیں مثلاً وضو خود مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ دوسری اہم عبادت ''نماز'' کیلئے شرط ہے، یہی حال غسل وغیرہ کا ہے۔

بناء مسجد کی نذر

اگر کسی نے مسجد بنانے کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی، کیونکہ مسجد عبادت مقصودہ نہیں ہے۔

قال ابن عابدین فی منحۃ الخالق (۲۹۶/۴) انھم صححوا النذر بالوقف لان من جنسہ واجبا و ھو وقف مسجد للمسلمین وقد علمت ان بناء المسجد غیر مقصود الخ

وقف کی نذر

وقف کی نذر صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے نذر مانی کہ میں فقراء مساکین کیلئے اتنی زمین وقف کروں گا تو نذر درست ہے، اسے پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ وقف عبادت مقصودہ بھی ہے اور اس کی جنس میں واجب موجود ہے یعنی مسجد کیلئے جگہ وقف کرنا۔ علامہ رافعی رحمہ اللہ وقف کے عبادت مقصودہ ہونے کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ اس میں تصدق بالمنفعۃ ہے جو کہ عبادت مقصودہ ہے۔ التحریر المختار (۱۵/۲).

احسن الفتاوی (۴۷۹/۵) میں ہے۔

حاصل یہ کہ وقف للفقراء قربت مقصودہ نہیں، اور صحت نذر کیلئے یہ شرط ہے کہ منذور خود عبادت مقصودہ ہو، اور اس کی جنس سے کوئی فرد واجب ہو، یہ شرط وقف للفقراء میں موجود ہے، اس لئے کہ خود عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے وقف مسجد واجب ہے، اس لئے اس وقف کی نذر صحیح ہے، مگر وقف مسجد میں یہ شرط مفقود ہے اس لئے کہ اگرچہ یہ واجب ہے مگر عبادت مقصودہ نہیں لہذا اس کی نذر صحیح نہیں۔

مسجد کیلئے جگہ وقف کرنے کی نذر

اگر کسی نے مسجد کیلئے کوئی جگہ وقف کرنے کی نذر مانی تو درست ہے اور مسجد کیلئے اتنی جگہ وقف کرنا ضروری ہے۔

مسجد کیلئے اشیاء کا وقف

اگر کسی نے مسجد کیلئے تیل، چٹائی، لوٹا، صف، جھاڑو وغیرہ وقف کرنے کی نذر مانی تو ان کی نذر بھی درست نہیں ہے، ان چیزوں کو متعلقات مسجد اور آلات مسجد کہا جاتا ہے۔

چوتھی شرط:۔لزوم نذر کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ منذور بہ کی جنس سے کوئی فرد کم ازکم واجب ہو، چونکہ ہر فرض واجب بھی ہوتا ہے، اسلئے ایسی منذور بہ کی نذر بھی درست ہے جس کی جنس میں سے کوئی فرد فرض ہو، واجب کی مثال جیسے حیوان ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرنے کی نذر یا نفلی قربانی کرنے کی نذر، یہ اس لئے درست ہے کہ اس کی جنس سے قربانی واجب ہے، اور فرض کی مثال جیسے نماز، روزہ اور حج کرنے کی نذر مثلاً کسی نے دس دن روزہ رکھنے کی نذر کی تو یہ اس لئے درست ہے کہ اس کی جنس سے رمضان کا روزہ فرض ہے۔

تفصیل

تیسری اور چوتھی شرائط بہت اہم ہیں، کسی نذر کے انعقاد اور عدم انعقاد کیلئے زیادہ تر ان شرائط کو معیار بنایا جاتا ہے اور مسائل نذر کو ان شرائط پر منطبق کرنا بھی بہت مشکل مرحلہ ہے بلکہ خود عبادت کے مقصودہ اور غیر مقصودہ ہونے کی تعیین میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، کسی نے ایک عبادت کو مقصودہ قرار دیکر اس کی نذر درست قرار

دیدی اور کسی نے اسے غیر مقصودہ قرار دیکر نذر کو غیر واجب قرار دیدیا، اسی طرح کس عبادت کی جنس سے واجب موجود ہے اور کس کی جنس سے نہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہوا ہے، جس کی بنیاد پر ان دونوں شرائط پر مبنی مسائل، فروع اور جزئیات میں بھی کثرت سے اختلاف موجود ہے۔اس لئے ان شرائط کی مزید تفصیل کی ضرورت ہے۔

تفصیل شرط ثالث:

کونسی عبادت مقصودہ ہے اور کونسی غیر مقصودہ؟ نیز مقصودہ اور غیر مقصودہ ہونے کا معیار کیا ہے؟ اس بارے کتب فقہ میں زیادہ وضاحت نہیں ملتی ہے، صرف مثالوں پر اکتفاء کیا گیا ہے، ان امثلہ سے چند باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں۔

(ا) عبادت غیر مقصودہ کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ دوسری عبادت کیلئے شرط یا فرض یا واجب یا سنت ہو،خود اس کا تنفل (بطور نفل ادائیگی) مشروع نہ ہو جیسے وضو استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، طہارت بدن، طہارت مکان اور طہارت ثوب، نماز کیلئے شرائط ہیں، خود ان کا تنفل مشروع نہیں ہے البتہ تکبیر کا تنفل بھی مشروع ہے اور اس کی جنس سے واجب بھی موجود ہے جیسے تکبیرات عیدین وتکبیرات تشریق، اسلئے اس کی نذر بھی درست ہے، قیام، قراء ۃ، رکوع اور سجود نماز کے فرائض ہیں اور ان میں سے قراء ۃ کے علاوہ کسی کا تنفل مشروع نہیں، اس لئے قراءت وتلاوت کے علاوہ کسی کی نذر درست نہیں ہے، احرام، وقوف عرفات وغیرہ حج کیلئے فرض ہیں، ان کا تنفل مشروع نہیں لہذا ان کی نذر بھی درست نہیں اور طواف بھی حج کیلئے فرض ہے لیکن اس کا تنفل مشروع ہے لہذا وہ عبادت مقصودہ ہے ،اس کی نذر بھی درست ہے،دعائے قنوت ،تشہد، تکبیرات عیدین نماز کے واجبات ہیں، تکبیرات کے علاوہ کسی کا تنفل مشروع نہیں، لہذا ان کی نذر بھی درست نہیں البتہ تکبیرات کی نذر درست ہے،سعی بین الصفا والمروہ، رمی وغیرہ واجبات حج ہیں اور ان کا تنفل مشروع نہیں لہذا ان کی نذر درست نہیں، اذان واقامت، ثنا، تعوذ، تسمیہ، تامین، تسبیحات رکوع وسجود، تکبیرات انتقال، درود، دعا وغیرہ نماز کی سنن ہیں، ان میں سے آخری چار کے علاوہ کسی کا تنفل مشروع نہیں، اسلئے

ان کی نذر بھی درست نہیں اور آخری چار میں سے درود اور تکبیر کی جنس سے واجب بھی موجود ہے لہذا ان کی نذر درست ہے اور تسبیحات و دعا کی جنس سے واجب موجود نہیں لہذا ان کی نذر بھی درست نہیں ہے۔

(۲) جس عبادت میں کسی مخلوق کا ایفاء حق شامل ہو وہ عبادت مقصودہ نہیں جیسے عیادت مریض، تشییع جنازہ، نماز جنازہ، غسل میت اور تکفین میت وغیرہ۔

(۳) جس عبادت میں کسی مخلوق کو نفع رسانی کا عنصر شامل ہو جیسے مسجد، پل ،سرائے وغیرہ بنانا، خود وقف میں یہ عنصر شامل نہیں ہے کیونکہ جو زمین وغیرہ وقف کی جاتی ہے، وہ اللہ تعالی ہی کے نام وقف کی جاتی ہے اور بعد میں کسی اختیاری عمل سے جو منافع وجود میں آتے ہیں، ان کا تصدق علی الفقراء مقصود ہوتا ہے۔

(۴) وہ عبادت کہ جس میں اپنی یا کسی اور کی حاجت روائی مقصود ہو جیسے دعا اور ایصال ثواب، خواہ وہ کسی صورت میں ہو۔

تفصیل شرط رابع:

چوتھی شرط یہ ہے کہ منذور کی جنس سے کم از کم کوئی واجب موجود ہو، اس میں یہ اضافہ ہے کہ یا وہ منذور بہ خود کسی واجب یا فرض پر مشتمل ہو۔ منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصوم (۲/۲۹۴) الشامیة(۲/۳۶) جیسے اعتکاف، اس کی نذر صحیح ہونے کی مختلف وجوہات بیان کی گئی ہیں کما یأتی فی موضعه، ایک وجہ یہ ہے کہ اعتکاف کیلئے روزہ شرط اور واجب ہے، یعنی اعتکاف روزے پر مشتمل ہے جو کہ فرض ہے اس اعتبار سے اس کی نذر درست ہے (ایضاً) نیز جیسے عمرہ کیونکہ اس کی جنس سے واجب موجود نہیں ہے لیکن وہ خود طواف پر مشتمل ہے جو کہ حج کیلئے واجب اور فرض ہے۔

☆اس کی جنس سے واجب یا فرض ہونا جو شرط ہے ضروری نہیں کہ وہ فرض یا واجب عبادت مقصودہ بھی ہو، عبادت غیر مقصودہ بھی ہوسکتا ہے جیسے وقف کی صحت کے لیے بناء مسجد یعنی وقف کی نذر صحیح ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کی جنس سے

مسجد بنانے کی صورت میں واجب موجود ہے حالانکہ مسجد عبادت مقصودہ نہیں ہے۔

☆اس کی جنس سے جو واجب یا فرض موجود ہو اس میں عموم ہے،اور یہ عموم کئی قسم کا ہوسکتا ہے۔

(۱) خواہ وہ مستقل واجب یا فرض ہو جیسے روزہ اور نماز کہ ان کی جنس سے فرائض خمسہ اور صیام رمضان فرض ہیں اور ان کی فرضیت بھی مستقلاً ہے۔

(۲) یا کسی عبادت کے ضمن میں تبعاً واجب یا فرض ہو جیسے اعتکاف اور تسبیحات دبر الصلوۃ کی نذر اس لیے درست قرار دی جاتی ہے کہ اعتکاف کی جنس میں سے وقوف عرفہ یا نماز کا قعدہ اخیرہ واجب ہے، حالانکہ وقوف عرفہ اور قعدہ اخیرہ کا وجوب و فرضیت مستقل نہیں بلکہ حج اور نماز کے ضمن میں ہے اور تسبیحات دبر الصلوۃ چونکہ تحمید وتکبیر پر مشتمل ہیں، تغلیباً انہیں تسبیحات کہا گیا ہے اور تکبیر کی جنس میں سے تکبیرات عیدین اور تکبیر تحریمہ واجب ہیں حالانکہ ان کا وجوب یا فرضیت بھی مستقلا نہیں بلکہ نماز کے تابع ہیں، اور تحمید کی جنس میں سے نماز میں سورۃ الفاتحہ کی ابتداء یعنی الحمدللہ کو واجب کہا جاتا ہے اس کا وجوب بھی تبعاً للصلوۃ ہے۔

(۳) یا اس کی فرضیت و وجوب مباشرتِ سبب کی بناء پر ہو یعنی پہلے سے اس پر واجب نہ تھا، کسی سبب کا ارتکاب کر لیا، اس لیے اس پر واجب لاگو ہوگیا، جیسے اعتاق رقبہ کی نذر بالاتفاق صحیح ہے اور اس کی جنس میں کفارہ کی صورت میں اعتاق رقبہ موجود ہے، اور کفارہ ہر شخص پر واجب نہیں ہوتا بلکہ جو اس کے سبب کا ارتکاب کرتا ہے مثلاً یمین، ظہار وغیرہ، تب واجب ہوتا ہے۔ (البحر ۲۹۴/۲ کتاب الصوم)

☆جنس سے جو واجب یا فرض ہو اس کا وجوب وفرضیت قطعی ہونا ضروری نہیں اس میں عموم ہے خواہ قطعی ہو جیسے نماز روزہ اور خواہ عملی ہو جیسے درود کی نذر اس لیے درست ہے کہ اس کی جنس سے واجب موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام پر زندگی میں ایک بار درود فرض ہے اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو ایک بار درود واجب ہے لیکن یہ فرضیت ووجوب عملی ہے قطعی نہیں۔ (الشامیہ ۷۳۸/۳)

☆اگر اس کا وجوب یا فرضیت مباشرتِ سبب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور کی

طرف سے عارض کی وجہ سے ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں جیسے نماز جنازہ اور تکفین میت کی نذر درست نہیں، اگرچہ ان کی جنس میں سے بعض عوارض کی وجہ سے واجب موجود ہے مثلاً اگر دوسرا کوئی موجود نہ ہو تو میت کی تکفین اور نماز جنازہ وہاں موجود شخص پر واجب ہو جاتے ہیں، اسی طرح فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ کسی قوم کی ضیافت کی نذر درست نہیں حالانکہ اگر ضیافت کرنے والا کوئی نہ ہو اور مسافر کی جان کو خطرہ ہو تو اس کی ضیافت واجب ہو جاتی ہے، اسی طرح عیادت مریض وغیرہ۔

☆جنس میں سے جو واجب یا فرض ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ واجب یا فرض منذور بہ کے ساتھ صورۃً متحد ہو، ان کے درمیان جنسیت علی الاطلاق کافی ہے: جیسے اعتکاف کی نذر صحیح ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی جنس سے نماز میں قعدہ اخیرہ فرض ہے حالانکہ قعدہ اخیر میں جلوس وقعود ہی ہوتا ہے اور اعتکاف میں قیام ومشی بھی شامل ہے البتہ غالب اور زیادہ جلوس وقعود ہے۔ (کذا فی الطحطاوی علی المراقی)

☆انعقاد نذر کے لیے ایک طرف یہ شرط ہے کہ اس کی جنس سے فرض یا واجب موجود ہو دوسری طرف نذر کے معنی ہیں ''غیر لازم کو اپنے اوپر لازم کرنا'' اس کی روشنی میں اس شرط کا خلاصہ اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ نذر ان فرائض وواجبات مقصودہ کی جنس کی درست ہے جن کا تنفل مشروع ہو جیسے نماز روزہ فرض ہیں اور ان کی بطور نفل ادئیگی مشروع ہے، اس لیے نماز روزہ کی نذر بھی درست ہے اور نذر خود ان فرائض وواجبات کی نہ ہوگی بلکہ نفل کی ہوگی، اگر کسی نے فرض وواجب کی جنس کی نذر کی بجائے خود فرض یا واجب کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی جیسے کوئی نماز ظہر ادا کرنے کی نذر مانے اور اگر کسی نے نماز وتر کی نذر مانی تو شرعاً منعقد نہ ہوگی کیونکہ نماز وتر اگرچہ واجب ہے لیکن اس کا تنفل مشروع نہیں ہے۔

☆ان دونوں شرائط کے محترزات تین قسم کے ہیں یعنی ان شرائط کے نہ پائے جانے سے جن امور کی نذر درست نہیں، ان کی تین قسمیں بنتی ہیں۔

(۱) جن میں صرف تیسری شرط نہیں پائی جاتی۔

(۲) جن میں صرف چوتھی شرط نہیں پائی جاتی۔

(۳) جن میں دونوں قسم کی شرائط نہیں پائی جاتیں۔

محترزاتِ شرط ثالث:

بناء مسجد کی نذر، وضو، غسل، دخول مسجد، اذان واقامت، سعی، وقوف عرفہ ومزدلفہ، دعا وغیرہ، یہ سب امور چونکہ عبادت مقصودہ ہیں، اس لئے ان کی نذر صحیح نہیں ہے۔

تبلیغ میں جانے کی نذر صحیح نہیں:

احسن الفتاوی (۴۹۱/۵) میں ہے۔

سوال: زید نے نذر مانی کہ میرا ہاتھ صحیح ہوگیا تو چالیس دن تبلیغ یعنی جماعت میں جاؤں گا، تو یہ نذر صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اس کا پورا کرنا واجب ہے یا نہیں ؟ اگر واجب نہیں تو جائز بھی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب:

صحت نذر کے لیے یہ شرط ہے کہ منذور عبادتِ مقصودہ ہو، تبلیغ عبادتِ مقصودہ نہیں، اس لیے یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، اس کا ایفاء واجب نہیں ، جائز ہے۔

قال فی التنویر ومن نذر نذرا مطلقاً الخ.

نذر الوضو لکل صلوۃ

اگر کسی نے ہر نماز کے لیے وضو کرنے کی نذر مانی تو نذر درست نہں ہے کیونکہ وضو خود عبادت مقصودہ نہیں نیز اس کی جنس سے اگرچہ واجب موجود ہے لیکن ہر نماز کے لیے وضو کرنا کسی صورت واجب نہیں لہٰذا اس کی جنس سے واجب موجود نہیں ۔

واضح رہے کہ معذور شرعی پر ہر وقتِ نماز کے لیے وضو واجب ہے، ہر نماز کے لیے واجب نہیں چنانچہ وہ وقت نماز میں ایک وضو پر کئی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

(البحر، کتاب الصوم ۲/۲۹۴)

دعا کی نذر

اگر کسی نے دعا بعد الصلوۃ یا دعاء مطلق کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ دعا عبادت مقصودہ نہیں ہے، اس میں اپنی حاجت روائی کا عنصر شامل ہے۔

(جامع الرموز ۱/۲۶۶) اور (قنیہ ص ۱۳۴) میں عدم لزوم کی تصریح ہے، البتہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ دعا کا ذکر ہے، پھر جامع الرموز میں عدم لزوم کی وجہ شرط رابع کو ٹھہرایا ہے یعنی اس کی جنس سے واجب موجود نہیں لیکن یہ وجہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دعا کی جنس سے واجب موجود ہے جیسے نماز میں دعاء قنوت البتہ دعا عبادت مقصودہ نہیں ہے۔

محترزاتِ مشترکہ

عیادت مریض:

عیادتِ مریض بھی قربت وعبادت ہے، چنانچہ صحیح مسلم (۲/۳۱۷) کتاب البر والصلۃ میں حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

عائدالمریض فی مخرفة الجنة حتی یرجع یعنی مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغات میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ واپس آجائے، لیکن یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے کیونکہ عیادت مریض کا حق ہے، اس میں ایفاءِ حق مقصود ہوتا ہے اور اس کی جنس سے واجب بھی موجود نہیں ہے لہٰذا اس کی نذر درست نہیں ہے، خواہ مریض مطلق کی عیادت ہو یا معین مریض کی عیادت ہو اور یہی صحیح ہے، وھو ظاھر الروایة۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر یوں نذر کی کہ میں آج مریض کی عیادت

کروں گا تو اس کی نذر درست ہے اور اگر یہ نذر کی کہ فلاں شخص کی نذر کروں گا تو نذر منعقد نہ ہوگی۔

واضح رہے کہ والدین کو عیادت کی ضرورت ہو تو ان کی عیادت اولاد پر واجب اور فرض ہے کمافی الشامیة (۳/۴۷) کتاب الایمان لیکن یہ وجوب عارض کی وجہ سے ہے، اس لئے اس کا انعقاد نذر میں اعتبار نہیں۔

تشییع جنازہ:

یعنی جنازہ کے ساتھ چلنا اور اسے رخصت کرنا، یہ بلاشبہ عبادت ہے اور اس کی فضیلت آئی ہے لیکن یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے، حق میت کا ایفاء ہے اور اس کی جنس سے کچھ واجب بھی نہیں ہے۔

مس مصحف:

مس مصحف نہ عبادت مقصود ہ ہے اور نہ اس کی جنس سے مستقل واجب موجود ہے، لہذا اس کی نذر صحیح نہیں ہے۔

پل، سرائے، سبیل وغیرہ بنانا۔

اگر کسی نے پل سرائے، سبیل، کنواں، سڑک وغیرہ بنانے یا تعمیر کرنے کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ اشیاء عبادت مقصودہ نہیں ہیں، مخلوق خدا کو نفع رسانی مقصود ہے اور ان کی جنس سے کوئی واجب بھی موجود نہیں، ہاں ان کے وقف کی نذر درست ہے مثلاً زمین وقف کرنے کی نذر مانی یا اپنے گھر کو سرائے کے لیے وقف کرنے کی نذر

مان لی تو درست ہے، وقف اور ان اشیاء کے تعمیر کرنے میں یہ فرق ہے کہ وقف اللہ تعالیٰ کے نام ہوتا ہے اور اس کے منافع مخلوق خدا پر صدقہ کیے جاتے ہیں اور اس طرح کا عمل عبادت مقصودہ ہے جبکہ ان اشیاء کی تعمیر وتجدید ایسا عمل نہیں ہے، یہ محض رفاح عامہ ہیں۔

ایصال ثواب کی نذر

ایصال ثواب کی نذر منعقد نہیں ہوتی خواہ وہ عبادت بدنیہ کی صورت میں ہو جیسے نماز پڑھ کر یا روزہ رکھ کر اس کا ایصال ثواب کیا جائے یا عبادت مالیہ کی صورت میں ہو جیسے صدقہ خیرات کر کے ایصال ثواب کیا جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ایصال ثواب نہ عبادت مقصودہ ہے اور نہ اس کی جنس سے کوئی واجب موجود ہے۔

واضح رہے کہ اس میں نماز روزہ صدقہ وغیرہ تبعاً ہوتے ہیں، مقصود ایصال ثواب ہوتا ہے۔

امداد الاحکام ۳۰/۳ میں ہے۔

"ایصال ثواب کی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ: مالیس من جنسه واجب لاينعقد النذر به اور گو تصدق کی جنس سے واجب ہے مگر یہاں اصل مقصود ایصال ثواب بروح میت ہے تصدق کی نذر تبعاً ہے الخ۔"

زیارت قبور

زیارت قبور کی نذر منعقد نہیں ہوتی خواہ زیارت قبر نبوی کی نذر ہو کیونکہ اس کی جنس میں سے کچھ واجب نہیں (کمافی جامع الرموز ۶۶۶/۱) نیز یہ عبادت مقصودہ بھی نہیں ہے۔

نماز جنازہ

اگر کسی نے کسی خاص میت کی یا مطلق نماز جنازہ پڑھنے کی نذر مانی تو بالاتفاق اس کی نذر منعقد نہیں ہوتی البتہ اس کی تخریج میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے اسے شرط خامس کا محترز قرار دیا ہے کیونکہ نماز جنازہ پہلے سے ہر اہل محلہ پر فرض کفایہ ہوتی ہے کمافی الطحطاوی علی المراقی ص ۴۱۸) اور بعض نے اسے تیسری شرط کا محترز قرار دیا ہے کیونکہ نماز جنازہ عبادت مقصودہ نہیں ہے، اس میں حق مسلم کا ایفاء مقصود ہوتا ہے وھو الاوجہ عندی، اور بعض حضرات نے شرط رابع کا محترز قرار دیا ہے کیونکہ اس کی جنس سے واجب موجود نہیں ہے یعنی شریعت میں بلارکوع وسجود کوئی نماز واجب نہیں ہے۔ کمافی جامع الرموز(۱/۲۶۶) ہاں عارض کی وجہ سے وجوب معتبر نہیں ہے۔

تکفین میت

اگر کسی نے میت کو کفنانے کی نذر مانی خواہ میت متعین ہو یا غیر متعین، اس کی نذر بالاتفاق منعقد نہیں ہوتی البتہ تخریج میں آراء کا اختلاف ہے ،اکثر حضرات نے اسے شرط رابع کا محترز قرار دیا ہے یعنی اس کی جنس سے واجب موجود نہیں الا لعارض کما فی جامع الرموز (۱/۲۶۵) اور بعض نے شرط ثالث کا محترز قرار دیا ہے یعنی تکفین میت عبادت مقصودہ نہیں ہے کمافی الشامیة (۳/۷۳۵) کتاب الایمان والبحر کتاب الصوم (۲/۲۹۴) اور بعض نے اسے شرط خامس کا محترز قرار دیا ہے۔

قال الرافعی فی التحریر المختار (۲/۱۵) "قوله لانه لیس بعبادة مقصودة الخ" نازع الرحمتی فی خروج التکفین بقوله عبادة مقصودة فانه

فرض كفاية والقائم به مؤد لفرض الكفاية وقال يمكن اخراجه بقولهم ان الايكون واجبا قبل الايجاب آه سندى.

لیکن علامہ رحمتی کا منازعہ درست نہیں ہے کیونکہ تکفین کے محض فرض کفایہ ہونے سے اس کا عبادت مقصودہ ہونا لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس بات سے کہ اس کو ادا کرنے والا فرض کفایہ کو ادا کرنے والا کہلاتا ہے جیسے خود نماز جنازہ بھی فرض کفایہ ہے لیکن عبادت مقصودہ نہیں ہے۔

سجدہ تلاوت

اگر کسی نے سجدہ مطلق یا سجدہ تلاوت کرنے کی نذر مانی تو صحیح یہ ہے کہ نذر منعقد نہیں ہوتی البتہ قنیہ (۴۳) میں لکھا ہے کہ نذر درست ہے اور سجدہ تلاوت لازم ہے اور اگر صرف سجدہ کی نذر مانی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں منعقد نہیں ہوتی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں منعقد ہے لیکن صحیح یہ ہے نہ سجدہ تلاوت کی نذر درست ہے اور نہ مطلق سجدہ کی کیونکہ سجدہ عبادت مقصودہ نہیں ہے۔ **کمافی البحر الرائق** (۲/۲۹۴) **کتاب الصوم**۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کا تنفل مشروع نہیں ہے نیز بعض حضرات نے سجدہ تلاوت کو شرط خامس کا محترز قرار دیا ہے یعنی کہ سجدہ تلاوت تحقق سبب (آیت سجدہ پڑھنے) سے واجب ہوتا ہے، اگر سبب کا تحقق ہوا تو سجدہ پہلے سے واجب ہوگیا اس لیے نذر درست نہ ہوئی اور اگر سبب نہیں پایا گیا تو وہ واجب ہی نہیں ہے خواہ وہ نذر مان لے۔

تسبیحاتِ مطلقہ کی نذر

اگر کسی نے تسبیحات مطلقہ کی نذر مانی مثلاً کہا کہ میں ہزار بار سبحان اللہ سبحان اللہ کہوں گا تو اس کی نذر بالاتفاق منعقدہ نہیں ہوتی اور عدم صحت کی صحیح وجہ یہ ہے کہ اس

کی جنس سے کچھ واجب نہیں ہے۔

علامہ رافعی رحمہ اللہ نے التحریر المختار (۱۰۵/۲) میں شرح الاشباہ سے عدم صحت کی یہ وجہ نقل فرمائی ہے کہ تسبیحات قربت مقصودہ نہیں لیکن یہ وجہ درست نہیں کیونکہ تسبیحات قربت مقصودہ ہیں اور ان کا تنفل مشروع ہے۔ لماذکرنامن تعریف القربۃ المقصودۃ، یہی وجہ ہے کہ تسبیحات دبر الصلوۃ کی نذر درست ہے۔چنانچہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ احسن الفتاویٰ (۵۰۱/۵) میں لکھتے ہیں۔

''علامہ رافعی رحمہ اللہ نے شرح الاشباہ سے جو یہ وجہ نقل فرمائی ہے کہ تسبیحات قربت مقصودہ نہیں ، یہ وجہ غیر وجیہ ہے''

تسبیحات دبر الصلوۃ کی نذر

اگر کسی نے تسبیحات فاطمی یا تسبیحات دبرالصلوۃ کی نذر مانی مثلاً کہا کہ میں ہر نماز کے بعد تسبیحات فاطمی کا ورد کروں گا، تو اس بارے کچھ اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ نذر درست ہے کیونکہ یہ عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب بھی موجود ہے اور وہ اس طرح کہ تسبیحات دبر الصلوۃ میں تین کلمات مقدسہ شامل ہیں۔ (۱) سبحان اللہ ۳۳ بار (۲) الحمدللہ ۳۳ بار (۳) اللہ اکبر ۳۴ بار۔ ان میں سبحان اللہ سب پر مقدم ہے ،اس لیے تغلیباً سب کو تسبیحات کہد یا جاتا ہے، اس مجموعہ میں سے سبحان اللہ کی جنس سے واجب موجود نہیں لیکن تحمید وتکبیر کی جنس سے واجب موجود ہے، چنانچہ تکبیر تحریمہ، تکبیرات عیدین اور تکبیرات تشریق واجب ہیں، اس کا ذکر سب نے فرمایا لیکن تحمید کی جنس میں سے بھی واجب موجود ہے اس کا ذکر کسی اور فقیہ نے نہیں کیا حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ نے کیا ہے اور وہ یہ کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتداء میں الحمدللہ ہے جس کا پڑھنا واجب ہے چنانچہ احسن الفتاویٰ (۵۰۱/۵) میں ہے۔

''علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ طحطاوی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے تسبیحات بعد الصلوۃ میں تحمید وتکبیر کو داخل فرما کر صحت نذر کا قول کیا ہے، اس لیے کہ

جنس تکبیر میں واجب موجود ہے۔

قال العبدالضعیف: علامہ طحطاوی وشامی رحمہما اللہ تعالیٰ میں سے کسی کی بھی نظر اس طرف نہیں گئی کہ جنس تحمید میں بھی واجب موجود ہے، حالانکہ نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتداء میں تحمید واجب موجود ہے کما قدمنا۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے الدر المختار (۷۳۵/۳) میں قنیہ سے تسبیحات دبر الصلوۃ کی نذر کا عدم لزوم نقل فرمایا ہے مگر علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قنیہ میں نذر دعا بعد الصلوۃ کا عدم لزوم مذکور ہے نہ کہ نذر تسبیحات بعد الصلوۃ کا، اس لیے علامہ حصکفی رحمہ اللہ سے نقل میں تسامح ہوا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے قنیہ کی صحیح عبارت بحوالہ بحر نقل فرمائی ہے، بظاہر ان کے پاس قنیہ موجود نہ تھا، احقر کی تحویل میں قنیہ کا ایک قدیم ترین نسخہ موجود ہے، اس میں وہی بات ہے جو علامہ شامی نے نقل فرمائی ہے (۱۲۴) کتاب الایمان

طواف کی نذر

اگر کسی نے طواف بیت اللہ کی نذر مانی تو صحیح یہ ہے کہ نذر درست اور لازم ہے کیونکہ طواف عبادت مقصودہ ہے، اس کا تنفل مشروع ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے علامہ قاضی خان رحمہ اللہ نے فتاویٰ قاضی خان (۲۹۲/۲) میں لکھا ہے کہ طواف بالبیت کی نذر لازم نہیں اور اس کی وجہ نہیں لکھی، علامہ رافعی رحمہ اللہ نے التحریر المختار (۱۵/۲) میں عدم لزوم کی یہ توجیہ کی ہے کہ طواف خود عبادت مقصودہ نہیں بلکہ اس سے تعظیم کعبہ مقصود ہے۔ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ احسن الفتاویٰ (۵۰۲/۵) میں علامہ رافعی کی توجیہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ توجیہ بھی غیر وجیہ ہے" غیر وجیہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ طواف بلا شبہ عبادت مقصودہ ہے، اسے غیر مقصودہ کہنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ

نے رد المحتار (۷۳۸/۳) میں فتاویٰ قاضی خان سے عدم لزوم نقل فرما کر اس پر باقاعدہ اشکال وارد فرمایا ہے کہ طواف عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے، اس لیے اس کی نذر درست ہونی چاہئے، اس کے بعد لباب المناسک سے نذر طواف کا لزوم نقل فرمایا ہے۔

نذر تلاوت وقراءت قرآن

اگر کسی نے تلاوت قرآن مجید کی نذر مانی تو اس کی صحت میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ نذر لازم ہوجاتی ہے کیونکہ تلاوت عبادت مقصودہ ہے، اس کی جنس سے واجب موجود ہے اور وہ ہے نماز میں قراءت قرآن نیز اس کا تنفل بھی مشروع ہے۔ قاضی خان (۲۹۲/۲) اور مراقی الفلاح (۴۱۷) وغیرہ کتب فقہ میں اس نذر کا عدم لزوم لکھا ہے لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار (۷۳۸/۳) میں قاضی خان سے عدم لزوم نقل فرما کر اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں، اس پر اشکال وارد فرمایا ہے کہ عدم لزوم درست نہیں کیونکہ تلاوت عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے، پھر ان دونوں حضرات نے قہستانی سے عدم لزوم کی یہ تعلیل نقل فرمائی ہے کہ قرات کا وجوب لعینہ نہیں بلکہ صحت نماز کے لئے ہے۔

احسن الفتاویٰ (۵۰۲/۵) میں ہے کہ یہ تعلیل بھی علیل ہے، اس لیے کہ وجوب لعینہ کی قید کہیں منقول نہیں، غالبا اسی لیے علامہ طحطاوی وشامی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں نے اس تعلیل کو پسند نہیں فرمایا، اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو تکبیر احرام وتحمید الصلوۃ وتکبیرات العیدین کا وجوب بھی غیر معتبر ہونا چاہئے۔

علامہ رافعی رحمہ اللہ نے التحریر المختار (۱۵/۲) میں شرح الاشباہ سے عدم لزوم کی یہ تعلیل نقل فرمائی ہے کہ قراءت عبادت مقصودہ نہیں ہے اور عبادت مقصودہ نہ ہونے کی توجیہ خود یوں فرمائی ہے کہ قراءت سے تدبر فی المعانی مقصود ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد رحمہ اللہ احسن الفتاویٰ (۵۰۲/۵) میں لکھتے ہیں کہ

بندہ کے خیال میں بھی یہی تعلیل شرح الاشباہ و توجیہ رافعی صحیح ہے، اس لیے کہ تنزیل قرآن سے مقصد تصحیح عقائد واعمال ہے، قرآن کریم کے مضامین چار قسم کے ہیں، اعتقادات، دلائل، اعمال، فکر پیدا کرنے اور ہمت بلند کرنے کے نسخے، قراءت قرآن سے یہ چاروں مقاصد حاصل ہوتے ہیں، اور بار بار تکرار سے ان مقاصد میں مزید ترقی ورسوخ حاصل ہوتا ہے آہ۔

لیکن احقر مرتب کہتا ہے کہ تعلیل شرح الاشباہ، توجیہ علامہ رافعی اور تصدیق احسن الفتاوی بھی غیر وجیہ ہے، کیونکہ تلاوت عبادت مقصودہ ہی ہے کما قدمناہ۔ اور تدبر فی المعانی بھی اگر ہو تو اچھی بات ہے لیکن ضروری نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ معانی اور مطالب سمجھے بغیر بھی تلاوت کا حکم ہے اور یہ عظیم عبادت ہے اور اس پر بڑا درجہ وثواب ملتا ہے اور تنزیل قرآن کے مذکورہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے تلاوت ہی ایک ذریعہ نہیں ہے بلکہ مجموعی اعتبار سے یہ مقاصد حاصل ہونے چاہئیں، خواہ کوئی خود تلاوت کر کے حاصل کرے، تدبر وتفکر سے حاصل کرے یا تفسیر وحدیث اور فقہ سے حاصل کرے، اس لئے تلاوت عبادت مقصودہ ہے اور اس کی نذر درست ہے اور اس کی نذر درست قرار دینا احوط بھی ہے۔

درود شریف کی نذر

اگر کسی نے نبی علیہ السلام پر درود پڑھنے کی نذر مانی تو بعض کے ہاں نذر لازم ہے اور بعض کے ہاں نہیں، صحیح یہ ہے کہ نذر لازم ہوجاتی ہے۔

احسن الفتاوی (۴۸۲/۵) میں ہے۔ اسی طرح درود شریف عبادت مقصودہ ہے اور عمر بھر میں ایک بار فرض ہے، اس لیے اس کی نذر بھی صحیح ہے الخ۔

اکرام الایتام

یعنی یتیموں کے اکرام کی نذر، اگر کسی نے یہ نذر مانی تو لازم نہیں۔ جامع الرموز (۱/٦٦٦) میں اسے شرط رابع کا محترز قرار دیا ہے یعنی اس کی جنس سے واجب موجود نہیں نیز یہ عبادت مقصودہ بھی نہیں۔

پانچویں شرط۔

منذور بہ پہلے سے ناذر پر فرض یا واجب نہ ہو، اگر پہلے سے فرض یا واجب ہو تو اس کی نذر صحیح نہیں ہے خواہ وہ فرض عین ہو یا فرض کفایہ، فرض عین جیسے پانچ نمازیں، رمضان کے روزے اور غنی آدمی پر زکوۃ، اگر کسی نے نذر مانی کہ ظہر کی نماز پڑھوں گا تو نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ ظہر کی نماز پہلے ہی اس پر فرض ہے اور فرض کفایہ کی مثال جیسے عام حالات میں جہاد اور نماز جنازہ، اگر نماز جنازہ پڑھنے کی نذر مانی تو منعقد نہ ہوگی۔ یہی عموم واجب میں ہے یعنی خواہ وہ واجب عین ہو یا واجب کفایہ، واجب عین جیسے وتر کی نماز، صدقہ فطر اور قربانی، لہٰذا اگر نماز وتر کی نذر مانی تو منعقد نہ ہوگی اور واجب کفائی جیسے میت کی تجہیز و تکفین، غسل میت اور سلام کا جواب دینا، لہٰذا اگر غسل میت یا سلام کا جواب دینے کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی۔

ایسی نذر صحیح نہ ہونے کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں مثلاً۔

(۱) ایجاب الواجب محال۔ یعنی جو پہلے سے واجب اور ضروری ہو اسے پھر واجب اور ضروری قرار دینا محال ہے۔

(۲) نذر میں بندہ ایک چیز کو واجب کرتا ہے اور بندے کا ایجاب اللہ تعالیٰ کے ایجاب سے کم درجے کا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے پہلے سے واجب کردیا ہے تو بندے کے ایجاب کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ الطحطاوی علی المراقی ص ۴۱۸.

مسئلہ: اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں فرائض خمسہ اول اوقات میں پڑھوں گا تو اس سے بھی نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ پانچ نمازیں پہلے سے ہی اول وقت میں پڑھنا واجب ہے اگرچہ وجوب میں توسع ہے۔ الطحطاوی علی المراقی ص ۴۱۷.

چھٹی شرط

اگر منذور بہ مال ہو تو ضروری ہے کہ نذر کے وقت وہ ناذر کا مملوک ہو یا نذر کی اضافت ملک کی طرف یا سبب ملک کی طرف کی ہو، اگر وہ مال اس کا مملوک نہیں ہے تو نذر منعقد نہ ہوگی مثلاً زید نے کہا کہ اگر میں بیماری سے شفایاب ہوگیا تو یہ بکری صدقہ کروں گا حالانکہ وہ بکری دوسرے شخص کی ہے، اگر وہ شفایاب ہوگیا تو اس بکری کا صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر بعد میں کسی طرح وہ بکری زید کی ملکیت میں آگئی تو بھی اس کا صدقہ ضروری نہیں۔

(۱) صحیح مسلم ابو داؤد اور نسائی میں عمران بن حصینؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: لانذر فی معصیة ولا فیمالا یملک ابن آدم۔ یعنی اللہ کی معصیت میں نذر نہیں اور جس چیز کا ابن آدم مالک نہ ہو اس میں بھی نذر نہیں ہے۔

(۲) ابوداود اور نسائی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: لا نذر ولا یمین فیما لا یملک۔ یعنی جس چیز کے آپ مالک نہیں نہ اس کی نذر صحیح ہے اور نہ قسم۔

(۳) فی صحیح المسلم (۱ /۷۲) کتاب الایمان ان ثابت بن الضحاک اخبرہ انه بایع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تحت الشجرة وان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: من حلف علی یمین ملة غیرالاسلام کا ذبافهو کماقال ومن قتل نفسه بشئی عذب به یوم القیمة ولیس علی رجل نذر فی شئی لا یملکه.

یعنی آدمی نے ایسی چیز کی نذر مانی کہ جس کا وہ مالک نہیں تو اس پر کچھ بھی نہیں۔

ہاں اگر ملک یا سبب ملک کی طرف نسبت کردی تو نذر صحیح ہے، ملک کی طرف

نسبت کرنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کہا ''آئندہ میں جس مال کا مالک بنا تو وہ صدقہ ہے'' اس سے نذر منعقد ہوجائیگی لہٰذا آئندہ وہ جس مال کا مالک بنے گا وہ صدقہ کرے گا اور سبب ملک کی طرف نسبت کرنے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کہا ''میں نے جو بھی چیز خریدی یا مجھے ہبہ کی گئی تو وہ صدقہ ہے'' یا کہا ''مجھے جو بھی چیز وراثت میں ملی وہ صدقہ ہے'' آئندہ جب بھی وہ کوئی چیز خرید کر مالک بنے گا یا اسے ہبہ ہوگی یا وراثت میں کوئی چیز ملے گی، اسے صدقہ کرنا ضروری ہوگا، خریدنا، ہبہ ملنا اور وراثت ملکِ مال کے شرعی اسباب ہیں۔

اضافۃ الی الملک یا اضافۃ الی سبب الملک کی صورت میں نذر اس لیے منعقد ہوجاتی ہے کہ اس میں ملک آجانے پر صدقہ کرنے کا وعدہ ہوتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

ومنهم من عاهد الله لئن آتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين (التوبة ۹/۷۵) الى قوله تعالىٰ فاعقبهم نفاقا فى قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ماوعدوه وبما كانوا يكذبون(التوبة ۹/۷۷)

ساتویں شرط

منذور بہ مال مملوک سے زیادہ نہ ہو، اگر منذور بہ مال مملوک سے زیادہ ہوتو زائد مقدار کی نذر منعقد نہ ہوگی، صرف مال مملوک کی نذر درست ہوگی، مثلاً زید کہتا ہے کہ اگر میرا بیٹا گھر آگیا تو میں اپنے مال سے ایک لاکھ صدقہ کروں گا جبکہ اس کی ملک میں صرف پچاس ہزار روپے ہیں، اس صورت میں اس پر پچاس ہزار کا صدقہ ضروری ہوگا ایک لاکھ کا نہیں، اگر اس کے پاس نقدی کے علاوہ سامان وغیرہ ہوتو اسے بیچ کر ایک لاکھ برابر کر کے صدقہ کرے گا، اگر پھر بھی کم ہوتو جتنا ہو صدقہ کردے، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار حجوں کی نذر مانی تو ہزار حج واجب نہ ہوں گے بلکہ جتنے سال وہ زندہ رہے گا، اتنے حج واجب ہوں گے۔

مسئلہ: مذکورہ صورت میں اگر اس کا کسی کے ذمہ قرض یا دین ہوتو اس کا صدقہ

ضروری ہے یا نہیں؟ قرض کو تو شامل کیا جائے گا اور دین کے بارے علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین کا صدقہ ضروری نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ قبضہ کرنے سے پہلے دین کا مالک نہیں ہے جبکہ اس نے کہا تھا کہ جس کا مالک ہوں اس کا صدقہ کروں گا، اس لیے شرط نہیں پائی گئی اور جب وہ دین پر قبضہ کرے تو نذر کے بعد مالک ہوگا حالانکہ نذر منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نذر کے وقت مالک ہو، لیکن صحیح یہ ہے کہ دین کو بھی شامل کیا جائے گا، تفصیل نذر صدقہ میں آرہی ہے۔ رد المحتار (۷۴۱/۳)

شرائط صیغہ

صیغہ نذر کی تین شرائط ہیں۔

(۱) التزام یعنی صیغہ نذر میں غیر لازم چیز کو لازم کرنے کے معنی پائے جاتے ہوں، صیغہ التزام کی تفصیل ابتداء میں آچکی ہے۔

(۲) عمل اللسان یعنی صیغہ نذر کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے، اگر صرف دل میں نذر کا قصد وارادہ کیا، زبان سے ادائیگی نہ کی تو نذر منعقد نہ ہوگی۔

وفی العرف الشذی (۴۱۱/۱) ومنها انه عمل اللسان لا القلب فقط وصیغته صیغة الشرط والجزاء.

(۳) صیغہ نذر استثنا یعنی ان شاء اللہ سے خالی ہو، اگر کسی نے نذر مانتے ہوئے ساتھ متصل ان شاء اللہ کہدیا تو نذر منعقد نہ ہوگی، مثلاً زید نے نذر کرتے ہوئے کہا ''اگر راولپنڈی میں مجھے اچھی تجارت مل جائے تو ان شاء اللہ میں بکری ذبح کروں گا'' اس سے نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ ان شاء اللہ کے معنی ہیں ''اگر اللہ چاہے'' اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ البدائع (۹۰/۵)

وفی جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد (۵۶۱/۲) ابو

هريرة رفعه: من حلف فقال ان شاء الله لم يحنث. للنسائي والترمذي بلفظه.

وفي اعذب الموارد: رواه ايضا احمد وابن ماجة وابن حبان كذا في النيل (۲۲۸/۸)

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس نے قسم اٹھائی اور انشاء اللہ کہا تو وہ حانث نہ ہوگا۔

مسئلہ: فقہاء کی اصطلاح میں ''انشاء اللہ'' کہنے کو استثناء کہا جاتا ہے، استثناء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متصل۔ (۲) منفصل۔ متصل کا مطلب یہ ہے کہ جو بات متکلم نے کی ہے اس کے فوراً بعد بغیر کسی وقفہ کے انشاء اللہ کہدے، اس سے کلام کا حکم باطل ہوجاتا ہے، منفصل یہ ہے کہ کلام کے بعد کچھ وقفہ کر کے انشاء اللہ کہدے، اس سے کلام کا حکم باطل نہیں ہوتا، اس لیے اگر نذر کرتے ہوئے وقفہ سے ان شاء اللہ کہا تو نذر منعقد ہوجائیگی۔

اصول

اگر کسی نذر میں مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو نذر منعقد نہ ہوگی لیکن اس میں وعدہ کا معنی پایا جاتا ہے، اس لیے اگر کام جائز اور شرعی حدود کے اندر ہو تو وعدہ کی حد تک اسے پورا کرنا ضروری ہے مثلاً ایک شخص نے دل میں کہا کہ اگر میرا بیٹا پیدا ہوا تو میں بکرا ذبح کروں گا تو یہ نذر درست نہیں کیونکہ اس نے زبان سے تلفظ نہیں کیا لیکن دل میں اللہ سے وعدہ کیا ہے، اس لیے اسے پورا کرنا چاہئے۔

اقسام نذر

مختلف اعتبار سے نذر کی کئی تقسیمیں ہیں۔

تقسیم اول

منذور بہ کی تعیین وعدم تعیین کے اعتبار سے نذر کی ابتداء دو اقسام ہیں۔
(۱) نذر مبہم۔ (۲) نذر معین

نذر مبہم:

وہ نذر ہے جس کی نوع بیان نہ کی گئی ہو جیسے یوں کہا: للّٰہ علی نذر، اللہ کے لئے مجھ پر نذر ہے یا یوں کہا: ان فعلت کذ فللّٰہ علی نذر یعنی اگر میں نے فلاں کام کیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر نذر ہے، نذر مبہم کو نذر غیر مسمی بھی کہتے ہیں۔

نذر معین:

وہ نذر ہے جس کی نوع بیان کی گئی ہو جیسے کہا: للّٰہ علی ان اصوم رجب، میں اللہ کی خاطر رجب کے روزے رکھوں گا یا یوں کہا: ان فعلت کذا فللّٰہ علی ان اصوم رجب، اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں رجب کے روزے رکھوں گا۔

نذر مبہم کے احکام

اس کا حکم یہ ہے کہ نذر مبہم خواہ مطلق ہو یا مقید بالشرط ہو، دونوں صورتوں میں

ناذر کی نیت کو دیکھا جائے گا۔

(۱) اگر اس نے کسی چیز کی نیت کی ہو تو اس کے مطابق عمل ہوگا مثلاً اس نے کہا تھا: للّٰہ علی نذر اور نذر سے نماز روزہ حج یا عمرہ کی نیت کی تھی تو نماز روزہ حج یا عمرہ اس پر لازم ہو جائے گا پھر اگر نذر مطلق ہو تو فی الحال منعقد ہو جائیگی اور اگر نذر معلق ہو تو شرط پائے جانے کے وقت اس کا انعقاد ہوگا۔

(۲) اگر ناذر نے کسی چیز کی نیت نہیں کی تو ایسی صورت میں قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ نذر مطلق میں فی الحال دیا جا سکتا ہے اور نذر معلق میں شرط پائے جانے کے وقت دینا ضروری ہے۔

☆ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من نذر نذرا لم یسم فکفارته کفارة یمین

یعنی جس نے ایسی نذر مانی جس کی تعیین نہیں کی مبہم چھوڑ دی تو اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔

☆ صحیح مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **کفارة النذر کفارة یمین**۔ یعنی نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے، اس جیسی اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔

نذر مبہم کے چند مسائل:

اگر ناذر نے نذر مبہم و نذر غیر مسمی میں کسی چیز کی نیت تو کر لی لیکن اس کی معین تعداد کی نیت نہ کی تو اس بارے یہ تفصیل ہے۔

(۱) اگر نذر مبہم میں نماز کی نیت کی اور تعداد کی نیت نہ کی تو اس پر دو رکعتیں واجب ہوں گی۔

(۲) اگر اس نے روزوں کی نیت کی لیکن تعداد کی نہیں کی تو تین روزے واجب ہوں گے اور اگر اس نے روزے کی نیت کی تو صرف ایک روزہ واجب ہوگا۔

(۳) اگر نذر مبہم میں اطعام یعنی کھانا کھلانے کی نیت کی اور فقراء کی تعداد کی نیت نہیں کی تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے گا، اور ہر مسکین کو نصف صاع گندم دینا ضروری ہوگا۔

(۴) اگر صدقہ کی نیت کی تو نصف صاع گندم دے گا۔

ان تمام صورتوں کی علت اور وجہ یہ ہے کہ جب اس نے ایک عبادت کی نذر مانی اور اس کی مقدار و تعداد مقرر نہیں کی تو ایسی صورت میں شرعاً اس پر وہ کم از کم مقدار واجب ہوگی جو شریعت میں وارد ہے۔ مثلاً اس نے نماز کی نذر مانی اور تعداد کی نیت نہیں کی تو شرعاً کم از کم نماز دو رکعت ہے، اس سے کم نماز کا تصور نہیں ہے، اس لیے دو رکعتیں واجب ہوں گی، اسی طرح جب اس نے روزہ کی نیت کی تو کم از کم روزہ ایک دن ہے، اس لیے اس پر یک دن کا روزہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: نصف صاع کا وزن پونے دو کلو یا سوا دو کلو بنتا ہے، پونے دو کلو دینا جائز ہے اور سوا دو کلو دینا احوط اور افضل ہے۔

نذر معین کی اقسام:

نذر معین کی چار اقسام ہیں:

(۱) قربت وعبادت کی نذر ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ اسے پورا کرنا ضروری ہے۔

(۲) معصیت اور گناہ کی نذر ہو جیسے شراب پینے کی نذر، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

(۳) مکروہ چیز کی نذر جیسے ایام عید اور ایام تشریق کی نذر، اس کا حکم یہ ہے کہ اسے پورا کرنا مکروہ ہے۔

(۴) مباح چیز کی نذر جیسے یہ نذر مانی کہ میں کاٹن کا کپڑا نہیں پہنوں گا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پورا کرنا مباح ہے، اگر پورا نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ ایسی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی۔

نذر معصیت کے احکام:

نذر معصیت یہ ہے کہ مثلاً کہا میں شراب پیوں گا یا فلاں کو قتل کروں گا یا اس کی پٹائی کروں گا یا اسے گالی دوں گا اور برا بھلا کہوں گا، ایسی نذر بالاتفاق منعقد نہیں ہوتی۔

☆صحیح مسلم، ابو داؤد اور نسائی میں عمران بن حصینؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لانذر فی معصیة اللّٰہ ولا فیما لا یملکه ابن آدم۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی نذر صحیح نہیں ہے اور جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اس کی نذر صحیح نہیں ہے۔

☆ابو داؤد اور سنن نسائی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا:

لانذر ولایمین فیما لایملک ولا فی معصیة ولافی قطیعة رحم۔ یعنی جس کے آپ مالک نہیں اس میں نہ نذر صحیح ہے اور نہ قسم، اور معصیت اور قطع رحمی کی نذر صحیح نہیں ہے۔

☆سنن ابی داؤد میں حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لانذر الا فیمایبتغی به وجه اللّٰه تعالیٰ۔ یعنی نذر صرف اس چیز کی درست ہے جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆مسند احمد میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لانذر الا فیما ابتغی به وجه الله تعالیٰ۔ان دونوں روایات کا مفہوم ایک ہے،صرف الفاظ کا فرق ہے۔

☆صحیح بخاری، مسنداحمد اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصى الله فلا يعصه۔یعنی جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی تو اللہ کی معصیت اور نافرمانی نہ کرے۔

نذر معصیت میں کفارہ کی تفصیل:

نذر معصیت میں کفارہ ہے یا نہیں؟ اس بارے تفصیل یہ ہے کہ معصیت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معصیت لعینہ۔یعنی جو خود معصیت اور گناہ ہو جیسے قتل، شراب نوشی، زنا، چوری، ڈاکہ زنی وغیرہ، اگر ایسی معصیت کی نذر مانی تو نذرشرعاً باطل ہے، اس میں کوئی کفارہ نہیں ہے، ناذر نے غلط کیا ہے کہ ایک گناہ کے ارتکاب کا قصد وارادہ کیا ہے اسپر توبہ واستغفار کرے۔ وہ تمام احادیث جن میں معصیت کی نذر سے منع کیا گیا ہے اور ان میں کفارہ کا ذکرنہیں ہے وہ اسی معصیت لعینہ کی نذر پر محمول ہیں البتہ معصیت لعینہ کی نذر میں قسم اور یمین کا احتمال ہوتا ہے،اگر ناذر نے یمین کی نیت کر لی تو ایسی صورت میں وہ فعل معصیت کرنا جائز نہیں ،اس پرلازم ہے کہ حانث ہوجائے اورقسم کا کفارہ اداکرے۔

(۲) معصیت لغیرہ۔ یعنی وہ عمل خودتو درست ہو لیکن کسی اور وجہ سے اس میں گناہ ہو جیسے عیدالفطر ،عید الاضحیٰ یا ایام التشریق کے روزے کی نذر ،روزہ تو خود کار

ثواب اور عبادت ہے لیکن عیدین اور ایام تشریق اللہ تعالی کی طرف سے ضیافت اور مہمانی کے دن ہیں، اس لیے ان میں روزہ رکھنا اللہ کی ضیافت سے اعراض اور بے رخی ہے ،اس لئے اس کی نذر شرعا صحیح اور منعقد ہے، اگر چہ اس میں کراہت ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ ان ایام میں روزہ نہ رکھے، بعد میں قضاء کرلے، اگر کسی وجہ سے قضا بھی نہ کر سکے تو کفارہ لازم ہے، قسم کا کفارہ دیدے۔

واضح رہے کہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے امام طحاویؒ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ تمام معاصی کی نذر میں کفارہ ہے خواہ وہ معصیت لعینہ ہو یا لغیرہ ،یہی بات علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار (۷۳۶/۳) میں نقل فرمائی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ معصیت لعینہ کی نذر میں کفارہ نہیں ہے، امام طحاویؒ کی مراد صرف وہ صورت ہے جس میں ناذر یمین اور قسم کی نیت کرے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تکملہ فتح الملہم (۱۶۴/۲)

☆ مسند احمد، صحیح مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من حلف علی یمین فرآی غیرها خیرامنها، فلیأت الذی هو خیر ولیکفر عن یمینه.

یعنی کسی نے کوئی قسم اٹھائی پھر اسے خیال آیا کہ کہ اس کے علاوہ میں خیر اور بھلائی ہے تو وہ بھلائی والا کام کرگزرے اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے۔

☆ صحیح مسلم ،ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

ومن نذر نذرا فی معصیة اللّٰه فکفارته کفارة یمین.

یعنی جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی تو اس کا کفارہ قسم والا ہے۔

وفی جمع الفوائد(۵٦٦.۲) عائشة رضی اللّٰه عنها رفعته: لا نذر فی معصیة وکفارته کفارة یمین لاصحاب السنن.

یعنی نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ معصیت کی نذر صحیح نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا ہے۔

☆وفی جمع الفوائد (۲.۵٦۵) ابن المسیب ان اخوین من الانصار کان بینهما میراث فسأل احدهما اخاه القسمة فقال له الآخر ان عدت تسألنی القسمة فکل مالی فی رتاج الکعبة ولا اکلمک فعاد یسأله فاتی عمر فقال له ان الکعبة لغنیة عن مالک وکفر عن یمینک وکلم اخاک سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول لا یمین علیک ولا نذر فی معصیة الرب ولا فی قطیعة الرحم ولا فیما لا تملک. ابوداؤد.

وفی اعذب الموارد: حدیث صالح سکت عنه ابو داؤد وابن حجر و هو من طریق عمروبن شعیب ولکن سعید بن المسیب لم یسمع من عمر بن الخطاب فهو منقطع کذا فی النیل(۸.۲۵۲)

یعنی حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے دو بھائیوں میں مشترکہ میراث تھی ،ایک بھائی نے دوسرے سے اس کی تقسیم کا مطالبہ کیا تو دوسرے نے کہا کہ تونے اگر دوبارہ مجھ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو میرا سارا مال کعبہ کے دروازہ کے لیے وقف ہوگا اور میں تجھ سے بات نہ کروں گا پھر اس نے دوبارہ مطالبہ کردیا تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کعبہ تمہارے مال کا محتاج نہیں ہے ،اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے کلام کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی معصیت میں آپ پر نہ قسم ہے اور نہ نذر ہے اور نہ قطع رحمی میں اور ایسی چیز میں جس کے آپ مالک نہ ہوں۔

نذر مباح کے احکام

اگر کسی نے مباح کام کے کرنے یا نہ کرنے کی نذر مانی تو شرعا نذر منعقد نہ ہوگی اور ناذر کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا، اس میں گناہ یا کفارہ نہیں ہے بالاتفاق۔ مباح کام کرنے کی مثال: یوں کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں گھوڑے پر سوار ہوں گا یا میں فلاں قسم کا لباس پہنوں گا، مباح کام ترک کرنے کی مثال: مثلاً

یوں کہا کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں میٹھی چیز نہیں کھاؤں گا یا میں کار پر سواری نہیں کروں گا۔

☆صحیح بخاری، موطا امام مالک، ابن ماجہ اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

بینماالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخطب اذا رای رجلا قائما فی الشمس فسأل عنہ. فقالوا: ھذا ابو اسرائیل، نذر ان یصوم ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم، قال: مروہ فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومہ.

یعنی نبی علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے تو اچانک ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا یہ ابو اسرائیلؓ ہے، اس نے یہ نذر مانی ہے کہ روزہ رکھے گا اور بیٹھے گا نہیں اور سایہ حاصل نہیں کرے گا اور بات نہیں کرے گا، آپ نے فرمایا اسے حکم دو کہ وہ بات کرے اور سایہ میں بیٹھے اور ویسے بھی بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔

☆ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

نذرت امرأۃ ان تمشی الی بیت اللّٰہ الحرام، فسئل نبی اللّٰہ عن ذلک، فقال: ان اللّٰہ لغنی عن مشیھا مروھافلترکب، وقال الترمذی ھذا حدیث صحیح.

ایک عورت نے بیت اللہ کی طرف پیدل جانے کی نذر مانی تو نبی علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے پیدل جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسے حکم دو کہ سوار ہوکر جائے۔

شبہ: سنن ابی داؤد میں حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے جس میں آتا ہے کہ ایک عورت نے نبی علیہ السلام کے سر پر دف بجانے کی نذر مانی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اوفی بنذرک یعنی اپنی نذر پوری کرو۔

اس پر یہ شبہ ہے کہ دف بجانا معصیت یا مباح ہے پھر نبی علیہ السلام نے اس

کے پورا کرنے کا حکم کیوں دیا؟

جواب : فی نفسہ دف بجانا کوئی طاعت وعبادت نہیں لیکن اس عورت نے ایک خاص موقعہ پر نذر مانی تھی۔ جمع الفوائد(٢. ٥٦٦) میں یہ الفاظ ہیں: انی نذر ت اذا انصرفت من غزوتک هذه سالما غانما ان اضرب علی رأسک بالدف. یعنی میں نے نذر مانی کہ جب آپ اپنے اس غزوہ سے باسلامت اور غنیمت لے کر واپس آئیں گے تو میں آپ کے سر پر دف بجاؤں گی۔

اور ظاہر ہے کہ نبی علیہ السلام کا صحیح سالم واپس آنا مسلمانوں کے لیے بڑی خوشی کا ذریعہ تھا اور کفار ومنافقین کے لئے غیض وغضب کا سبب تھا، اس خوشی میں دف بجانا عبادت وطاعت ہے، اس لئے نبی علیہ السلام نے نذر منعقد قرار دی۔ کذا قال الخطابی بذل المجهود (۴/۴۳۰)

دوسری تقسیم

اطلاق وتعلیق یا تقیید وعدم تقیید کے اعتبار سے نذر کی تین قسمیں ہیں ۔
(۱) نذر مطلق (۲) نذر معلق (۳) نذر مضاف

نذر مطلق:

وہ نذر ہے جو کسی نعمت پر شکر کے طور پر اللہ تعالی کیلئے مانی جائے یا بغیر کسی سبب کے مانی جائے مثلاً ایک شخص امتحان میں کامیاب ہو گیا تو شکرانہ کے طور پر کہا کہ میں سو روپے اللہ کی راہ میں دوں گا یا ویسے کوئی شخص کہتا ہے کہ میں اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی کیلئے اتنے روزے رکھوں گا یا اتنی رکعات نماز پڑھوں گا، اسے نذر مرسل بھی کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر اسی وقت منعقد ہو جاتی ہے اور اس کی ادائیگی علی الفور ہے یا علی التراخی؟ اس بارے اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ ادائیگی واجب علی

التراخی ہے البتہ اسے جلد از جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

نذر معلق:

وہ نذر ہے جسے کسی شرط کے ساتھ جوڑا گیا اور معلق کیا گیا ہو مثلاً یوں کہا کہ اگر میرا مریض تندرست ہو جائے یا میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں تو ایک ماہ روزے رکھوں گا یا دو رکعت نماز پڑھوں گا یا ہزار روپے صدقہ کروں گا، اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر شرط پائے جانے کے وقت واجب ہوتی ہے، اس سے پہلے بھی واجب نہیں ہوتی اور اگر شرط نہ پائی گئی تو بھی واجب نہ ہوگی۔

اصول:

نذر معلق میں شرط پائے جانے سے پہلے چونکہ نذر واجب نہیں ہے، اس لئے اگر ناذر نے شرط پائے جانے سے پہلے نذر پوری کردی تو وہ نفل شمار ہوگی، اگر بعد میں شرط پائی گئی تو نذر کا دوبارہ پورا کرنا لازم ہوگا، مثلاً مذکورہ صورت میں اگر اس شخص نے مریض کے صحت یاب ہونے سے پہلے روزے رکھ لئے یا نماز پڑھ لی یا ایک ہزار روپے صدقہ کر دیئے تو شرعاً یہ نماز روزہ اور صدقہ نفلی شمار ہوں گے، بعد میں اگر مریض تندرست ہوا تو دوبارہ نماز روزہ اور صدقہ کی ادائیگی کرنا ہوگی، اور اگر مریض تندرست ہی نہ ہو تو نذر پوری کرنا ضروری نہیں اور اگر صدقہ وغیرہ دے چکا ہے تو وہ نفلی تھا، اسے واپس بھی نہیں لے سکتا۔

شرط پائے جانے سے پہلے نذر کا پورا کرنا اس لئے درست نہیں ہے کہ نذر کا حکم بالاتفاق قسم والا ہے اور قسم کے بارے احادیث کثیرہ میں آتا ہے کہ پہلے حانث ہو ،اس کے بعد کفارہ ادا کرے۔

فی اعلاء السنن (۱۱/۳۶۷) عن عبد الرحمن بن سمرة قال: قال

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرھا خیرا منھا فأت الذی ھو خیر و کفر عن یمینک. متفق علیہ

عبد الرحمٰن بن سمرۃؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آپ کوئی قسم اٹھائیں پھر آپ کو خیال آئے کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہے تو جو بہتر ہے وہ کرلو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔

وفیہ ایضاً (۳۷۶/۱۱) عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینہ رواہ الامام احمد

عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے کوئی قسم اٹھائی پھر اس نے اس کے علاوہ میں بھلائی سمجھی تو بھلائی والا کام کرے پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

نذر مضاف:

وہ نذر ہے جس کو زمان یا مکان سے مقید کیا گیا ہو، چنانچہ نذر مضاف کی دو قسمیں ہیں۔(۱) نذر مضاف الی المکان (۲) نذر مضاف الی الزمان۔

نذر مضاف الی المکان:

یعنی وہ نذر جس کی نسبت کسی مقام اور جگہ کی طرف کی گئی ہو مثلاً کہا کہ میں بیت اللہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا یا راولپنڈی کے فقراء پر صدقہ کروں گا۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں نذر منعقد ہو جاتی ہے لیکن شرعاً اس جگہ نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں، جگہ کی قید لغو ہو جاتی ہے، ہاں اس جگہ نذر پورا کرنا جائز ہے بشرطیکہ نذر غیر اللہ کے نام نہ ہو اور عقیدہ بھی درست ہو۔

فی جمع الفوائد (۵۶۴/۲) جابر ان رجلا قام یوم الفتح فقال یا

رسول اللّٰہ انی نذرت للّٰہ ان فتح اللّٰہ علیک مکۃ ان اصلی صلوۃ فی بیت المقدس فقال صل ھھنا ثم اعاد علیہ فقال صل ھھنا ثم اعاد علیہ فقال فشانک اذاً رواہ ابوداؤد.

و فی اعذب الموارد: رواہ ایضا احمد والبیھقی والحاکم وصححہ، وصححہ ابن دقیق العید فی الاقتراح وروی احمد وابوداؤد ایضاً عن بعض اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بھذا الخبر وزاد فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والذی بعث محمدا بالحق لوصلیت ھھنا لاجزأ عنک صلوۃ فی بیت المقدس والحدیث سکت عنہ ابوداؤد و المنذری ولہ طرق رجال بعضھا ثقات کذا فی النیل (۲۶۲/۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص فتح مکہ کے دن کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے اللہ کی خاطر یہ نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مکہ فتح کیا تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لے، اس نے پھر یہی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لے، اس نے پھر یہی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا کہ پھر آپ کو اپنی حالت کے بارے میں علم ہے یعنی آپ وہاں پڑھ لیں کیونکہ آپ وہاں جا کر پڑھنے کی طاقت اور خواہش رکھتے ہیں۔ مسند احمد اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ یہاں پڑھ لیں تو یہ آپ کے لیے بیت المقدس میں نماز کے لیے کافی ہے۔

ہاں شرعاً اس جگہ نذر پورا کرنا جائز ہے بشرطیکہ عقیدہ درست ہو، اس جگہ مذکور کو ضروری اور مقصود نہ سمجھے اور نذر غیر اللہ کے نام نہ ہو۔

☆وفی جمع الفوائد(۵۶۵/۲) ثابت بن الضحاک نذر رجل علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان ینحر ابلا بِبُوانۃ واتی النبی صلی

اللّٰہ علیه وسلم فاخبره فقال هل کان فیها وثن من اوثان الجاهلیة یعبد قالوا لا. هل کان فیها عید من اعیادهم؟ قالوا لا. فقال اوفِ بنذرک فانه لا وفاء لنذر فی معصیة ولافیما لا تملک . ابوداؤد.

وفی اعذب الموارد رواه الطبرانی ایضا وصحح ابن حجر اسناده کذا فی النیل (۲۵۲/۸)

حضرت ثابت بن ضحاک فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے زمانے میں بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی پھر وہ نبی علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ کو اس بارے خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ نہیں آپ نے فرمایا کیا وہاں ان کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو، معصیت کی نذر کو پورا کرنا درست نہیں اور وہ نذر جو ایسی چیز کی ہو جس کے آپ مالک نہ ہوں۔

☆فی سنن ابی داؤد (۱۱۴/۲) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان امرأة اتت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقالت یا رسول اللّٰہ انی نذرت ان اضرب علی رأسک بالدف قال اوفی بنذرک قالت انی نذرت ان اذبح بمکان کذا وکذا مکان کان یذبح فیه اهل الجاهلیة قال لصنم قالت لا قال لوثن قالت لا قال اوفی بنذرک.

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے۔۔۔ ایک عورت نے کہا میں نے فلاں فلاں جگہ جانور ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، وہ جگہ جہاں زمانہ جاہلیت کے لوگ جانور ذبح کیا کرتے تھے، آپ علیہ السلام نے پوچھا بت کیلئے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے پھر پوچھا بت کے لئے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرلو۔

قال ابن الاثیر فی النهایة. الفرق بین الوثن والصنم. ان الوثن کل ماله

جثة معمولة من جواهر الارض او من الخشب والحجارة كصورة الآدمي تعمل وتنصب وتعبد. والصنم: الصورة بلا جثة ومنهم من لم يفرق بينهما واطلقهما على المعنيين وقد يطلق الوثن على غير الصورة الخ. الفقه الاسلامي وادلته(۲۵۶۹/۴)

(۲) نذر مضاف الی الزمان

نذر مضاف کی دوسری قسم نذر مضاف الی الزمان ہے یعنی وہ نذر جس کی نسبت کسی وقت اور زمانے کی طرف کی گئی ہو مثلاً یوں کہا کہ میں رجب کے مہینے میں روزہ رکھوں گا یا جمعہ کے دن نماز پڑھوں گا یا دس رمضان کو صدقہ کروں گا۔

حکم:

اگر صدقہ کی نذر مانی ہو تو بالاتفاق وقت آنے سے پہلے صدقہ کرنا جائز ہے کیونکہ نذر پائے جانے کے وقت ہی صدقہ کا وجوب متحقق ہو جاتا ہے، مذکورہ مثال میں دس رمضان سے قبل صدقہ کرسکتا ہے، البتہ مالی صدقہ کے علاوہ نماز روزہ وغیرہ وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں پہلے ادا کرنا درست ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں وقت سے پہلے ادا کرنا صحیح نہیں ہے، فتویٰ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ فتح القدیر میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے بارے لکھا ہے: وهو اقيس، المحیط البرہانی میں ہے کہ امام صاحبؒ کا قول بھی امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہے۔ (۳۷۲/۳) کتاب الصوم، النذور.

تقسیم ثالث

ادائیگی میں اختیار وعدم اختیار کے اعتبار سے نذر کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) نذر التبرر (۲) نذر اللجاج۔

نذر التبرر

نذر التبرر کا مفہوم یہ ہے کہ ناذر نذر کو ایسی شرط پر معلق کر دیتا ہے جس کا حاصل کرنا مقصود ہو جیسے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو شفاء دی تو میں روزہ رکھوں گا، یا کہا: اگر میرا فلاں غائب رشتہ دار آ گیا تو میں حج کروں گا، اسے نذر المجازاۃ بھی کہا جاتا ہے، تبرر کے معنی طلب البر یعنی "نیکی اور تقرب حاصل کرنا" کے آتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں بھی ناذر اللہ کا تقرب چاہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ شرط پائے جانے پر اسی نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

نذر اللجاج

وہ نذر جس میں ناذر کا مقصد شرط کو حاصل کرنا نہ ہو بلکہ اس سے اپنے آپ کو روکنا مقصود ہو جیسے کسی نے کہا: اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو میں پانچ روزے رکھوں گا، یا کہا: اگر میں نے شراب پی تو اتنی رکعات نماز پڑھوں گا، اس میں ناذر کا مقصد فلاں سے ہم کلام ہونے اور شراب پینے سے رکنا ہے۔ اس نذر کو یمین اللجاج و نذر الغضب بھی کہا جاتا ہے، جمہور ائمہ کے ہاں اگر شرط پائی گئی تو ناذر کو اختیار حاصل ہے، اگر چاہے تو نذر پوری کر دے اور اگر چاہے تو قسم کا کفارہ دیدے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پہلا قول عدم اختیار کا تھا یعنی اس پر نذر پورا کرنا لازم ہے لیکن بعد میں اس سے تخییر کی طرف رجوع کر لیا یعنی اسے اختیار حاصل ہے اگر چاہے تو نذر پوری کر دے

اور اگر چاہے تو کفارہ دیدے، امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں نقل فرمایا ہے کہ امام صاحب نے اپنے انتقال سے سات دن پہلے تخییر کے قول کی طرف رجوع فرمایا، اصحاب الترجیح نے فتویٰ بھی اسی قول پر دیا ہے۔

اس قول کی کئی احادیث سے تائید ہوتی ہے اور درایت کے اعتبار سے بھی وجیہ ہے، کیونکہ ایسی نذر کے الفاظ نذر ہی کے ہوتے ہیں لہٰذا یہ لفظاً نذر ہے اور معنی یمین اور قسم کے ہوتے ہیں لہٰذا معنیً یمین ہے، قسم کا مقصد بھی کسی کام سے رکنا یا اپنے آپ کو اس پر برانگیختہ کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ناذر کو بھی نذر اور یمین کے بارے اختیار ہوگا، اگر چاہے تو نذر پوری کردے اور اگر چاہے تو قسم کا کفارہ دیدے۔

واضح رہے کہ نذر التبرر اور نذر اللجاج کا مفہوم حنفیہ کے ہاں بھی ملتا ہے لیکن یہ نام اور اصطلاح شافعیہ حضرات کی ہے۔

تقسیم رابع

ایفاء وعدم ایفاء یعنی پورا کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے نذر کی تین قسمیں ہیں
(۱) نذر قربت۔ (۲) نذر اباحت۔ (۳) نذر معصیت

نذر قربت اور اس کا حکم

نذر قربت یہ ہے کہ کسی عبادت کی نذر مان لی جائے مثلاً نماز روزہ حج صدقہ وغیرہ کی ،ایسی نذر بھی عبادت ہے اور شرعاً اس کا پورا کرنا ضروری ہے، شریعت کی رو سے اصل نذر بھی یہی ہے، اس میں نذر کا اثر پڑتا ہے کہ عبادت پہلے واجب نہ تھی لیکن نذر سے واجب ہوگئی، لہٰذا اس کا پورا نہ کرنا سخت گناہ ہے للدلائل الآتیة

(۱)قال اللہ تعالیٰ: واوفو ابعهداللہ اذا عاهدتم. سورة النحل رقم الاية ۹۱

(۲)قال تعالیٰ: اوفوا بالعهد ان العهد کا ن مسئولا.سورة الاسراء رقم الا یة ۳۴

(۳)قال تعالیٰ: وبعهدالله اوفوا.سورة المائده رقم الایة ۴

(۴)قال تعالیٰ:اوفوا بعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون. سورةالبقرةرقم الایة۴۰

(۵)قال تعالیٰ: یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شره مستطیرا. سورةالدهر رقم الا یه ۷

(۶)قال تعالیٰ: یا ایها الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عندالله ان تقولوا مالا تفعلون.سورة الصف رقم الا یة ۲تا۳

(۷)قال تعالیٰ: ومنهم من عاهد الله لئن اٰتانا من فضله لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما اٰتاهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون.سورة التوبة رقم الایة ۷۶

(۸)عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی صلی الله علیه وسلم من نذر ان یطیع الله فلیطعه الحدیث رواه البخاری واحمد واصحاب السنن الاربعة

(۹)فی سنن النسائی، باب الوفاء بالنذر: عمران بن حصین یذکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال خیرکم قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم ذکر اقواما یخونون ولا یؤتمنون ویشهدون ولا یستشهدون وینذرون ولا یوفون ویظهر فیهم السمن

نذر اباحت اور اس کا حکم

نذر اباحت یہ ہے کہ کسی مباح کام کے کرنے یا نہ کرنے کی نذر مان لے، مباح

کام وہ ہے جس کا کرنا اور نہ کرنا شرعاً برابر اور جائز ہو جیسے خاص قسم کا لباس پہننے کی نذر مانی یا زید سے ہم کلام ہونے یا کسی گھر میں داخل ہونے یا بازار جانے کی نذر مان لی۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر منعقد نہیں ہوتی، نذر کی شرط یہ ہے کہ منذور بہ عبادت مقصودہ ہو، لہٰذا نذر کا مباح پر کوئی اثر نہ پڑے گا جیسے پہلے اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر تھا، اب بھی برابر ہے البتہ فقہا کرامؒ نے لکھا ہے کہ نذر اباحت میں اس نے قسم کی نیت کر لی تو قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا لیکن یہ حکم عربی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ عربی الفاظ نذر میں قسم کا احتمال ہوتا ہے جیسے ''للّٰہ علی ان اذھب الی السوق'' چنانچہ اس میں لام قسمیہ بھی ہوسکتا ہے لیکن عجمی زبانوں کے الفاظ نذر میں قسم کا احتمال نہیں ہوتا، اس لئے قسم کی نیت بھی نہیں ہوسکتی۔

نذر معصیت اور اس کا حکم

نذر معصیت یہ ہے کہ کسی گناہ کے کرنے کی نذر مان لی جائے جیسے کسی کو قتل کرنے یا اس سے مال غصب کرنے یا شراب پینے کی نذر مان لے، اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر ماننا گناہ اور ناجائز ہے اور اس سے نذر منعقد نہیں ہوتی چنانچہ وہ کام جیسے پہلے ناجائز تھا اب بھی ناجائز اور حرام ہے اس کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہے۔
ماخذہ: احکام القرآن للجصاصؒ (۲/۲۹۶)

فی سنن النسائی عن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: النذر نذران فماکان من نذر فی طاعۃ اللّٰہ فذلک للّٰہ وفیہ الوفاء وماکان من نذر فی معصیۃ اللّٰہ فذلک للشیطان ولا وفاء فیہ ویکفرہ مایکفر الیمین.

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا دلچسپ اور جرأتمندانہ واقعہ

صحیح مسلم، جامع الترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی اور مسند احمد وغیرہ کتب حدیث میں نذر کے بارے میں عہد نبوی کا ایک دلچسپ واقعہ منقول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو عقیل اور بنو ثقیف دو قبائل آپس میں حلیف اور دوست تھے، نبی علیہ السلام کا ان کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ جنگ وجدال سے پرہیز کریں گے، ثقیف نے بدعہدی کی اور دو صحابیوں کو پکڑ کر قید کرلیا، صحابہ کرام کو موقعہ ملا تو بنو عقیل کا ایک شخص قید کرلیا اور اس کی عضباء اونٹنی بھی پکڑلی، یہ اونٹنی مال غنیمت میں شامل کی تو نبی علیہ السلام کے حصے میں آگئی، بنو عقیل کا مذکورہ شخص قیدی کے طور پر نبی علیہ السلام کے پاس لایا گیا، اسے یہ معلوم نہ تھا کہ ہمارے حلیف قبیلہ ثقیف نے بدعہدی کی ہے، اس لیے اس نے سمجھا کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے بدعہدی کردی، اس لئے اس نے نبی علیہ السلام کو پکارا: یا محمد! تو نبی علیہ السلام اس کے پاس گئے اور بلانے کی وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ آپ نے مجھے اور میری اونٹنی کو کیوں پکڑا ہے؟ آپ نے اس کے سخت لہجے پر مواخذہ کئے بغیر بتادیا کہ آپ کے حلیف ثقیف نے بدعہدی کی تھی، اس لئے معاہدہ ختم ہو چکا ہے۔ پھر نبی علیہ السلام چل دئے، اس نے پھر آپ کو پکارا، آپ رحم دل اور مہربان نبی تھے، آپ واپس ہوئے اور اس سے بلانے کی وجہ پوچھی، اس نے کہا میں مسلمان ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو قید ہونے سے قبل مسلمان ہوا ہوتا تو تمہیں قید کر کے غلام بنایا جا سکتا تھا اور نہ تمہاری اونٹنی پر قبضہ کیا جاسکتا تھا، تم دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہوتے لیکن قید ہونے کے بعد آپ اسلام لاتے ہیں تو اب قتل سے تو بچ سکتے ہیں لیکن غلامی سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ قید ہونے کے بعد اسلام قبول کرنا غلامیت کے منافی نہیں ہے، نبی علیہ السلام پھر چل دیئے، اس نے پھر پکارا: اے محمد! نبی علیہ السلام واپس آئے اور اس سے بلانے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں بھوکا اور پیاسا ہوں مجھے کھلائیں پلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آپ کی اصلی حاجت ہے آپ کو ضرور کھلاتے پلاتے ہیں اور صحابہ کرامؓ کو اسے کھلانے پلانے کا حکم فرمایا، اس کے بعد قیدیوں کا

تبادلہ ہوا، ثقیف نے قید شدہ دو صحابہ کو رہا کردیا اور نبی علیہ السلام نے اس شخص کو رہا کردیا، اور وہ اونٹنی نبی علیہ اسلام کے پاس عرصہ تک رہی ۔

کچھ عرصہ بعد جمادی الاولیٰ ٦ھ میں غزوہ ذات القرد پیش آیا، اس میں مشرکین مکہ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی زوجہ حضرت لیلیٰ کو قید کرلیا اور عضباء اونٹنی بھی ان کے ہاتھ لگ گئی ۔، مشرکین انہیں اپنے ساتھ مکہ مکرمہ لے گئے، حضرت لیلیٰ کو اندر قید کرلیا اور عضباء اونٹنی کو گھروں کے سامنے عام اونٹوں کے ساتھ باندھ دیا، رات کو حضرت لیلیٰ کو موقعہ ملا تو قید سے بھاگ گئیں اور باہر اونٹوں کے پاس آئیں، ارادہ یہ تھا کہ کسی اونٹنی پر سوار ہو کر نکل جائیں لیکن جب بھی کسی اونٹنی کے قریب جاتیں تو وہ آواز نکالتی اور شور شرابہ ہوجاتا، چلتے چلتے حضرت لیلیٰ خاموشی سے عضباء اونٹنی کے پاس پہنچ گئیں اور اس پر سوار ہوگئیں ،عضباء نے کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر چلنا شروع کردیا، کافی سفر کے بعد مشرکین کو پتہ چلا تو ان کی تلاش میں بڑے گھومے پھرے لیکن سراغ نہ مل سکا، حضرت لیلیٰ نے اس دوران یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے قید سے نجات دے دی اور میں مدینہ پہنچ گئی تو اسی عضباء اونٹنی کو اللہ کی خوشنودی کے لئے ذبح کرونگی، جب وہ مدینہ پہنچیں تو صحابہ کرامؓ نے دونوں کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے حضرت لیلیٰ کی نذر کا ذکر نبی علیہ السلام کے سامنے ہوا تو آپ علیہ السلام نے حضرت لیلیٰ سے فرمایا کہ آپ نے عضباء اونٹنی کو ذبح کرنے کی نذر مان کر اچھا نہیں کیا، احسان کا بدلہ احسان ہونا چاہیئے، اونٹنی نے آپ کے ساتھ کتنا بڑا احسان کیا کہ کوئی اونٹ آپ کو قریب نہیں آنے دیتا تھا اور عضباء نے آپ کو مدینہ پہنچا دیا۔

واقعہ سے دو اصولِ نذر کا استنباط

اس موقعہ پر نبی علیہ السلام نے نذر کے بارے دو اصول بیان فرمائے:

١۔لاوفاء لنذر فی معصیة ۔یعنی معصیت اور گناہ کی نذر کو نہیں پورا کرنا چاہیئے۔

٢۔ولا فیما لایملک العبد یعنی جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو اس کی نذر بھی صحیح

نہیں ہے۔

مسئلہ: مسئلہ یہ ہے کہ جہاد میں اگر کفار کسی مسلمان کا مال قبضہ میں لے لیں تو جب تک وہ دار الحرب نہیں لے جاتے وہ اصل مالک کی ملکیت رہتا ہے، اگر مسلمانوں نے اس پر دوبارہ قبضہ کرلیا تو اصل مالک کو ملے گا ،اسی طرح اگر وہ دار الحرب لے گئے پھر مسلمانوں کا غلبہ ہوا تو اگر مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے مالک نے دیکھ لیا تو مفت میں اصل مالک کو دیا جائے گا اور اگر مال غنیمت کی باقاعدہ تقسیم بھی ہوچکی، اس کے بعد اصل مالک دیکھ لے تو ایسی صورت میں اصل مالک کو مفت میں نہ ملے گا البتہ قیمت دے کر نئے مالک سے خرید سکتا ہے، تیسرے شخص کی بنسبت وہ اس کو خریدنے کا زیادہ حقدار ہے (ہدایہ ۲/ ۵۸۳)

اس واقعہ میں طحاوی اور مسند دارمی کی روایت کے مطابق مشرکین باقاعدہ مکہ مکرمہ پہنچے نہ تھے، راستہ میں تھے کہ رات کو حضرت لیلیٰ ان سے نکل آئیں، اس لئے ابھی تک عضباء اونٹنی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت باقی تھی، اس لئے یہ ملک غیر کی نذر ہوئی۔

کافر کی نذر کے بارے چند اصول

اصول:

کافر نے اگر قربت کی نذر مانی تو وہ منعقد نہ ہوگی، اس لئے مسلمان ہونے کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ ایک وعدہ چونکہ کیا تھا اس لئے اسے پورا کر لینا چاہیئے، اس بارے کچھ تفصیل شرائط نذر کے بیان میں آچکی ہے۔

اصول:

(i) مسلمان نے نذر مانی پھر نعوذ باللہ مرتد ہوگیا پھر مسلمان ہوگیا۔(ii) یا نذر معلق مانی پھر مرتد ہوا اور ارتداد کی حالت میں شرط پائی گئی، اس کے بعد پھر مسلمان ہوگیا تو ایسی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے ۔ ملاحظہ ہو اگلا اصول۔

اصول:

اصول یہ ہے کہ جو اوصاف عارضہ ایک محل سے متعلق ہوں اور وہ کسی حکم سے مانع ہوں تو ان کے مانع ہونے میں ابتداء اور انتہا برابر ہوتے ہیں یعنی جیسے ابتداء میں مانع ہیں انتہاء میں بھی مانع ہوتے ہیں، جیسے محرمیت نکاح سے مانع ہے خواہ ابتداء سے ہو یا انتہا میں، ابتداء کی مثال: زانی شخص مزنیہ عورت کی بیٹی سے نکاح نہیں کرسکتا، یہاں پہلے سے محرمیت موجود ہے۔ انتہاء کی مثال: جیسے کسی نے اپنی ساس سے زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، یہ حرمت بعد میں آئی ہے۔ اسی طرح کفر نذر سے مانع ہے، اگر ابتداء ایک کافر نذر مان لے تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوتی ،اسی طرح اگر ناذر کافر ہوگیا تو اس کی نذر ختم ہوجائے گی، مسلمان ہونے کے بعد اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔
(الدر المختار مع الشامیۃ ۷۲۸/۳)

اصول:

نذر میں جبر نہیں ہے یعنی کسی نے نذر مانی تو اس کا پورا کرنا دیانۃً ضروری ہے، اگر پوری نہ کرے تو گناہگار ہے لیکن قاضی یا کوئی اور اسے نذر پوری کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا ،اسی طرح اگر اپنا غلام آزاد کرنے کی نذر مانی اور اب آزاد نہیں کرتا تو غلام اس کو بذریعہ عدالت آزاد کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، اگر مقدمہ عدالت میں جائے تو خارج کر دیا جائے گا۔(کذا فی الدر المختار و عامۃ کتب الفقہ)

نذر غضب وغصہ:

اگر کسی نے حالت غصہ میں نذر مانی تو بالاتفاق نذر منعقد ہوجاتی ہے بلکہ نذر اللجاج عموماً غصہ میں مانی جاتی ہے، اسی لئے اسے یمین الغضب اور نذر الغضب بھی کہا جاتا ہے جیسے کسی نے کہا "اگر میں نے فلاں سے بات کی تو میں اتنا صدقہ کروں گا" ایسی بات عموماً غصہ میں کی جاتی ہے لیکن اس پر ایک حدیث سے شبہ ہوتا ہے۔

شبہ:

مسند امام اعظم اور سنن نسائی (۱۴۹/۲) کتاب الایمان والنذور میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: **لا نذر فی غضب و کفارته کفارة یمین** ۔یعنی غضب اور غصہ میں نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت غصہ کی نذر درست نہیں ہے، اس حدیث کے دو جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب (۱):

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حالت غضب میں نذر منعقد نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود غضب اور غصہ کی نذر منعقد نہیں ہوتی جیسے کسی نے نذر مانی کہ میں فلاں پر یا دشمن پر غصہ ہوں گا تو یہ نذر درست نہیں کیونکہ غصہ ہونا کوئی عبادت نہیں ہے جبکہ صحت نذر کے لئے منذور بہ کا عبادت مقصودہ ہونا ضروری ہے۔

جواب (۲):

غصہ کی تین حالتیں ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، حدیث میں غضب سے دوسری حالت مراد ہے جس میں کہے گئے اقوال معتبر نہیں ہوتے، ایسے شخص کی مثال پاگل اور مجنون کی سی ہوتی ہے۔

غصہ کے حالات ثلاثہ

حالتِ اولیٰ:

ابتدائی حالت جس میں غصہ کے مبادی حاصل ہوں، اس میں آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور جو کچھ کہہ رہا ہوتا ہے، قصد اور ارادے سے کہہ رہا ہوتا ہے۔ اس حالت کا حکم یہ ہے کہ اس کا ہر قول معتبر ہے، اگر نذر مان لی تو بالاتفاق منعقد ہے۔

حالتِ ثانیہ:

غصہ کی انتہائی حالت جس میں غلبہ غصہ کی وجہ سے اسے پتہ ہی نہ ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں اور بغیر قصد وارادے کے اس کے منہ سے الفاظ نکل رہے ہوں۔ اس حالت کا حکم یہ ہے کہ اس کا کوئی قول معتبر نہیں، اگر نذر مان لی تو وہ منعقد نہ ہوگی۔

حالتِ ثالثہ:

تیسری حالت وہ ہے جو مذکورہ دو کیفیتوں کے درمیان درمیان ہو، جس میں آدمی بالکل مجنون کی طرح نہیں ہوتا، اس حالت میں اگر کوئی قول کیا تو معتبر ہے یا نہیں؟ اس بارے اختلاف رائے اور تامل موجود ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے رد المحتار (۲۴۴/۳) میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ ان کا رجحان اس طرف ہے کہ اس حالت کی طلاق معتبر

نہیں۔ البتہ اس کی تصریح نہیں فرمائی ۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس حالت کے اقوال شرعاً معتبر ہیں چنانچہ اگر طلاق دے دی تو واقع ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو امداد الاحکام (۵۶۲/۲ و خیر الفتاویٰ ۱۵۳/۵) وغیرہ۔

نماز اور اس کی نذر

نماز پڑھنے کی نذر بالاتفاق درست اور لازم ہے کیونکہ نماز عبادت مقصود ہ ہے اور اس کی جنس سے فرض اور واجب دونوں موجود ہیں۔

☆اگر کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ میں بغیر وضو کے یا بغیر قراءت کے دو رکعات پڑھوں گا تو امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نذر درست نہیں اور اس پر کچھ لازم نہیں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اس پر صحیح نماز لازم ہے یعنی وضو اور قراءت کے ساتھ نماز لازم ہوگی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی صورت میں نذر لازم نہیں اور دوسری صورت میں صحیح نماز لازم ہے یعنی قراءت کے ساتھ دو رکعتیں واجب ہیں، دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ بغیر وضو اور طہارت کے نماز عبادت ہی نہیں ہے چنانچہ احادیث میں تصریح ہے کہ بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی ہے، اگر پانی نہ ہو تو تیمم ضروری ہے جو کہ طہارت حکمیہ ہے، اس لیے گویا اس نے عبادت کا التزام ہی نہیں کیا اور بغیر قراءت کے نماز عبادت ہے، کیونکہ عذر کے وقت قراءت ساقط ہو سکتی ہے ۔فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے۔ کتاب التجنیس والمزید لصاحب الہدایہ (۱۲۱/۲)

☆کسی نے ایک رکعت نماز پڑھنے کی نذر مانی تو شرعاً اس پر دو رکعات لازم ہیں کیونکہ شفع نماز تجزی کو قبول نہیں کرتا یعنی نماز اگر دو رکعت ہو تو اس کے اجزاء نہیں ہو سکتے اور شریعت کا اصول ہے کہ "ذکر بعض مالا یتجزی کذکر کلہ" یعنی جو چیز تجزی کو قبول نہ کرے ،اس کے بعض کا ذکر ایسے ہے جیسے اس کے کل کا ذکر، اس لئے اگر ایک رکعت کی نذر مانی تو اس پر دو رکعتیں واجب ہیں۔ (ایضا)

☆اگر کسی نے تین رکعات کی نذر مانی تو اس پر چار رکعات لازم ہیں اور اگر آدھی

رکعت کی نذر مانی تو اس بارے میں دو روایات ہیں۔ (۱) یہ نذر لغو ہے۔ (۲) ایک رکعت لازم ہے، صحیح یہ ہے کہ نذر لغو ہے، اس پر کچھ لازم نہیں۔ (ایضاً ۲/۱۲۲)

☆اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں ظہر کی آٹھ رکعات نماز پڑھوں گا تو اس کی نذر درست نہیں ہے یعنی اس پر ظہر کی چار رکعات ہی بدستور فرض ہیں، نذر کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ایک تو اس میں نذر کی شرط موجود نہیں کیونکہ نماز ظہر پہلے سے فرض ہے دوسرے اس میں التزام غیر مشروع ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے نذر مانی کہ میں دو مرتبہ حجۃ الاسلام کروں گا یا کفارہ ظہار میں دو غلام آزاد کروں گا یا کہا کہ اگر مجھے دو سو درہم مل گئے تو میں ان کی دس درہم زکوۃ دوں گا۔ یہ نذر اس لئے درست نہیں کہ حجۃ الاسلام پہلے سے ہی صاحب حیثیت پر فرض ہے اور کفارہ ظہار میں ایک ہی غلام آزاد کرنا لازم ہوتا ہے، دو کی نذر التزام غیر مشروع ہے، اور سو درہم کی زکوۃ پانچ درہم بنتی ہے، لہٰذا اس کی نذر بھی التزام غیر مشروع ہے۔ (ایضاً ۱۲۳)

☆کسی شخص نے کھڑے ہو کر دو رکعات نماز پڑھنے کی نذر مانی تو بالاتفاق قیام کے ساتھ پڑھے گا لیکن اگر قیام کا ذکر نہ کیا ہو تو بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے یا قیام لازم ہے؟ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ قیام لازم نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ نفل نماز میں قیام صفتِ زائد ہے لہٰذا جب تک اس کی تصریح نہ کی ہو قیام لازم نہیں جیسے نفلی روزہ میں تسلسل صفتِ زائد ہے، اگر اس کی تصریح کردی تو تسلسل لازم ہے ورنہ لازم نہیں، صحیح یہ ہے کہ اس پر قیام لازم ہے کیونکہ نذر کا اصول یہ ہے کہ اس میں ایجاب العبد کو ایجاب اللہ پر قیاس کیا جاتا ہے اور مطلق ایجاب اللہ میں قیام لازم ہے لہٰذا ایجاب العبد میں بھی لازم ہوگا (ایضاً ۱۲۴) نیز جب نذر مان لی تو نماز واجب ہوگئی نفل نہ رہی اور ہر واجب و فرض میں قیام صفتِ اصلیہ ہے، جیسے نفل اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں لیکن اگر اس کی نذر مان لی تو روزہ بھی بغیر تصریح کے لازم ہو جاتا ہے۔

☆اگر کسی متعین دن میں نماز پڑھنے کی نذر مانی مثلاً کہا کہ جمعہ کے دن نماز پڑھوں گا، پھر پہلے پڑھ دی مثلاً منگل بدھ کو پڑھ لی تو شیخین کے ہاں درست ہے، نذر ادا ہوگی اور یہی قول راجح ہے، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نذر ادا نہ ہوئی، یہی حکم روزہ

اعتکاف اور حج کی نذر کا ہے۔

☆نماز کی نذر میں مکان کی قید لغو ہے لہٰذا اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں فیصل مسجد اسلام آباد میں نماز پڑھوں گا یا بادشاہی مسجد لاہور میں پڑھوں گا تو جہاں چاہے پڑھ سکتا ہے۔

☆اسی طرح اگر کہا کہ مسجد حرام میں یا مسجد نبوی ﷺ میں یا مسجد اقصی میں پڑھوں گا تو وہاں پڑھنا ضروری نہیں ہے جہاں چاہے پڑھ سکتا ہے، اگر چہ دوسری مسجد فضیلت میں اس سے کم ہو۔

(سنن ابو داؤد (۱۱۳/۲) کتاب الایمان والنذور میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

ان رجلا قام یوم الفتح فقال یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انی نذرت لله ان فتح اللّٰہ علیک مکة ان اصلی فی بیت المقدس رکعتین قال صل ههنا. ثم اعاد علیه. فقال صل ههنا. ثم اعاد علیه فقال شانک اذاً. وفی روایة قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم والذی بعث محمدا بالحق لو صلیت ههنا لاجزأ عنک صلوةً فی بیت المقدس.

ایک شخص فتح مکہ کے دن کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے اللہ کی رضا کے لیے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح مکہ نصیب فرمایا تو میں بیت المقدس میں دو رکعات پڑھوں گا، آپ نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لو، اس نے پھر یہی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں پڑھ لو، اس نے پھر یہی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر آپ کی مرضی اور دوسری روایت میں ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر تو یہاں نماز پڑھ لے تو وہ تمہارے لیے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لیے کافی ہو جائے۔

☆اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ "میں آج نماز پڑھوں گا" تو اس پر دو رکعات واجب ہیں (قنیہ ص ۴۳)

☆اگر یہ نذر مانی کہ "اگر فلاں شخص آیا تو مجھ پر ایک ماہ کی نمازیں لازم ہیں" پھر

وہ آگیا تو اس پر کتنی نمازیں لازم ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) اس پر اتنے فرائض اور وتر واجب ہیں جو ایک ماہ میں مسلمان پر لازم ہیں سنن لازم نہیں البتہ وتر اور نماز مغرب چار رکعات پڑھے گا۔ گویا وہ تیس فرائض خمسہ اور وتر کے برابر رکعت پڑھے گا۔ فجر کی ساٹھ رکعات ہوئیں اور ظہر عصر مغرب اور عشاء اور وتر کی ایک سو بیس ایک سو بیس، اس طرح کل چھ سو ساٹھ رکعات نماز واجب ہوگئی، مکروہ اوقات کے علاوہ جب چاہے پڑھ لے، ترتیب اور تسلسل ضروری نہیں۔

(۲) صرف ساٹھ رکعات واجب ہیں یعنی اس کے قول کا یہ مطلب بھی بن سکتا ہے کہ ہر دن میں دو رکعات پڑھوں گا۔

(۳) ایک سو اسی رکعات لازم ہیں، ہر دن میں چھ رکعات واجب ہوں گی، کیونکہ دن میں وتر سمیت چھ نمازیں بنتی ہیں۔

(۴) ہر دن میں فرائض خمسہ کی طرح پانچ نمازیں واجب ہیں البتہ مغرب پوری پڑھے گا، وتر واجب نہیں اور یہی قول راجح اور اولیٰ ہے۔ (قنیہ ص ۴۲)

بندہ کے خیال میں راجح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وتر کا تنفل مشروع نہیں، اس لیے ابتداءً وتر کی نذر منعقد نہیں ہوتی کما ذکرنا فی شرائط النذر۔ اس لئے یہاں بھی منعقد نہیں ہوئی ۔ اس قول کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہر دن کی اٹھارہ رکعات ہوئیں، اور مہینے کی پانچ سو چالیس (۵۴۰) رکعات لازم ہیں۔

نذرِ صدقہ کے مسائل

اگر کسی نے صدقہ کرنے کی نذر مانی تو اس کی نذر بالاتفاق منعقد ہوجائیگی ۔ کیونکہ صدقہ عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس میں سے واجب موجود ہے جیسے زکوۃ ، عشر، صدقہ فطر وغیرہ۔

☆صدقہ کی نذر میں فقیر، مکان، زمان اور منذور بہ کی تعیین لغو ہے، ان کی تعیین خواہ وہ نام لے کر کرے یا اشارہ سے یا کسی اور طریقہ سے، مثلاً کہا کہ راولپنڈی کے فقراء

میں صدقہ خیرات کروں گا۔لہٰذا اگر کسی نے کہا کہ میں یہ دس روپے زید پر صدقہ کروں گا تو ان دس کے علاوہ دس روپے بکر پر بھی صدقہ کرسکتا ہے، اسی طرح اگر کہا کہ فلاں مدرسے کے طلباء کو کھلاؤں گا یا مکہ کے فقراء کو کھلاؤں گا تو ان کے علاوہ کو بھی کھلاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ جمعہ کے دن صدقہ کروں گا تو ہفتہ اتوار کو بھی صدقہ کرسکتا ہے، اگر کہا کہ یہ سو روپے صدقہ کروں گا تو دوسرے سو روپے بھی دے سکتا ہے۔ پیسے کے علاوہ سو روپے کی مالیت کی چیز بھی دے سکتا ہے۔

تاتارخانیہ (۴۱/۵) میں ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں جس غم میں مبتلا ہوں اگر مجھے اس سے نجات مل گئی تو میں دس درہم صدقہ کروں گا، نجات ملنے کے بعد اگر اس نے دراہم کی روٹی خرید کر صدقہ کردی یا روٹی کا ثمن صدقہ کردیا تو بھی کافی ہے۔

☆مذکورہ حکم نذر مطلق کا ہے، اگر نذر معلق ہو تو اس میں وقت اور زمانے کا اعتبار ہوگا، چنانچہ شرط پائے جانے سے پہلے اگر صدقہ کردیا تو اس سے ادائیگی نہ ہوگی۔ مثلاً کہا کہ "اگر میرا بیٹا ہوا تو میں ہزار روپے صدقہ کروں گا" ابھی تک بیٹا پیدا نہ ہوا تھا کہ اس نے صدقہ کردئے، اس کے بعد بیٹا پیدا ہو تو دوبارہ ایک ہزار روپے صدقہ کرنا ضروری ہے۔

نذر معلق اور مطلق میں وجہ فرق یہ ہے کہ مطلق میں سبب پایا گیا ہے، اس کے بعد ادائیگی کی گئی ہے اور معلق میں شرط پائے جانے کے بعد سبب منعقد ہوتا ہے، فی الحال منعقد نہیں ہوتا، اس لئے شرط پائے جانے سے پہلے ادائیگی سبب سے پہلے ادائیگی ہے جو صحیح نہیں ہے۔

☆نذر میں فقیر، مکان، زمان وغیرہ کی تعیین لغو قرار دینے کی وجہ فقہاء کرامؒ نے یہ لکھی ہے کہ نذر صدقہ کے دو مقصد ہوسکتے ہیں۔(ا) "سد خلة المحتاج" یعنی کسی محتاج کی حاجت روائی (ب) مال کے بارے نفس لالچ اور بخل سے کام لیتا ہے، اور صدقہ کے ذریعہ اللہ کی رضا کی خاطر اس مال کو ملکیت سے نکالا اور نفس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ یہ دونوں مقاصد ہر مکان، زمان اور فقیر کے اعتبار سے برابر ہیں صدقہ راولپنڈی میں کریں یا کراچی میں، دونوں سے مذکورہ مقاصد حاصل ہوجاتے ہیں۔

☆اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ ''میں دس دراہم کی روٹی صدقہ کروں گا'' پھر اس نے دس دراہم کے چاول، مکئی وغیرہ صدقہ کردی تو بھی درست ہے اور اگر روٹی فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کردی تو بھی درست ہے۔

☆صدقہ کی نذر میں جیسے فقیر کی تعیین لغو ہے اسی طرح اس کی تعداد بھی لغو ہے مثلاً اگر کسی نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوا تو میں ایک ہزار درہم ایک ہزار مسکینوں میں تقسیم کروں گا، ہر مسکین کو ایک درہم دوں گا پھر اگر وہ ایک مسکین کو سارے درہم دے دے یا پانچ سو مسکینوں کو دے دے یعنی ہر ایک مسکین کو دو درہم دے دے تو بھی درست ہے۔

☆اگر کسی نے کہا ''میرا فلاں کام ہوا تو میرا مال فقراء پر صدقہ ہے'' اگر کام ہونے کے وقت اس کے پاس بالکل مال نہ ہو تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

سنن نسائی (۱۴۶/۲) وغیرہ کتب حدیث میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **لا نذر فی معصیة اللّٰہ ولا فیما لایملک ابن آدم** یعنی دو چیزوں میں نذر نہیں ایک اللہ کی معصیت میں اور دوسری اس چیز میں جس کا ابن آدم مالک ہی نہ ہو۔

اور اگر کام ہونے کے وقت صرف ایسا مال موجود ہو جس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی تو بھی اس پر کچھ لازم نہیں ہے، اور اگر ایسا مال موجود ہو جس پر زکوۃ لازم ہوتی ہے تو اسے صدقہ کرنا ضروری ہے، جتنا بھی ہو صدقہ کرے گا کم ہو یا زیادہ، زکوۃ کے نصاب کو پہنچے یا نہ پہنچے، اس پر دین مستغرق ہو یا نہ ہو۔ اگر اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہ ہو تو اپنی ضروریات اور خرچہ کے لئے بقدرِ ضرورت رکھ دے، باقی صدقہ کردے، بعد میں جب مال آجائے تو جتنا مال خرچہ کے لئے رکھا تھا اتنی مقدار صدقہ کردے۔

☆ملکیت کے بارے نذر کا وقت معتبر نہیں، کام پورا ہونے کا وقت معتبر ہے، مثلاً زید نے یکم شوال کو کہا کہ اگر میرا بیٹا تندرست ہوگیا تو میں اپنا مال صدقہ کروں گا۔ اس وقت اس کے پاس دس ہزار روپے تھے پھر تیس شوال کو وہ تندرست ہوا، اس وقت اس کے پاس بارہ ہزار یا آٹھ ہزار تھے تو بارہ یا آٹھ ہزار صدقہ کرنا ضروری ہے، دس ہزار نہیں

☆اگر کسی نے نذر مانتے ہوئے کہا کہ "میں اپنے مال سے ہزار روپے صدقہ کروں گا" لیکن اس کے پاس ہزار سے کم روپے ہیں تو جتنے روپے ہوں اتنے کا صدقہ کرنا لازم ہے مثلاً پانچ سو روپے ہیں تو زیادہ کا صدقہ لازم نہیں ہے کیونکہ زائد مقدار غیر مملوک ہے اور غیر مملوک کی نذر ہی منعقد نہیں ہوتی۔

☆اس صورت میں اگر اس کے پاس سامان وغیرہ موجود ہو تو اسے بھی صدقہ میں شامل کرے گا، اگر سامان کی قیمت ایک ہزار سے کم ہے تو اتنے پیسے صدقہ کردے، اگر پیسے نہ ہوں تو سامان بیچے اور اگر قیمت زیادہ ہو تو ایک ہزار تک صدقہ ضروری ہے زیادہ کا نہیں اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک ہزار حج کرنے کی نذر مانی تو اس پر اتنے ہی حج واجب ہوں گے جتنے سال وہ زندہ رہے گا، یعنی اس پر آئندہ ہر سال ایک حج لازم ہوتا جائے گا، جب انتقال ہوگا تو وجوب حج کا سلسلہ ختم ہوجائے گا، البتہ اس بارے صحیح یہ ہے کہ باقی ماندہ حجوں کی ادائیگی کی وصیت ضروری ہے۔

☆اگر اس کا کسی کے ذمہ قرض ہو تو وہ بھی ایک ہزار کو پورا کرنے کے لئے شامل کیا جائے گا اور اگر دین ہو تو وہ شامل ہوگا یا نہیں، علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین کو اس میں شامل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس نے مملوک کی نذر مانی ہے اور دین قبضہ سے پہلے مملوک نہیں اور جب قبضہ ہوگا تو وہ ملک حادث اور جدید ہوگا۔ لیکن صحیح اسے قرار دیا ہے کہ دین بھی اس میں شامل ہوگا، کیونکہ صحیح قول کے مطابق دین بھی مملوک ہوتا ہے اگرچہ مقبوض نہیں ہوتا۔ مثلاً زید نے کہا کہ میں اپنے مال سے ایک ہزار روپیہ صدقہ کروں گا جبکہ اس کے پاس دو سو روپے نقد ہیں اور تین سو روپے اس نے سامان بیچا ہے اس کے وصول کرنے ہیں تو صحیح قول کے مطابق وہ پانچ سو صدقہ کرے گا، کیونکہ وہ ان سب کا مالک ہے۔

☆اگر کسی نے کہا کہ "میں ایک ہزار روپے صدقہ کروں گا" یہ نہیں کہا کہ اپنے مال سے ایک ہزار روپے صدقہ کروں گا تو اس صورت میں وہ بہر صورت ایک ہزار کا صدقہ کرے گا خواہ اس کی ملکیت میں فی الحال ایک ہزار ہو یا بالکل نہ ہوں یا کم ہوں۔

☆اگر کسی نے نذر مانی کہ دس افراد کو کھانا کھلائے گا تو دس کو کھلانا ضروری ہے اگر بیک وقت پانچ مسکینوں کو اتنا کھلا دیا جو دس کے لیے کافی ہے تو درست نہیں ہے ہاں اگر پانچ مسکینوں کو دو وقت کھلا دیا تو درست ہے۔

☆کسی نے کہا کہ "یہ روپے کئی مسکینوں پر صدقہ کروں گا" پھر ایک پر صدقہ کر دیئے تو درست ہے۔

☆نذر صدقہ میں فقیر کی تعیین لغو ہے، دوسرے کو دے سکتا ہے کماذکرنا البتہ اسی معین کو دینا افضل ہے۔ تا تار خانیہ (۴۳/۵)

☆کسی نے کہا "اگر میرا فلاں کام ہوا تو میں جماعت قریش کی مہمان نوازی کروں گا یا تبلیغی جماعت کی مہمان نوازی کروں گا" اس سے نذر منعقد نہ ہوگی۔ تا تار خانیہ (۴۴/۵) اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ضیافت کی جنس میں سے کچھ واجب نہیں ہے۔

☆اگر کہا کہ میں فلاں قوم کی ضیافت کروں گا حالانکہ وہ سب غنی ہیں تو نذر صحیح نہیں

☆کسی نے کہا کہ میں اغنیاء پر صدقہ کروں گا تو نذر صحیح نہیں، کیونکہ اس کی جنس میں سے کچھ واجب نہیں ہے البتہ اگر مسافر اغنیاء کی نیت کرلی تو درست ہے کیونکہ وہ محل زکوۃ اور مستحق صدقہ ہیں البحر (۲۹۷/۴)

☆کسی نے ایک ہزار مساکین پر صدقہ کرنے کی نذر مانی پھر جتنی مقدار صدقہ کرنے کی نذر مانی تھی وہ سب ایک مسکین کو دے دی تو درست ہے، اس کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔ تا تارخانیہ (۴۵/۵)

☆کسی شخص نے کہا کہ اگر میں نے ایک رکعت نماز پڑھی تو میں اللہ کی رضا کے لئے ایک روپیہ صدقہ کروں گا اور اگر دو رکعتیں پڑھیں تو دو روپے صدقہ کروں گا اور اگر تین رکعتیں پڑھیں تو تین روپے صدقہ کروں گا اور اگر چار رکعتیں پڑھیں تو چار روپے صدقہ کروں گا پھر اس نے چار رکعات پڑھ لیں تو اس پر دس روپے کا صدقہ لازم ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اس نے چار رکعات پڑھیں تو اس کے ضمن میں ایک، دو اور تین رکعات بھی پڑھ لیں۔ تا تار خانیہ (۴۶/۵)

☆کسی نے کہا "اگر میں نے ان سو روپے کے بدلے کوئی چیز خریدی تو یہ سو روپے صدقہ ہیں پھر ان کے عوض کوئی چیز خرید لی تو اس پر سو روپے کا صدقہ لازم ہے، اپنی جیب سے سو روپے دے دے، اور اگر اس نے کہا کہ اگر میں نے یہ کپڑا فروخت کیا تو وہ صدقہ یا ہدی ہے پھر اسے فروخت کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

دونوں مسئلوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ کپڑا معین کرنے سے متعین ہو جاتا ہے، جب اس نے معین کر دیا پھر فروخت کیا تو وہ معین کپڑا اس کی ملکیت سے خارج ہو گیا اور غیر مملوک کی نذر درست نہیں، اس لئے اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور روپے معین کرنے سے متعین نہیں ہوتے لہٰذا جب اس نے سو روپے کے عوض کوئی چیز خریدی تو اب بھی اس کی ملکیت میں سو روپے کی مالیت باقی ہے، لہٰذا سو روپے صدقہ کرے، اگر وہ خریدی گئی چیز صدقہ کر دی تو بھی درست ہے۔ (ایضاً)

☆کسی شخص نے کہا "اگر میں نے اپنی گاڑی فروخت کی تو اس کا ثمن صدقہ ہے" پھر اس نے گاڑی فروخت کر دی تو اس کا ثمن صدقہ کرنا ضروری ہے اور اگر فروخت کرنے کے بعد بیع فسخ ہو گئی مثلاً گاڑی خریدار کے حوالے نہیں کی تھی کہ ہلاک ہو گئی تو اس صورت میں ثمن کا صدقہ ضروری ہے؟ اس بارے میں یہ تفصیل ہے۔

(۱) ثمن اگر معین چیز ہو مثلاً خریدار نے اس کے عوض دوسری گاڑی دینا طے کیا تھا تو اس صورت میں اس کا صدقہ ضروری نہیں ہے۔

(۲) ثمن اگر نقدی اور پیسے ہوں۔

(۳) اسی طرح اگر سامان ہو لیکن معین نہ ہو مثلاً خریدار نے کہا تھا کہ "میں آپ کو کپڑا دوں گا یا زمین دوں گا" تو ان دونوں صورتوں میں ثمن کا صدقہ ضروری ہے۔ بیع خواہ ثمن پر قبضہ سے پہلے فسخ ہوئی ہو یا ثمن پر قبضہ کے بعد۔

☆کسی عورت نے کہا "اگر میری شادی ہوئی تو مہر صدقہ کروں گی" پھر اس کی ایک ہزار روپے مہر پر شادی ہو گئی لیکن ابھی تک اس نے مہر وصول نہیں کیا تھا کہ اس عورت کی طرف سے فسخ نکاح کا سبب پایا گیا مثلاً اپنے شوہر کی دوسری بیوی سے بیٹا تھا، اس کے

ساتھ منہ کالا کردیا یا مرتد ہوگئی تو اس صورت میں اس پر صدقہ لازم نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس کا مہر ہی ساقط ہوگیا ہے، شوہر سے مطالبہ ہی نہیں کرسکتی، اور اگر فسخ نکاح کا سبب شوہر کی طرف سے پایا گیا تھا مثلاً اسے طلاق دے دی تو، اس بارے یہ تفصیل ہے کہ اگر خلوت کے بعد طلاق دی ہوتو وہ چونکہ پورے مہر کی مستحق ہے، اس لئے پورا مہر صدقہ کرے، مہر خواہ عین ہو یا دین ہو، اور اگر خلوت اور جماع سے پہلے شوہر نے اسے طلاق دے دی تو اس کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) اگراس کامہر دین کی صورت میں ہوتواس پر ایک ہزار کا صدقہ لازم ہے۔

(۲) اگر مہر عین کی صورت میں ہو مثلاً زمین تھی یا جانور تھا تو اس کا نصف صدقہ کرنا ضروری ہے، یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ اس نے مہر پر قبضہ کرلیا ہو، اگر اس نے مہر پر قبضہ ہی نہیں کیا تھا کہ شوہر نے خلوت سے پہلے طلاق دے دی تو اس پر نصف مہر کا صدقہ لازم ہے مہر خواہ دین کی صورت میں ہو یا عین کی صورت میں۔

☆ اگر سامان مہر طے ہوا تھا مثلاً کپڑا لیکن شوہر نے اسے سامان کی قیمت دے دی تواس کا وہی حکم ہے جو ایک ہزار روپے مہر طے ہونے کا ہے یعنی سامان کی قیمت ایسے ہے جیسے ابتداء میں مہر دین کی صورت میں طے ہوا ہو۔ تاتارخانیہ (۵/۴۷)

☆ بکر نے خالد کے پاس ایک من گندم اور ایک ہزار روپے دیکھے تو کہا ''اگر میں نے اپنی یہ گاڑی اس گندم اور پیسوں کے عوض فروخت کی تو یہ گندم اور پیسے دونوں مساکین پر صدقہ ہوں گے'' پھر اپنی گاڑی ان دونوں چیزوں کے عوض فروخت کردی تو اس پر اس ایک من گندم کا صدقہ ضروری ہے، ایک ہزار روپے کا صدقہ ضروری نہیں ہے۔ اور اگر خریدنے نے پر حلف اٹھایا اور کہا کہ'' اگر میں نے یہ گاڑی اس ایک من گندم اور ان ایک ہزار روپیہ کے بدلے خریدی تو وہ دونوں مساکین پر صدقہ ہوں گے'' پھر ان کے عوض گاڑی خریدلی تو اس پر ایک ہزار کا صدقہ لازم ہے اور ایک من گندم کا صدقہ لازم نہیں۔ تاتارخانیہ (۵/۴۷) کیونکہ روپے معین نہیں ہوسکتے، اس لئے اپنی جیب سے دے دے اور گندم معین تھی اور وہ اس نے بائع کو دے دی۔ لہٰذا یہ غیر مملوک کی نذر ہوئی جو کہ

صحیح نہیں ہے۔ پہلی صورت میں گندم معین تھی اور اس نے سبب ملک کا ذکر کر کے نذر مانی ہے، اس لیے خریدنے کے بعد اسے صدقہ کرے اور پیسے غیر معین تھے اس لئے غیر مملوک کی نذر ہوئی۔

☆احمد نے محمود سے ایک ہزار پر گاڑی خریدنے کا ارادہ کیا اور ایک ہزار روپے محمود کو دے دیئے، پھر دونوں نے حلف اٹھایا چنانچہ احمد نے کہا کہ "اگر یہ گاڑی میں نے ان ہزار کے بدلے خریدی (اور اشارہ ان متعین ہزار کی طرف کیا) تو یہ ہزار مساکین پر صدقہ ہیں" اور محمود نے کہا "اگر میں نے یہ گاڑی ان ہزار کے بدلے بیچی تو وہ صدقہ ہیں" اس نے بھی ان متعین ہزار کی طرف اشارہ کیا، پھر بیع ہوگئی یعنی محمود نے ہزار کے بدلے گاڑی فروخت کردی، تو محمود پر لازم ہے کہ ایک ہزار صدقہ کرے اور احمد پر صدقہ لازم نہیں ہے۔تاتارخانیہ (۴۷/۵)۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ محمود نے اپنی رقم کی نذر مانی جو کہ درست ہے اور احمد نے غیر مملوک کی نذر مانی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

☆کسی نے کہا کہ "اگر میں نے فلاں کام کیا تو (۱) میرا مال مساکین پر صدقہ ہے یا (۲) میرا سارا مال مساکین پر صدقہ ہے یا (۳) میرا کل مال مساکین پر صدقہ ہے" پھر اگر وہ کام کرلیا تو کتنا اور کونسا مال صدقہ کرنا ضروری ہوگا؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے سب مال کی نیت کی تھی یعنی قابل زکوۃ مال کی بھی اور غیر قابل زکوۃ کی بھی، تو سب مال کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ غیر قابل زکوۃ مال کو بھی صدقہ کرے۔(نقدی، روپیہ، سونا، چاندی، زیور، مالِ تجارت، جانور وغیرہ قابل زکوۃ ہیں اور جائیداد، گھر، زمین، غلام، گاڑی اور گھریلو سامان اور استعمال کے کپڑے قابل زکوۃ نہیں ہیں) اور اگر اس کی نیت سب کی نہیں تھی تو قیاس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قابل زکوۃ اور غیر قابل زکوۃ دونوں قسم کے اموال کا صدقہ ضروری ہے،اور استحسان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ صرف قابل زکوۃ اموال کا صدقہ ضروری ہے، جس مال پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی اس کا صدقہ ضروری نہیں ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مطلق مال کی نذر مانی ہے، یہ قابل زکوۃ اور غیر قابل زکوۃ دونوں کو

شامل ہے۔ اور استحسان کی دو وجوہ ہیں۔

(۱) زکوۃ ایجاب اللہ ہے اور نذر ایجاب العبد، ایجاب العبد ایجاب اللہ سے بڑھ نہیں سکتا۔ جب ایجاب اللہ یعنی زکوۃ تمام اموال پر نہیں، چند مخصوص اموال پر ہے تو ایجاب العبد یعنی نذر بھی مخصوص اموال تک محدود ہونا چاہئے۔ (۲) بظاہر ناذر کا مقصد فاضل مال کا صدقہ کرنا ہوگا، سب اموال کا نہیں، کیونکہ اس نے زندگی بھی گزارنی ہے اور اس کی ضروریات و حوائج بھی پیش نظر ہیں اور فاضل مال صرف قابل زکوۃ مال کہلاتا ہے لہذا اسے صدقہ کرے۔ استحسان راجح ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔

اعلاء السنن (۴۸/۱۱) میں محلی ابن حزم (۹/۸) کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے قسم کھائی کہ اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو میری لونڈی آزاد ہے اور میرا مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم نے فتوی دیا کہ لونڈی آزاد ہو جائے گی اور وہ مال زکوۃ صدقہ کرے گی۔

☆ کیا اس صورت میں زمین اور زمین کی پیداوار نذر میں داخل ہوگی؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ بوقتِ نذر زمین میں اگر پیداوار ہو تو وہ پیداوار نذر میں شامل ہوگی، اسی طرح اس کی ملکیت میں گزشتہ سال کا غلہ اور دانے موجود ہیں تو وہ بھی صدقہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ زمین کی پیداوار اور غلہ قابل زکوۃ اموال میں سے ہے۔ اور خود زمین کے بارے یہ تفصیل ہے کہ خراجی زمین نذر میں شامل نہ ہوگی، اس پر تقریباً اتفاق ہے اور عشری زمین کے بارے اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد کے ہاں وہ نذر میں شامل نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے ہاں نذر میں شامل ہے، صحیح یہ ہے کہ وہ نذر میں شامل نہیں ہے، بالخصوص جب استحسان کی رو سے غیر قابل زکوۃ تمام اموال نذر میں شامل نہیں اور اسی کو راجح قرار دیا گیا ہے۔

☆ اگر لفظ "مال" کی بجائے "ملک" کا لفظ بولا مثلاً کہا "جن اشیاء کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہیں" یا کہا "میری ملک یا میرا مملوک صدقہ ہے" تو اس صورت میں اختلاف پایا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں قابل زکوۃ اور نا قابل زکوۃ ہر قسم

کا مال صدقہ کرنا ضروری ہے لیکن خلاصۃ الفتاویٰ اور ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ ملک اور مال کے لفظ میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں میں صرف قابل زکوۃ مال کا صدقہ لازم ہے۔

☆مذکورہ تفصیل لفظ صدقہ کے بارے میں ہے، اگر لفظ صدقہ کی بجائے لفظ ہدی کہا مثلاً کہا'' اپنا سارا مال ہدی کروں گا'' یا '' اپنی مملوک یا ملک ہدی کروں گا'' تو شرح الطحاوی میں لکھا ہے کہ اس صورت میں بوقتِ نذر جو بھی مال ہوگا سب کا ہدی کرنا ضروری ہے، خواہ قابل زکوۃ نہ ہو۔

☆جن صورتوں میں مال زکوۃ کا صدقہ ضروری ہے ان میں مال کے کم یا زیادہ ہونے کی کوئی قید نہیں ہے یعنی بہر صورت مالِ زکوۃ دینا ضرور ہوگا مال کم ہو یا زیادہ۔ مال نصاب زکوۃ کے برابر ہو یا اس سے کم ہو اور خواہ اس پر دین محیط ہو یا نہ ہو۔

☆جن صورتوں میں ہر قسم کا مال صدقہ کرنا ضروری ہے وہاں اتنی گنجائش موجود ہے کہ ناذر اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچہ بقدر ضرورت رکھ لے۔ جب بعد میں مال کما لے تو اتنا صدقہ کر دے اور یہ گنجائش اس لئے ہے کہ اگر سارا مال صدقہ کرے گا تو لوگوں سے بھیک مانگنے کی نوبت آئے گی، اس سے بہتر یہ ہے کہ ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے پھر کتنی مقدار رکھ سکتا ہے؟ اس میں ہر شخص کی حالت اور ضروری خرچہ دیکھا جائے گا، اور اس کی ضرورت کے مطابق رکھنے کی اجازت دی جائے گی۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر وہ مزدور آدمی ہے ہر روز اسے یومیہ مل جاتا ہے تو ایک دن کا خرچہ رکھ لے اور اگر ملازم آدمی ہے تو ایک ماہ کا خرچہ رکھ لے اور اگر کاشت کار اور دہقان ہے تو جتنی مدت میں فصل تیار ہو سکتی ہے اتنی مدت کا خرچہ رکھ سکتا ہے۔ ہدایہ

☆جن صورتوں میں صرف مال زکوۃ کا صدقہ ضروری ہے، ان صورتوں میں اگر ناذر کے پاس صرف قابل زکوۃ مال ہو، دوسرا مال موجود نہ ہو تو وہ بھی بقدر ضرورت مال رکھ سکتا ہے۔

☆کسی پر پورا مال صدقہ کرنا ضروری تھا اور اس نے کسی کا قرض بھی ادا کرنا تھا تو

قرضہ ادا کرسکتا ہے، بعد میں اتنی مقدار صدقہ کر دے۔

☆ کسی شخص نے کہا کہ "میرا مال مساکین پر ہبہ ہے" تو اس سے نذر منعقد نہ ہوگی، ہاں اگر ہبہ سے اس نے صدقہ کی نیت کی ہو تو نذر منعقد ہو جائیگی۔ تاتارخانیہ (۴۹/۵)

☆ ایک شخص نے کہا کہ "میں اپنے گھر کا کرایہ اور کمائی صدقہ کروں گا" پھر اس نے گھر کرایہ پر دے دیا اور اس کی کمائی خود استعمال کر ڈالی تو اتنا کرایہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔

☆ ایک شخص نے کہا "اگر میں نے اپنی یہ گاڑی فروخت کی تو اس کا ثمن مسکینوں پر صدقہ ہے" پھر اس نے فروخت کر دی لیکن اس میں عیب کی وجہ سے، خریدار نے اسے واپس کردیا تو صدقہ کا کیا حکم ہے؟ اس بارے یہ تفصیل ہے:

(۱) اگر واپسی تقابض سے پہلے تھی یعنی نہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا تھا اور نہ مشتری نے گاڑی پر، تو اس صورت میں بائع پر کچھ لازم نہیں ہے۔

(۲) اگر تقابض کے بعد واپسی ہوئی ہے تو ثمن کو دیکھا جائے گا، ثمن اگر نقدی دراہم دنانیر اور کرنسی، روپیہ کی صورت میں ہو تو بائع پر اس کا مثل صدقہ کرنا ضروری ہے اور اگر ثمن سامان کی صورت میں ہو تو دیکھا جائے گا کہ واپسی کا حکم قاضی نے دیا ہے یا بائع نے خود واپس لی ہے، اگر بائع نے خود واپس لی ہے تو قیمت کا صدقہ ضروری ہے اور اگر قاضی نے فیصلہ کیا تھا تو صدقہ ضروری نہیں ہے۔

(۳) اگر مشتری نے گاڑی پر قبضہ کیا تھا لیکن بائع نے ثمن پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ عیب کی بناء پر بیع فسخ ہوگئی تو اگر قضاء قاضی سے فسخ ہوئی ہو تو بائع پر صدقہ ضروری نہیں ہے ثمن خواہ نقدی ہو یا سامان اور اگر قضاء قاضی کے بغیر فسخ ہوئی ہو تو مثلِ ثمن کا صدقہ ضروری ہے۔

(۴) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کرلیا تھا لیکن مشتری نے گاڑی پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ گاڑی بائع کے ہاں ہلاک ہوگئی تو ثمن اگر سامان کی صورت میں ہو تو سامان مشتری کو واپس کردے اور اس پر صدقہ لازم نہیں ہے اور اگر نقدی درہم و دینار کی صورت میں تھا تو

مثل ثمن کا صدقہ ضروری ہے۔ تاتارخانیہ (۵/۵۱)

☆ایک شخص نے دوسرے کو کہا " اگر میں نے تجھ پر پیسے دے کر احسان کیا تو وہ پیسے صدقہ ہیں" پھر کہا کہ یہ پیسے تمہارے ہوگئے تو ان پیسوں کے صدقہ کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ ناذر کے قبضہ میں ہوں تو انہیں یا ان کا مثل صدقہ کرنا ضروری ہے اور اگر دوسرے شخص کے قبضہ میں دیئے ہوں تو ناذر پر صدقہ واجب نہیں ہے۔ (۵/۵۲)

☆کسی نے کہا کہ" جب بھی میں کسی گاڑی پر یا سواری پر سوار ہوں تو میں ایک درہم صدقہ کروں گا" پھر گاڑی پر سوار ہوگیا تو اس پر ایک درہم لازم ہے، اگر چہ بعد میں کافی دیر تک سوار رہے۔ ہاں اگر اتر کر دوبارہ سوار ہوگیا تو ایک اور درہم لازم ہوگا۔ یہی حکم معین سواری اور گاڑی کا بھی ہے یعنی ایک معین گاڑی کے بارے میں کہا کہ اگر میں اس پر سوار ہوا تو ایک درہم صدقہ ہے تو جب بھی اس پر سوار ہوگا تو صدقہ لازم ہوگا اگرچہ بعد میں کافی دیر تک سوار رہے۔ ہاں اگر معین سواری پر پہلے سوار تھا تو اس پر لازم ہے کہ فی الفور اتر جائے، اگر نہیں اترتا بدستور سوار رہتا ہے تو اس مدت میں وہ جتنی بار اتر کر دوبارہ سوار ہوسکتا تھا اتنے درہم اس پر لازم ہوں گے۔ مثلاً وہ پانچ منٹ سوار رہا حالانکہ اس دوران پانچ بار اتر کر دوبارہ سوار ہوسکتا تھا تو اس پر پانچ درہم کا صدقہ ضروری ہے۔ یہی حکم سواری پر بیٹھنے کا بھی ہے۔

☆ایک شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے کہا کہ" جب بھی میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر اتنا صدقہ لازم ہے" شرعاً یہ ہر لقمہ پر محمول ہے یعنی جب بھی ایک لقمہ کھائے گا اس پر صدقہ لازم ہوگا۔ پھر اس نے چونکہ "کلما" یعنی "جب بھی" کا لفظ بولا ہے لہٰذا جب بھی جتنے لقمے کھائے اتنے صدقہ لازم ہوں گے۔

☆اور اگر کہا کہ" جب بھی پانی پیوں تو اتنا صدقہ ہے" تو شرعاً یہ ہر سانس پر محمول ہے، ہر گھونٹ پر محمول نہیں ہے۔ اگر ایک سانس میں پانی پیا تو ایک صدقہ لازم ہے اور اگر دو یا تین میں پیا تو دو یا تین صدقے لازم ہوں گے، اس کے گھونٹ یا برتن چوسنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (رسائل ابن نجیم ص ۲۸۶)

☆کسی نے کہا کہ" یہ پیسے اللہ کی رضا کے لیے فلاں کی طرف سے صدقہ کروں گا"

اس میں دیکھا جائے گا کہ فلاں اگر انتقال کر چکا ہے تو اس کی طرف سے صدقہ کردے اور اگر وہ زندہ ہو تو اس کی اجازت سے صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کی اجازت کے بغیر صدقہ کئے تو یہ فلاں کی طرف سے صدقہ نہ ہوگا بلکہ اسی شخص کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔ تاتارخانیہ (۵/۵۳)

☆ایک شخص نے کہا "میں اللہ کی رضا کے لیے دس روپے صدقہ کروں گا اگر....." اتنے میں کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا، جب کہ وہ نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا چاہتا تھا مثلاً یہ کہنا چاہتا تھا کہ "اگر میں بازار جاؤں" اس صورت میں احوط اور احسن یہ ہے کہ اس کی نذر مطلق شمار کی جائے اور وہ دس روپے صدقہ کردے، اگرچہ بازار نہ گیا ہو، اس کے برخلاف اگر طلاق میں ایسی صورت پیش آئی تو اسے معلق تصور کیا جائے گا۔ مثلاً کسی نے کہا "میری بیوی کو طلاق اگر......." اتنے میں کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور وہ کچھ نہ کہہ سکا، جب کہ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ "اگر میں بازار جاؤں" اس صورت میں اگر وہ بازار جائے گا تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

نذار اور طلاق میں وجہ فرق یہ ہے کہ طلاق ممنوع اور محظور ہے، حتی الامکان اس کے عدم وقوع کا فیصلہ کرنا چاہئے اور یہاں عدم وقوع کا فیصلہ ممکن ہے جیسے اگر تعلیق کے الفاظ بولنے سے قبل اسے چھینک آجائے یا کھانسی شروع ہوجائے تو تعلیق کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (البحر ۴/۲۹۷) اور نذر بالتصدق عبادت ہے، حتی الامکان اس کے اثبات کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ (ایضاً ۵/۵۴)

☆خالد نے کہا کہ "پہلی وہ ایک کلو گندم جسے میں خریدوں وہ صدقہ ہے" پھر اس نے ڈیڑھ کلو گندم خریدی تو اس پر کچھ صدقہ کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ اس نے ڈیڑھ کلو خریدی ہے، کلو نہیں خریدی، جب پہلی بار ایک کلو خریدے گا تو اس کا صدقہ لازم ہوگا۔ (ایضاً ۵/۵۶)

☆کوئی کہتا ہے کہ "اگر میں نے فلاں کام کیا تو میرا مال اللہ کے راستے میں" امام قدوری رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ "سبیل اللہ" سے مرادہ وہ مصرف ہے جس

کا بیان آیۃ الصدقۃ یعنی انما الصدقات للفقراء الخ میں آیا ہے یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں اس سے مراد فقراء، غازی اور مجاہدین ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں وہ حاجی ہیں جو قافلہ سے بچھڑ گئے ہوں۔ لیکن ہمارے عرف میں سبیل اللہ سے مراد صدقہ لیا جاتا ہے، لہٰذا عرف کی وجہ سے اس صورت میں عام فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہوگا۔ (ایضاً ۵۶/۵)

☆اگر کسی نے متعین رقم دو شرطوں کے ساتھ معلق کی پھر اگر دونوں شرطیں بیک وقت پائی گئیں تو وہ رقم دونوں کے لیے کافی ہے اور اگر شرطیں علی التعاقب پائی گئیں یعنی ایک پہلے پائی گئی اور دوسری بعد میں تو پہلی شرط پائے جانے پر وہ رقم صدقہ کرنا ضروری ہے اور دوسری شرط پائے جانے کی وجہ سے کچھ لازم نہ ہوگا مثلاً ایک شخص نے کہا کہ "جس دن فلاں آئے گا میں یہ ایک ہزار روپے صدقہ کروں گا" پھر کہا "اگر میں نے فلاں سے بات کی تو یہی ایک ہزار صدقہ کروں گا" ہوا یوں کہ جس دن فلاں آیا اسی دن اس نے فلاں سے بات بھی کرلی تو یہی ایک ہزار صدقہ کردے، اس کے علاوہ اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ہی حکم پر دو سببوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔ اور اگر اس نے ایک دن فلاں سے بات کی اور اس کے ایک دن بعد دوسرا شخص آیا تو فلاں سے بات کرنے کی وجہ سے یہی ایک ہزار صدقہ کردے، دوسرے کے آنے سے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں امتحان میں پاس ہوا تو یکم محرم کو روزہ رکھوں گا پھر کہا کہ اگر میرا انعام نکل آیا تو میں یکم محرم کو روزہ رکھوں گا پھر دونوں شرطیں پائی گئیں وہ امتحان میں بھی پاس ہوگیا اور انعام بھی نکل آیا تو یکم محرم کو ایک روزہ رکھ لینا کافی ہے یا ایک شخص نے اپنے غلام کو کہا کہ اگر زید اس گھر میں داخل ہو تو تم آزاد ہو پھر کہا کہ اگر عمرو داخل ہوا تو بھی تم آزاد ہو، اس کے بعد اگر وہ دونوں اکٹھے داخل ہوں تو غلام آزاد ہوجائے گا اور اگر ایک پہلے داخل ہوا تو اس کی وجہ سے غلام آزاد ہوجائے اور دوسرے کے داخل ہونے پر کوئی حکم مرتب نہ ہوگا۔ (بدائع الصنائع ۸۷/۵)

☆ایک شخص نے کہا "اگر میں نے فلاں سے بات کی تو میں ان ہزار روپیہ کا

صدقہ کروں گا" اس کے بعد اگر اس نے فلاں سے بات کی تو ان ہزار کا صدقہ ضروری ہے۔ اگر اس نے وہ ہزار کسی کفارہ میں دے دیئے یا ان سے زکوۃ ادا کر ڈالی تو اپنی جیب سے دوسرے ایک ہزار ادا کرے گا۔

پہلے والے مسئلہ اور اس مسئلہ میں فرق یہ ہے کہ وہاں ناذر نے ایک ہزار کو دو نذروں کے لئے متعین کیا تھا، اس لئے وہ ایک ہزار دونوں کے لیے کافی ہیں اور یہاں اس نے ایک ہزار کو صرف نذر کے لئے متعین کیا تھا لہٰذا انہیں کفارہ میں دینے یا ان سے زکوۃ ادا کرنے کی وجہ سے ان کا استہلاک کیا ہے، اس لئے ان کا مثل دینا لازم ہے۔ (ایضاً ۵/۸۷)

☆کسی نے کہا کہ "اگر میرا فلاں کام ہوا تو میں اللہ تعالیٰ کے لئے مثل صدقہ کروں گا" اگر وہ کام ہوگیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ مثل (جیسے) بمنزلہ تشبیہ کے ہے اور تشبیہ میں کسی قسم کا التزام وایجاب موجود نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ایجاب والتزام کی نیت کر لی تو صدقہ لازم ہوجائے گا۔ (البحر ۴/۲۹۷)

☆اگر کسی نے نذر صدقہ میں مقدار کی تعیین کر ڈالی تو اتنا ہی صدقہ لازم ہوگا اور اگر تعیین نہیں کی مثلاً یوں کہا کہ "میں صدقہ کروں گا" تو اس پر صدقہ فطر کی مقدار لازم ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر فقراء کی تعیین کردی تو اتنے فقراء پر صدقہ کرے گا اور اگر فقراء کی تعیین نہیں کی مثلاً کہا کہ "میں مسکینوں پر صدقہ کروں گا" تو امام صاحبؒ کے ہاں وہ کم ازکم دس مسکینوں پر صدقہ کرے گا۔ ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار دے گا (ایضاً ۴/۲۹۷)

اس کی وجہ پہلے آچکی ہے کہ جب ناذر نے مقدار اور تعداد کی تعیین نہیں کی تو اسے ادنیٰ شرعی مقدار پر محمول کیا جائے گا اور صدقہ کی ادنی شرعی مقدار صدقہ فطر ہے اور کفارہ میں مساکین کی ادنی مقدار دس افراد ہے۔

☆ایک شخص کے پاس کچھ رقم تھی، اس نے نذر مانی کہ اسے صدقہ کردوں گا پھر اس نے صدقہ نہ کی، یہاں تک کہ وہی رقم ہلاک ہوگئی یا گم ہوگئی تو نذر ساقط ہوجائیگی اور اگر وہ موجود ہے لیکن اس نے اس کی بجائے اتنی اور رقم دے دی تو درست ہے۔ (قاضی

خان ۱/۱۲۹)

☆کسی نے کہا ” میں اس مسکین کو یہ متعین طعام کھلاؤں گا“ اگر وہ یہ طعام اس کے علاوہ فقیر کو دے دے تو جائز ہے کیونکہ معین مال کے صدقہ میں مسکین کی تعیین لغو ہے۔ جب اس نے مال معین کر دیا تو وہی مقصود ہوا لہٰذا تعین فقیر کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ہاں اسی فقیر کو دینا بہتر ہے اور اگر مسکین کی تعیین کی لیکن طعام کی تعیین نہیں کی مثلاً کہا کہ ” میں اس مسکین کو کچھ کھلاؤں گا“ تو اس صورت میں اسی مسکین کو کھلانا ضروری ہے۔ کیونکہ جب اس نے طعام کی تعیین نہ کی تو مسکین کی تعیین مقصود ہوگئی، لہٰذا دوسرے مسکین کو نہیں کھلا سکتا۔ (بدائع ۵/۷۸)

علامہ ابن نجیم مصری رحمہ اللہ رسائل ابن نجیم ص ۲۷۷ میں، قاضی خان اور بدائع کے گزشتہ دونوں مسائل کے بارے فرماتے ہیں کہ فقہاء کرامؒ نے یہ جو لکھا ہے کہ دینار، درہم اور فقیر کی تعیین لغو ہے، یہ بات مطلق نہیں ہے اور اگر مطلق مان لیں تو یوں کہا جائے گا کہ مذکورہ دونوں مسائل ”لغو تعیین“ کے قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، قاعدہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جب متعین رقم ہلاک ہوگئی تو نذر ساقط نہ ہونی چاہئے کیونکہ وجوب اس کے ذمہ سے متعلق ہے، اس معین رقم سے نہیں، اسی طرح اسی متعین فقیر پر صدقہ لازم نہ ہونا چاہئے۔ علامہ ابن نجیم کی یہی بات علامہ شامی رحمہ اللہ نے کتاب الصوم میں بغیر تبصرے کے نقل فرمائی ہے۔

☆اگر کسی نے فقراء کی تعداد مقرر کردی اور صدقہ کی تعیین نہ کی تو اتنی مقدار پر صدقہ ضروری ہے مثلاً کہا کہ میں دس مسکینوں پر صدقہ کروں گا پھر پانچ پر کیا تو درست نہیں، دس پر صدقہ ضروری ہے ہاں اگر ایک کو دس دن صدقہ دے دیا تو درست ہے اور اگر مسکین بھی متعین کیا اور طعام بھی تو دوسرے مسکینوں کو کھلا سکتا ہے۔

رسائل ابن نجیم (ص ۲۷۰)

☆ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ یہ مال کوفہ کے مساکین پر صدقہ کر آؤ، تو اس نے اہل بصرہ کے مساکین پر صدقہ کر دیا تو درست نہیں اور دوسرا شخص ضامن ہوگا، اور

اگر کسی نے فقراء کوفہ کے لیے صدقہ کی وصیت کی اور وصی نے فقراء بصرہ کو دے دیا تو اس میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درست نہیں ہے اور وصی ضامن ہوگا۔ یہ مسئلہ حموی عن العماد یہ سے نقل فرمانے کے بعد علامہ شامیؒ وجہ فرق یہ بیان فرماتے ہیں کہ پہلے مسئلہ میں وکیل نے اپنے آمر کے امر کی مخالفت کی ہے ،اس لئے وہ ضامن ہوگا کیونکہ وکیل موکل کے امر کی مخالفت کی وجہ سے ضامن بنتا ہے اور دوسرے مسئلہ کے بارے فرماتے ہیں کہ وصی بمنزلہ اصیل ہے یا بمنزلہ وکیل؟ اس میں تامل کی ضرورت ہے یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسے بمنزلہ اصیل کے شمار کرتے ہیں، اس لئے اس کا دوسرے فقراء پر خرچ کرنا درست ہے اور امام محمدؒ کے ہاں وہ بمنزلہ وکیل کے ہے، اس لیے وہ دوسرے فقراء پر خرچ نہیں کرسکتا۔
(ردالمحتار ۲/۴۳۶)

☆کسی شخص نے کسی مدرسہ کے مدرسین پر صدقہ کرنے کی نذر مانی یا کسی مسجد کے نمازیوں کو کھلانے کی نذر مانی، تو شرعاً دیکھا جائے گا کہ ان میں اغنیاء اور مساکین کتنے ہیں، جتنے مدرسین اور نمازی اغنیاء ہیں ان کے حق میں نذر منعقد نہ ہوگی اور جتنے مدرسین اور نمازی مساکین ہیں اتنوں کے حق میں نذر درست ہے اور شرعاً وہ اتنے مسکینوں کو کھلانے کا پابند ہے لیکن انہی مدرسین اور نمازیوں کو کھلانا ضروری نہیں ہے ،کسی اور کو بھی کھلاسکتا ہے، اغنیاء کے حق میں چونکہ نذر منعقد نہیں ہوئی، اس لئے اگر ان کو نہ کھلائے تو درست ہے، اگر اس نے سارے نمازیوں یا مدرسین کو کھلا دیا تو بھی درست ہے کیونکہ مستحقین کو بطور نذر کھلا دیا اور اغنیاء کو تبرعاً کھلا دیا۔

☆کسی نے صرف اتنی بات نذر میں کہی کہ مجھ پر زکوۃ ہے تو اس سے اس کا مطلب پوچھا جائے گا اور اس کے بیان کے مطابق فیصلہ ہوگا اور اگر بیان سے قبل فوت ہوگیا تو اس پر نصف دینار لازم ہے۔ (قنیہ ص ۱۳۴)

☆نذر مانی کہ اگر میری یہ بیماری ختم ہوگئی یا چلی گئی تو میں اتنا صدقہ کروں گا پھر بیماری ختم ہوگئی پھر لوٹ آئی تو اس پر نذر لازم نہیں ہے ۔ (ایضاً ص ۱۳۴) و کذا فی

الدر المختار ۴۷۰/۳)

علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحسان پر مبنی ہے اور اس میں ناذر کی غرض کو دیکھا جاتا ہے، ناذر کی غرض یہ تھی کہ یہ بیماری مستقل طور پر ختم ہو جائے۔ محض وقتی افاقہ مقصود نہ تھا۔

روزہ کی نذر کے احکام

اصول:

عیدالفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

فی مشکوۃ المصابیح (۱۷۹/۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر متفق علیہ.

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور نحر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

وفیہا ایضا (۱۷۹/۱) عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صوم فی یومین الفطر والاضحی. رواہ مسلم.

حضرت ابو سعید خدریؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دن یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں کوئی روزہ نہیں ہے۔

وفیہا ایضا (۱۷۹/۱) عن نبیشۃ الہذلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ایام التشریق ایام اکل و شرب وذکر اللّٰہ. رواہ مسلم ۔

نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔

نہی کی وجہ:

مذکورہ حدیث سے ان دنوں میں روزے کی ممانعت کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ عیدین اور ایام تشریق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمانی کے دن ہیں، ان میں کھانا پینا اور اللہ کا ذکر وشکر کرنا چاہئے، ان میں روزہ رکھنا ضیافت الٰہیہ سے اعراض اور روگردانی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان ایام میں روزہ سے نہی لغیرہ ہے، لعینہ نہیں ہے۔

☆اگر کسی نے ایام منہیہ میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو صحیح یہ ہے کہ نذر منعقد ہوجائیگی اور اس کا حکم یہ ہے کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے، ان کے علاوہ دنوں میں قضاء کرلے۔

صحیح مسلم میں زیاد بن جبیر کی روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی، وہ دن اتفاق سے عیدالاضحٰی یا عیدالفطر کا نکلا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پورا کرنے کا امر فرمایا ہے اور نبی علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ اس دن کے علاوہ میں قضاء کرلو، اس طرح اللہ کا حکم بھی پورا ہوجائے گا اور نہی کا ارتکاب بھی نہ ہوگا۔

☆یہ نذر تو اس لئے صحیح ہے کہ نفس نذر طاعت وعبادت ہے اور ان دنوں میں روزے سے نہی لغیرہ ہے، لعینہ نہیں ہے، اس کے برخلاف اگر کسی نے ان دنوں میں نفلی روزہ شروع کیا پھر توڑ دیا تو اس کی قضاء ضروری نہیں ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان دنوں میں نفل روزہ شروع کرنا خود معصیت اور گناہ ہے۔

☆مذکورہ دنوں میں روزے کی نذر منع ہے خواہ صراحۃً اس کی نذر ہو جیسے یوں کہا

کہ ’’میں ایام تشریق یا عید کے ایام میں روزہ رکھوں گا‘‘ یا صراحۃً نہ ہو بلکہ تبعاً ہو جیسے یوں کہا کہ ’’میں کل روزہ رکھوں گا‘‘ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عید کا دن ہے یا یوں کہا کہ ’’آئندہ جمعہ روزہ رکھوں گا‘‘ بعد میں پتہ چلا کہ وہ عید کا دن ہے یا یوں کہا کہ ’’میں اس پورے سال روزہ رکھوں گا‘‘ یا یہ کہا کہ ’’ایک سال مسلسل روزے رکھوں گا‘‘ یا ’’ہمیشہ روزے رکھوں گا‘‘ ان تمام صورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان دنوں کی نذر منعقد ہو جائیگی، بعد میں قضاء ضروری ہے۔

☆مذکورہ دنوں کا روزہ چھوڑنا ضروری ہے یا افضل ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان دنوں کا روزہ چھوڑنا اور بعد میں قضاء کرنا ضروری ہے کیونکہ حدیث میں ان دنوں کے روزے سے صراحۃً منع کیا گیا ہے۔

☆اگر ان دنوں میں نذر کے روزے رکھ لئے تو گناہگار ہے لیکن نذر پوری ہو جائیگی، نذر اس لئے پوری ہوگی کہ آئندہ آنے والے اصول کے مطابق یہاں التزام اور وجوب ناقص تھا، اسی طرح اداء بھی ناقص ہوا ہے۔

اصول:

ایک عبادت کا وجوب ہوتا ہے اور ایک اداء۔ وجوب کبھی کامل ہوتا ہے اور کبھی ناقص، اسی طرح اداء کبھی کامل ہوتا ہے اور کبھی ناقص ۔ اصول یہ ہے کہ ادا ء کمال ونقص میں وجوب کے برابر یا اس سے اعلیٰ ہونا چاہئے اس سے کم نہ ہونا چاہئے، اس اصول کے مطابق چار صورتیں بنتی ہیں ۔

(۱) وجوب کامل ہو اور اداء بھی کامل ہو تو ادائیگی ہو جائیگی۔ جیسے ایام منہیہ کے علاوہ دنوں میں روزے کی نذر مانی اور انہی دنوں میں سے کسی دن روزہ رکھ لیا۔

(۲) وجوب ناقص ہو اور اداء بھی ناقص ہو تو بھی ادائیگی ہو جائیگی جیسے ایام منہیہ میں روزہ رکھنے کی نذر مانی اور ایام منہیہ میں ہی روزہ رکھا، ان دونوں صورتوں میں اداء

وجوب کے برابر ہے۔

(۳) وجوب ناقص ہو اور اداء کامل ہو تو بھی ادائیگی ہو جائیگی جیسے ایام منہیہ میں روزہ کی نذر مانی اور دوسرے ایام میں روزہ رکھ لیا۔اس صورت میں اداء وجوب سے اعلیٰ ہے۔

(۴) وجوب کامل ہو اور اداء ناقص ہو تو ادائیگی درست نہ ہوگی کیونکہ اداء وجوب سے کم درجہ کا ہے۔ جیسے ایام منہیہ کے علاوہ کسی دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور ایام منہیہ میں روزہ رکھا۔

☆مذکورہ تفصیل اس وقت ہے کہ اس نے خود ایام منہیہ کی نذر مانی ہے یا معین سال کی نذر سال کے شروع میں یا ایام منہیہ سے پہلے مانی ہے۔

☆اگر کسی نے ایام منہیہ گزرنے کے بعد معین سال کی نذر مانی تو ایام منہیہ کی قضاء ضروری نہ ہوگی، باقی سال کے روزے رکھے گا۔ مثلاً اگر کسی نے چودہ ذوالحجہ کو نذر مانی کہ" میں اس پورے سال روزہ رکھوں گا" تو سال چونکہ تیس ذوالحجہ کو ختم ہوجاتا ہے،اس لئے پندرہ ذوالحجہ سے تیس ذوالحجہ تک کے صرف سولہ روزے رکھنے ہوں گے۔

☆اگر دس شوال کو کہا کہ" میں اس پورے سال روزہ رکھوں گا" تو گیارہ شوال سے ۳۰ ذوالحجہ تک رکھے گا، یکم محرم سے دس شوال تک رکھنا واجب نہیں اور نہ ان کی قضاء ہے، ہاں عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق کی نذر منعقد ہوچکی ہے، اس لئے ان دنوں میں روزہ افطار کر لے اور بعد میں اتنے دن قضاء کر لے۔

پورے سال کی نذر اور اس کی صورتیں

پورے سال کی نذر ماننے کی کل چار صورتیں ہیں، کیونکہ وہ کسی معین سال کی نذر مانے گا یا غیر معین کی پھر ان میں سے ہر ایک میں لگا تار اور تسلسل کی قید لگائے گا یا نہیں ؟ اس طرح چار صورتیں ہوئیں۔

(۱) معین سال کی نذر مانی اور تسلسل کی قید بھی لگادی مثلاً یوں کہا کہ" میں ۱۴۳۰ کو

مسلسل روزہ رکھوں گا۔

(۲) معین سال کی نذر مانی اور تسلسل کی قید نہیں لگائی مثلاً کہا کہ "میں ۱۴۳۱ کو روزہ رکھوں گا"۔

(۳) غیر معین سال کی نذر مانی اور تسلسل کی قید لگا دی مثلاً یوں کہا کہ "میں ایک سال مسلسل روزہ رکھوں گا"۔

(۴) غیر معین سال کی نذر مانی اور تسلسل کی قید نہ لگائی مثلاً کہا کہ "میں ایک سال روزہ رکھوں گا"۔

پہلی اور دوسری صورت کا حکم:

ان دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ گیارہ مہینوں کا روزہ واجب ہوگا، رمضان کا واجب نہ ہوگا، اور ایام منہیہ کا بھی واجب ہوجائے گا البتہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھے بلکہ بعد میں قضاء کرے، دوسری صورت میں قضاء خواہ سال کے اختتام پر متصل کرے یا وقفہ کے ساتھ کرے اسے اختیار ہے۔ پہلی صورت میں اس نے تسلسل کی قید لگائی ہے لیکن ایک معین سال کے روزے مسلسل ہی ہوتے ہیں، اس لیے یہ قید لغو ہے لیکن قضاء کرتے وقت سال کے اختتام پر متصل قضاء کرے گا۔ (تقریرات رافعی ۱۵/۲)

اگر ایام منہیہ میں بھی روزے رکھ لئے تو بھی ادا ہوجائیں گے کیونکہ یہاں وجوب اور اداء دونوں ناقص ہوں گے، ان دونوں صورتوں میں اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا اور تسلسل ختم کردیا تو سارے روزوں کا نئے سرے سے رکھنا ضروری نہیں، صرف چھوڑے روزوں کی قضاء کرے گا۔ کیونکہ ان میں تسلسل تعین وقت کی وجہ سے ہے، اس کے التزام کی وجہ سے نہیں، نیز صرف چھوڑے دنوں کی قضاء کرنے میں یہ ہوگا کہ چند روزے غیر وقت میں ادا ہوں گے، اگر سب کو لوٹا یا جائے تو سب روزے غیر وقت میں ادا ہوں گے، لہٰذا صرف چھوڑے روزوں کی قضاء کرے گا۔ البتہ پہلی صورت میں قضاء سال کے

اختتام پر متصل کرے گا اور دوسری صورت میں منفصل بھی کرسکتا ہے۔

تیسری صورت کا حکم:

اس صورت میں بھی گیارہ مہینوں کا روزہ واجب ہے، رمضان کا واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک سال تسلسل سے روزہ رکھا جائے اور درمیان میں رمضان نہ آئے، اس لئے وہ گیارہ مہینوں کا روزہ تسلسل سے رکھے گا، درمیان میں اگر ایک روزہ بھی افطار کرلیا تو سب روزے دوبارہ رکھے گا، اگر پورے روزے رکھ لئے لیکن آخری رہ گیا تو بھی نئے سرے سے رکھے گا، البتہ درمیان میں رمضان اور ایام منہیہ کا روزہ چھوڑ دے، یہ عذر شرعی ہے، یہ تسلسل کے منافی نہ ہوگا۔ بعد میں سال ختم ہوتے ہی مسلسل پانچ روزے قضاء کر دے کیونکہ اس نے تسلسل کی قید لگائی ہے، اسے حتی الامکان پورا کرنا چاہئے۔

مسئلہ:

مذکورہ تینوں صورتوں میں رمضان کے حق میں نذر منعقد نہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس نے رمضان کے مہینے کو پا بھی لیا ہو، اگر رمضان کے مہینے کو پایا ہی نہیں، اس کے آنے سے قبل فوت ہوگیا تو اس صورت میں اس پر مزید ایک ماہ کے فدیہ کی وصیت ضروری ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اس نے رمضان پالیا تو خود رمضان کے روزے فرض ہوگئے اور نذر لغو ہوئی لیکن جب رمضان ہی نہ پایا تو رمضان کے روزے فرض نہ ہوئے، اس لئے نذر کے روزے واجب ہوگئے اور اس صورت میں رمضان اور غیر رمضان کا کوئی فرق نہ رہا۔

چوتھی صورت کا حکم

اس صورت میں بارہ مہینوں کا روزہ لازم ہوگا۔ کیونکہ سال بارہ مہینوں کا نام ہے اور بغیر تسلسل کے بارہ ماہ اس طرح روزہ رکھنا ممکن ہے کہ درمیان میں رمضان اور ایام منہیہ نہ آئیں، لہذا اس پر لازم ہے کہ کوئی سے بارہ مہینے روزہ رکھ لے، اگر کسی معین سال روزہ رکھنا شروع کردیا تو رمضان اور ایام منہیہ کا روزہ چھوڑ دے، بعد میں پینتیس دن قضاء کرلے۔ تیس دن رمضان کے اور پانچ دن ایام منہیہ کے۔ مناسب یہ ہے کہ سال کے اختتام پر متصل قضاء کرے لیکن اگر متصل نہ رکھے تو صحیح قول کے مطابق ادائیگی پھر بھی درست ہے، اس صورت میں اگر ایام منہیہ کے روزے رکھ لیئے تو جائز نہیں، اس سے نذر ادا نہ ہوگی، بعد میں اعادہ ضروری ہے۔ کیونکہ جب غیر معین سال کی نذر مانی تو ان ایام منہیہ کی نذر نہ ہوئی، مطلق دنوں کی ہوئی اور وجوب کامل ہوا، اس لئے اداء ناقص کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ:

مذکورہ تمام صورتوں میں خواہ گیارہ ماہ کا روزہ واجب ہو یا بارہ ماہ کا اتنے ہی ماہ روزہ رکھنا ضروری ہے، خواہ مہینہ انتیس کا ہوجائے، ہر مہینہ کا تیس دن پر مشتمل ہونا ضروری نہیں ہے۔

☆ اگر عورت آئسہ یا ممتدہ الطہر ہو تو اس کے بھی وہی احکام ہیں جو مرد کے ہیں اور اگر حائضہ ہے تو چاروں صورتوں میں ایام حیض میں روزہ چھوڑ دے، یہ شرعی عذر ہے جو تسلسل کے منافی شمار نہ ہوگا البتہ جب بعد میں قضاء کرنا ہو تو تیسری صورت میں تسلسل سے قضا ضروری ہے، اسی طرح سال کے اختتام پر متصل قضا ضروری ہے، ایام نفاس تسلسل سے مانع ہیں یا نہیں؟ اس کا حکم یہ ہے کہ تیسری صورت میں یہ ممکن ہے کہ عورت کسی بھی سال اس طرح تسلسل سے روزہ رکھے کہ درمیان میں ایام نفاس پیش نہ آئیں، اس لئے

اس میں ایام نفاس تسلسل سے مانع ہیں، اگر درمیان میں ایام نفاس آگئے تو تسلسل ٹوٹ جائے گا اور سب کا اعادہ ضروری ہوگا۔ پہلی، دوسری اور چوتھی صورت میں نفاس اور حیض کا کوئی فرق نہیں ہے۔ چوتھی میں ویسے بھی تسلسل کی قید نہیں اور پہلی دو میں تسلسل کا وجوب التزامِ ناذر کی وجہ سے نہیں بلکہ وقت کی وجہ سے ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ سال بھر میں حائضہ کا حیض آنا یقینی ہے، اس لئے سال کے ایام حیض کی نذر درست نہیں ہونا چاہئے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حائضہ کا بھی سال میں حیض پیش آنا یقینی نہیں ہے حتی کہ معتادہ کا بھی یقینی نہیں ہے، حیض کی عادت بدل سکتی ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ استقرار حمل ہوجائے اور حیض منقطع ہوجائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ممتدۃ الطہر بنِ جائے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سن ایاس میں داخل ہوجائے۔

متفرع مسائل

اسی اصول پر مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں۔

☆کسی عورت نے نذر مانی کہ میں کل روزہ رکھوں گی اور کل کا دن حیض کا ہوتو اس پر روزہ لازم ہے، اگر حیض نہ آیا تو رکھ لے اور اگر حیض آگیا تو بعد میں قضاء کر لے۔

☆کسی عورت نے کہا کہ جس دن میرا بیٹا واپس آئے گا، اس دن میں روزہ رکھوں گی پھر جس دن بیٹا آیا اس دن وہ حائضہ تھی تو اس پر بعد میں قضاء لازم ہے۔

☆کسی عورت نے کہا میں اس جمعرات کو روزہ رکھوں گی پھر جمعرات کو وہ حائضہ ہوگئی تو بعد میں قضاء ضروری ہے۔

☆حائضہ کے حیض کے دن باقی تھے، اسی دوران اس نے نذر مانی کہ میں کل روزہ رکھوں گی، تو کل تک اگر حیض ختم نہ ہوا ہو تو اس پر قضاء ضروری ہے۔

☆مذکورہ احکام نفاس کے بھی ہیں، مثلاً ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور نفاس جاری تھا، اس نے کہا میں کل روزہ رکھوں گی، تو کل اگر نفاس ختم نہ ہوا ہو تو اس کی بعد میں قضاء ضروری ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ۲/۴۰۴)

مہینہ کی نذر اور اس کی صورتیں

اس کی بھی مذکورہ چار صورتیں ہیں۔ کیونکہ مہینہ متعین کیا ہوگا یا نہیں پھر دونوں صورتوں میں تسلسل کی قید لگائی ہوگی یا نہیں۔ اس طرح چار صورتیں ہوئیں۔

(۱) مہینہ متعین کیا ہو اور تسلسل کی قید بھی لگائی ہو مثلاً کہا کہ" میں آئندہ صفر کے مہینے میں مسلسل روزہ رکھوں گا"

(۲) مہینہ متعین کیا ہو لیکن تسلسل کی قید نہ لگائی ہو مثلاً کہا کہ" میں آئندہ صفر کے مہینے میں روزہ رکھوں گا"

(۳) مہینہ متعین نہیں کیا اور تسلسل کی قید لگا دی مثلاً کہا کہ" میں ایک ماہ مسلسل روزہ رکھوں گا"

(۴) نہ مہینہ متعین کیا اور نہ تسلسل کی قید لگائی مثلاً کہا کہ" میں ایک ماہ روزہ رکھوں گا"۔

مسئلہ:

تسلسل کی زبان سے تصریح کرنا ضروری نہیں ہے اگر نیت بھی کر لی تو بھی کافی ہے۔

پہلی اور دوسری صورت کا حکم:

ان دونوں صورتوں میں مسلسل ایک ماہ روزہ رکھنا واجب ہے، اگر درمیان میں کوئی روزہ افطار کرلیا تو مہینہ ختم ہونے پر متصل قضاء کرے۔ اگر متصل قضاء نہ کئے تو بھی درست ہے، یہاں تسلسل کا حکم ہے لیکن کوئی روزہ چھوڑنے کی صورت میں نئے سرے سے نہیں رکھے گا، صرف چھوڑے روزے رکھے گا۔ کیونکہ اگر صرف وہی روزے قضاء کرے جو اس نے چھوڑے ہیں تو بعض روزے اپنے وقت کے علاوہ میں ادا ہوں گے اور قضاء شمار ہوں گے اور اگر سب کا اعادہ کرے تو سب کا غیر وقت میں ادا ہونا لازم آئے گا۔

فی التاتار خانیة(۲/ ۴۰۲) ولو قال "للّٰہ علی ان اصوم هذا الشهر متتابعا فافطر یوما منه لا یلزمه الاستقبال۔

یہی حکم عورت کا ہے البتہ اگر کوئی مرد بلا عذر شرعی کے درمیان میں افطار کرتا ہے تو گناہگار ہوگا لیکن اگر عورت حیض کی وجہ سے افطار کرے تو گناہ نہ ہوگا۔

☆اور اگر شوال یا ذوالحجہ کے روزے کی نذر مانی تو مرد اور عورت دونوں پر ایام منہیہ کا روزہ افطار کرنا ضروری ہے، بعد میں قضاء کر لے، یہ افطار عذر کی وجہ سے ہے، اس لئے گناہ بھی نہیں تاہم اگر ان کے روزے بھی رکھ لئے تو ادائیگی ہو جائیگی کیونکہ وجوب اور اداء دونوں ناقص ہیں۔

تیسری صورت کا حکم:

اس بارے میں مرد وعورت کا فرق ہے۔ مرد کے لئے مسلسل ایک ماہ روزہ رکھنا ممکن ہے، اس لیے وہ شوال اور ذوالحجہ (جن میں ایام منہیہ آتے ہیں) کے علاوہ کسی مہینے مسلسل روزے رکھے گا ،اگر درمیان میں کوئی دن افطار کرلیا تو روزے نئے سرے سے رکھنا ضروری ہے ،سال اور مہینے میں بنیادی فرق یہی ہے کہ مہینہ کے روزوں میں ایام

منہیہ سے بچنا ممکن ہے اور سال کے روزوں میں بچنا ممکن نہیں۔

☆اس صورت میں اگر ایام منہیہ کا روزہ رکھ لیا تو بھی کافی نہیں ہے کیونکہ وجوب کامل ہے اور اداء ناقص، اس لئے نئے سرے سے اعادہ ضروری ہے۔

☆عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کا طہر اگر ایک ماہ یا اس سے زیادہ ہوتا ہو تو اس کے لیے بھی تسلسل ضروری ہے، اگر درمیان میں افطار کیا تو اعادہ ضروری ہے اور اگر طہر ایک ماہ سے کم کا ہو تو باقی لگاتار رکھے البتہ حیض کے ایام میں افطار کر لے اور مہینہ ختم ہوتے ہی متصل قضاء کر لے اور عورت کے لئے یہ ممکن ہے کہ ایسے مہینے میں مسلسل روزہ رکھے جس میں ایام نفاس نہ آئیں، اس لئے اگر ایام نفاس آگئے تو تسلسل ٹوٹ جائے گا اور ایام منہیہ سے بچنا چونکہ اختیار میں ہے، اس لئے اس بارے عورت اور مرد کا حکم ایک ہے۔

مسئلہ:

ان تینوں صورتوں میں مہینہ سے چاند کا مہینہ مراد ہے عددی نہیں یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھ لے خواہ وہ انتیس دن کا ہو، تیس دن ہونا ضروری نہیں۔

چوتھی صورت کا حکم:

اس صورت میں کسی بھی عددی مہینہ کا روزہ رکھنا واجب ہے یعنی تیس دن روزہ رکھنا ضروری ہے، اسے اختیار ہے چاہے لگاتار رکھے اور اگر چاہے تو متفرق رکھے، یہ حکم مرد و عورت دونوں کا ہے۔

کئی ایام کی نذر ماننا

اس کی بھی کل چار صورتیں ہیں کیونکہ اس نے دن متعین کئے ہوں گے یا نہیں دونوں صورتوں میں تسلسل کی قید لگائی ہوگی یا نہیں، اس طرح کل چار صورتیں ہوئیں۔

(۱) ایام بھی متعین کیے اور تسلسل کی قید بھی لگائی ہو مثلاً کہا کہ" میں دس محرم سے بیس محرم تک دس دن مسلسل روزہ رکھوں گا"۔

(۲) ایام متعین کئے لیکن تسلسل کی قید نہ لگائی جیسے کہا کہ" میں دس محرم سے بیس محرم تک دس دن روزہ رکھوں گا"۔

(۳) ایام متعین نہیں کئے اور تسلسل کی قید لگا دی مثلاً کہا کہ" میں دس دن مسلسل روزہ رکھوں گا"۔

(۴) نہ ایام متعین کئے اور نہ تسلسل کی قید لگائی جیسے کہا" میں دس دن روزہ رکھوں گا"۔

احکام:

چاروں صورتوں میں اس پر دس روزے واجب ہیں، آخری صورت میں یکجا بھی رکھ سکتا ہے اور متفرق بھی اور پہلی تین صورتوں میں مسلسل رکھے گا، اگر تسلسل ٹوٹ گیا تو تیسری صورت میں سب کا اعادہ مسلسل ضروری ہے اور پہلی دونوں صورتوں میں اعادہ ضروری نہیں ہے۔

عورت کا حکم:

مذکورہ حکم عورت کا بھی ہے، نیز مدت حیض زیادہ سے زیادہ چونکہ دس دن ہے، اس لئے اگر عورت نے بیس دن یا اس سے کم کی نذر مانی تو اس کے اور مرد کے احکام

میں کوئی فرق نہ ہوگا البتہ اگر بیس دن سے زیادہ کی نذر مانی تو اس کے اور مرد کے احکام میں وہی فرق ہوگا جو مہینہ کی نذر کی تفصیل میں گزرا ہے۔

ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر

اگر کسی نے عمر بھر اور ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مان لی تو نذر منعقد ہو جائیگی البتہ ایسی نذر ماننے سے گریز کرنا چاہئے، اب اس پر لازم ہے کہ جب تک زندہ ہے روزے رکھتا رہے البتہ رمضان کا روزہ فرض کے طور پر ادا ہوگا اگرچہ وہ نذر کی نیت سے ادا کرے، کیونکہ رمضان کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور ایام منہیہ کی نذر منعقد ہو جاتی ہے۔ البتہ اسے اختیار ہے ان ایام کا روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ان دنوں میں افطار کر لے اور ہر دن کے عوض صدقہ فطر کے برابر فدیہ دے دے، ان کے علاوہ روزوں کا باقاعدگی سے رکھنا ضروری ہے، بلا عذر روزہ چھوڑنا سخت گناہ ہے اور اس کی قضاء کی بھی کوئی صورت نہیں ہے، اس کا بدل صرف فدیہ ہے، ہاں اگر شیخ فانی بن گیا یا کسی وجہ سے مزید رکھنے کی طاقت نہ رہی یا اس کا کام اور مشغلہ بہت سخت ہے، اب روزے نہیں رکھ سکتا تو چھوڑ دے گناہ نہیں اور سب کا کفارہ دے دے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اللہ تعالٰی کے حضور توبہ و استغفار کرے۔

واضح رہے کہ عاجز ہونے کی صورت میں کیا فدیہ دے گا؟ بعض کتب میں ہر دن کے عوض صدقہ فطر لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس پر سب روزوں کی طرف سے کفارہ قسم ہے یعنی دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلا دے، اس کی تفصیل عنوان ''نذر اور کفارہ'' کے تحت آنے والی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(تاتارخانیہ ۴۰۹/۲)

دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کی نذر کا حکم

اگر کسی نے جمع کے الفاظ میں نذر مانی مثلاً کہا کہ ''میں کئی دن روزہ رکھوں گا''

یا کئی ہفتے یا مہینے یا سال روزہ رکھوں گا" تو جمع کا مصداق کم از کم تین ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، اس لئے اس کی نیت کو دیکھا جائے گا، اس نے جتنے دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کی نیت کی ہو اتنا روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر اس نے کوئی نیت نہ کی ہو تو اس پر بالترتیب تین دنوں، تین ہفتوں، تین مہینوں اور تین سالوں کا روزہ واجب ہے۔

ہفتہ کی نذر ماننے کا حکم:

ہفتہ کا اطلاق ایک خاص دن پر بھی ہوتا ہے یعنی وہ دن جو جمعہ کے بعد اور اتوار سے پہلے ہے اور سات دنوں کے مجموعے پر بھی، اگر کسی نے ہفتہ روزہ رکھنے کی نذر مانی تو اس پر کتنے روزے واجب ہوں گے؟ اس کا محقق جواب یہ ہے کہ ناذر کے الفاظ سے معنیٰ کی تعیین کی جائے گی، مثلاً اگر اس نے کہا " میں ایک ہفتہ روزہ رکھوں گا" تو ان الفاظ سے متعین ہو جاتا ہے کہ سات دن روزہ رکھے گا اور اگر یوں کہا" میں ہفتے کو روزہ رکھوں گا" تو اس سے تعیین ہوگئی کہ ایک مخصوص دن رکھے گا۔

واضح رہے کہ اس بارے کتب فقہ میں بحث ملتی ہے لیکن وہ لفظ جمعہ کے بارے ہے، عربی میں جمعہ کا اطلاق خاص دن پر بھی ہوتا ہے اور سات دنوں پر بھی لیکن اردو میں ہفتہ کا لفظ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے نیز عربی میں پہلے نیت کا اعتبار کیا ہے اس کے بعد اغلب معنیٰ پر محمول فرمایا ہے لیکن اردو میں الفاظ کی ترکیبی ہیئت سے کسی نہ کسی معنیٰ کی تعیین خود بخود ہو جاتی ہے۔

رمضان کی طرح ایک ماہ روزہ رکھنے کی نذر کا حکم:

اگر کسی نے نذر مانتے ہوئے کہا" میں رمضان کی طرح ایک ماہ روزہ رکھوں گا" یعنی رمضان کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ تشبیہ ومماثلت تین چیزوں میں ممکن ہے۔ (۱)

تسلسل میں (ج۲) عدد ومقدار میں (۳) نفس وجوب میں۔ اس لیے ناذر سے اس کی نیت پوچھی جائیگی، اگر وہ تسلسل میں مماثلت کی نیت کرتا ہے تو اس پر ایک ماہ مسلسل روزہ رکھنا واجب ہوگا اور اگر اس نے عدد ومقدار میں مماثلت کی نیت کی ہے یا نفس وجوب میں مماثلت کی نیت کی ہے یا کوئی نیت نہیں کی تو ان تینوں صورتوں میں تیس دن روزہ رکھنا واجب ہے، خواہ لگا تار رکھے خواہ متفرق طور پر رکھے، اسے اختیار حاصل ہے۔ (الہندیہ ۲۳۱/۱)

جس دن فلاں آئے اس دن روزہ رکھوں گا

کسی نے یہ نذر مانی کہ" جس دن میرا فلاں رشتہ دار بیٹا بھائی وغیرہ آئے اس دن میں روزہ رکھوں گا" تو اس کے احکام یہ ہیں۔

☆اس دن ناذر نے کچھ کھا پی لیا تھا،اس کے بعد فلاں آیا تو اس پر روزہ واجب نہیں۔

☆عورت نے نذر مانی تھی اور اسے حیض شروع ہوگیا،اس کے بعد آیا تو روزہ رکھنا واجب نہیں ۔

☆اگر زوال کے بعد وہ آئے تو بھی روزہ واجب نہیں ہے(الہندیہ) کیونکہ ان صورتوں میں معین دن میں روزہ ممکن نہیں رہا ،علامہ شامی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ یہاں نذر معلق ہے اور نذر میں سبب کا تحقق شرط پائے جانے کے بعد ہوتا ہے،گویا مطلب یہ ہوا کہ حیض آنے یا کھانا کھانے کے بعد وہ کہتا ہے کہ آج میں روزہ رکھتا ہوں، اور یہ محال ہے ،اس لئے اس میں کوئی قضاء نہیں (۴۳۸/۲)

☆اگر وہ رمضان میں آیا تو بھی اس کی قضاء لازم نہیں، کیونکہ رمضان کا روزہ پہلے سے فرض ہے۔الدرالمختار (۴۳۸/۲)

☆اگر وہ رات کو آیا تو بھی روزہ واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے دن کا لفظ بولا ہے اور اس کے ساتھ ایسی چیز (روزہ) کو متعلق کیا ہے جو دن کے ساتھ خاص بھی ہے اس

لئے اس سے دن کا حقیقی معنی ہی مراد ہوگا۔(تاتارخانیہ ۲/۴۰۴)

☆ہاں اگر زوال سے پہلے آگیا اور ناذر نے کھایا پیا نہیں اور حیض بھی پیش نہیں آیا تو اس دن روزہ رکھنا واجب ہے، اگر نہ رکھا تو بعد میں قضاء ضروری ہے۔

☆اگر ایام منہیہ میں کسی دن آیا تو نذر لازم ہے، بعد میں قضاء کرے، اگر ان دنوں میں بھی رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

☆اگر وہ ایسے دن آیا جس میں ناذر نے کفارہ یا نفلی روزہ رکھا تھا تو اس سے کفارہ یا نفل کا روزہ ادا ہوگیا، بعد میں نذر کی قضاء ضروری ہے۔(تاتارخانیہ ۲/۴۰۶)

☆اگر کسی نے یوں کہا کہ "جس دن فلاں آئے گا میں ہمیشہ اس دن روزہ رکھوں گا" تو اس پر اسی دن ہمیشہ روزہ رکھنا واجب ہوجائے گا مثلاً اگر وہ سوموار کو آتا ہے تو زندگی بھر ہر سوموار کو روزہ رکھنا ہوگا۔(الشامیہ ۲/۴۳۸)

☆اگر کسی نے کہا کہ "جس دن فلاں آئے گا میں اس دن سے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھوں گا" پھر وہ شعبان کے آخری کسی دن میں آیا تو وہ شعبان کے باقی دنوں کا روزہ رکھ لے پھر رمضان کے روزے رکھ لے اور جتنے دن باقی ہیں اتنے دنوں کی رمضان کے متصل بعد قضاء کرلے۔تاتارخانیہ(۲/۴۰۶)

☆اگر کسی نے کہا کہ "جس دن فلاں آئے گا میں اس دن روزہ رکھوں گا" اور ساتھ یہ بھی کہا کہ "جس دن فلاں مریض ٹھیک ہوگا میں اس دن ہمیشہ روزہ رکھوں گا" پھر ہوا یوں کہ جس دن فلاں آیا اسی دن مریض بھی ٹھیک ہوگیا تو اس پر اس دن کا روزہ ہمیشہ کے لیے لازم ہوگیا، اس کے علاوہ اس پر کچھ بھی نہیں۔(ایضا)

میں آج روزہ رکھتا ہوں:

اگر کسی نے نذر مانتے ہوئے یہ کہا کہ میں آج روزہ رکھتا ہوں، تو دیکھا جائے گا کہ اس نے یہ بات کس وقت کہی ہے، اگر صبح صادق سے پہلے کہا ہے تو اس دن روزہ رکھنا ضروری ہے اور اگر صبح صادق کے بعد اور زوال سے پہلے کہا ہے تو اگر ابھی تک اس

نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اس پر اس دن روزہ لازم ہوگیا، اسی وقت سے رکھ لے اور اگر کچھ کھا پی چکا ہے تو نذ منعقد نہیں ہوئی اور اگر زوال کے بعد کہا ہے تو بھی نذر منعقد نہیں ہوئی اگرچہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ (تاتارخانیہ ۲/۴۰۰ مع التفصیل)

☆اگر کہا کہ" میں اس رمضان کا روزہ ایک بار یا دو بار رکھوں گا" تو اس سے نذر منعقد نہ ہوگی، رمضان کا روزہ پہلے سے فرض ہے اور ایک رمضان کے روزے دو مرتبہ رکھنا ممکن نہیں ہے۔ (الشامیہ ۶/۳۴۳۔ کتاب الاضحیہ)۔

نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہوجائے تو وصیت کا حکم۔

کسی نے روزہ رکھنے کی نذر مانی اور پہلے انتقال ہوگیا تو کیا اس پر فدیہ کی وصیت واجب ہے یا نہیں؟ ورثاء اس کے مال سے فدیہ دیں گے یا نہیں؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ معین ایام کے روزے کی نذر مانی ہوگی یا غیر معین ایام کی؟

(الف) اگر غیر معین ایام کی نذر مانی ہو مثلاً کہا کہ" میں ایک ماہ روزہ رکھوں گا" تو اس کے احکام یہ ہیں۔

☆اگر ناذر مریض تھا اور حالتِ مرض میں نذر مانی اور صحتیاب ہونے سے پہلے فوت ہوگیا تو اس پر کفارہ کی وصیت نہیں ہے۔

☆اگر صحتیاب ہوگیا تھا خواہ ایک دن کے لئے ہو یا زیادہ دنوں کے لئے اور کوئی روزہ نہ رکھا تو اس میں اختلاف ہے۔ شیخینؒ کے ہاں اس پر پورے مہینے کی وصیت ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، یہ حضرات مریض کو صحیح پر قیاس کرتے ہیں جس کا حکم آگے آرہا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جتنے دن وہ صحتیاب رہا اور روزہ رکھ سکتا تھا لیکن نہیں رکھا، صرف اتنے دنوں کے فدیہ کی وصیت ضروری ہے، مثلاً اگر دس دن تندرست رہا تو دس دن کی وصیت ضروری ہے باقی بیس کی ضروری نہیں اور اگر پندرہ دن تندرست رہا تو پندرہ دن کی وصیت ضروری ہے باقی پندرہ کی ضروری نہیں ہے، وہ اسے قضاء رمضان پر قیاس کرتے ہیں کہ مریض نے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور بعد میں

صحتمند ہوا پھر انتقال ہوا تو جتنے دن تندرست رہا ہے اور روزے نہیں رکھے اتنے دنوں کی وصیت ضروری ہے، سب کی نہیں، یہی حکم نذر کا ہونا چاہئے۔

شیخین رحمہا اللہ تعالیٰ کے مسلک کی دو تخریجیں کی گئی ہیں۔

(۱) پہلی تخریج یہ ہے کہ اس کو ایک دن کی مہلت مل گئی تھی اور اس دن میں ایام نذر کے تیس دنوں میں سے ہر دن کے روزے کی صلاحیت موجود تھی یعنی اگر چاہتا تو پہلا روزہ بھی رکھ سکتا تھا اور اگر چاہتا تو پانچواں بھی، دسواں بھی لیکن اس نے کوئی روزہ نہیں رکھا تو گویا وہ سب روزوں پر قادر تھا لیکن رکھے نہیں، اس لئے سب کی وصیت لازم ہے اور یہ ایسے ہے جیسے پورے مہینے تندرست رہتا اور روزہ نہ رکھتا تو سب کی وصیت لازم تھی۔

(۲) دوسری تخریج یہ ہے کہ النذر یلزم فی الذمة الساعة ولا یشترط امکان الاداء یعنی اصول یہ ہے کہ نذر ماننے سے وہ اسی وقت ذمہ میں لازم ہوجاتی ہے اور اس کے لیے امکان اداء شرط نہیں ہے، اس لئے ایک ماہ کی نذر مانتے ہی اس پر نذر لازم ہوگئی تھی اگرچہ ادائیگی کا موقعہ نہ ملا ہو۔

ثمرہ اختلاف تخریج:

ان دو مختلف تخریجوں کا ثمرہ دو مسئلوں میں ظاہر ہوگا۔

(۱) مریض جتنے دن صحت یاب رہا تھا، اگر اتنے دن اس نے روزہ رکھ لیا مثلاً ایک دن صحت یاب ہوا تھا اور اس نے وہ روزہ رکھ لیا تو پہلی تخریج کے مطابق اس پر باقی انتیس دنوں کی وصیت لازم نہیں ہے، کیونکہ اس دن میں تیس روزوں میں ہر ایک کی صلاحیت موجود تھی لیکن اس نے پہلا رکھ لیا ہے، اس لیے سب کی صلاحیت ختم ہوگئی اور دوسری تخریج کے مطابق باقی انتیس دنوں کی وصیت ضروری ہے کیونکہ نذر ماننے ہی لازم ہو چکے تھے۔

(۲) رات کو نذر مانی اور رات ہی کو انتقال ہوگیا تو پہلی تخریج کے مطابق وصیت ضروری نہیں ہے کیونکہ اسے ایک دن بھی نہیں ملا کہ جس کی وجہ سے وہ حکما سب پر قادر شمار ہو اور دوسری تخریج کے مطابق سب کی وصیت لازم ہے کیونکہ ابتداءِ نذر سے تمیں روزے لازم ہوگئے تھے۔

بدائع الصنائع وغیرہ میں پہلی تخریج کو ہی ذکر فرمایا ہے جس میں اشارہ ہے کہ وہی صحیح ہے۔

قیاس کا جواب:

امام محمد رحمہ اللہ نے نذر کو قضاءِ رمضان پر قیاس فرمایا ہے، شیخین رحمہما اللہ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قضاء رمضان اور نذر میں فرق ہے کیونکہ نذر فی الحال لازم ہوجایا کرتی ہے جس کی وضاحت آچکی ہے اور قضاء کا سبب ادراک العدۃ ہے یعنی موقعہ مل جانا، لہٰذا قضاء رمضان میں مریض کو جتنا موقعہ ملے گا اتنی کی وصیت واجب ہوگی، جتنے دنوں کے قضاء کا موقعہ نہ ملے گا ان کی وصیت واجب نہ ہوگی۔

ترجیح وتطبیق:

احوط قول شیخین رحمہما اللہ کا ہے اور یہی صحیح ہے البتہ دلیل کے اعتبار سے امام محمد رحمہ اللہ کا مسلک راجح ہے۔ جس کی وجوہ یہ ہیں۔

(۱) امام محمد رحمہ اللہ کے قیاس النذر علی قضاء رمضان کا جواب دوسری تخریج کے مطابق دیا گیا ہے حالانکہ دوسری تخریج ضعیف ہے، صحیح تخریج پہلی ہے۔

(۲) خود اس جواب پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ اعتراض نقل فرمایا ہے کہ محققین کے ہاں قضاء کا سبب وہی ہوتا ہے جو اداء کا سبب ہے اور ظاہر ہے کہ اداء کا سبب

شہود شہر یعنی رمضان کا آنا ہے، لہٰذا قضاء کا سبب بھی شہود رمضان ہوا اور وہ آ کر گزر بھی چکا ہے، اس لئے مریض کو موقعہ نہ ملنے کے باوجود بھی وصیت لازم ہونی چاہئے پھر علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کا جواب بھی ''النہر الفائق'' میں دیا گیا ہے لیکن اس میں خفاء ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جواب کافی شافی نہیں ہے۔

(۳) اگر تندرست نے غیر معین نذر مانی مثلاً ایک ماہ کی نذر مانی اور چند دنوں کے بعد انتقال کر گیا اور کوئی روزہ نہیں رکھا تو اس پر بالاتفاق پورے مہینے کی وصیت واجب ہے اور اگر بقدر موقعہ روزہ رکھ لیا مثلاً پانچ دن کا موقعہ ملا اور اس نے پانچ روزے رکھ لئے تو کیا باقی پچیس کی وصیت ضروری ہے؟ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو مریض کے بارے گزر چکی ہے یعنی تخریج اول کے مطابق باقی سب کے فدیہ کی وصیت لازم نہیں ہے اور دوسری تخریج کے مطابق وصیت لازم ہے۔ (الدر مع الشامیہ ۲/۴۳۷)

(ب) اور اگر معین روزے کی نذر مانی مثلاً کہا کہ '' میں رجب کے مہینے میں روزہ رکھوں گا'' تو اس کے احکام یہ ہیں۔

☆ چند دن کے بعد رجب سے پہلے فوت ہو گیا تو امام محمدؒ کے ہاں اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ معین مہینہ اپنے وقت سے پہلے سبب نہیں بن سکتا اور شیخینؒ کے ہاں تخریج اول کے مطابق جتنے دن زندہ رہا ان کے فدیہ کی وصیت ضروری ہے کیونکہ نذر سے فی الحال لزوم متحقق ہو جاتا ہے لیکن اس کے لئے تمکین اور قدرت ضروری ہے لہٰذا جتنے دن کا موقعہ ملا ہے صرف ان کا فدیہ لازم ہے باقی کا نہیں۔ اور تخریج ثانی کے مطابق پورے مہینے کا فدیہ ضروری ہے کیونکہ نذر سے فی الحال بغیر کسی شرط کے لزوم متحقق ہو جاتا ہے، ہاں اگر ادائیگی ممکن نہ ہو تو اس کا بدل موجود ہے یعنی فدیہ دینا۔

☆ جتنے دن زندہ رہا اگر ان دنوں میں روزہ رکھ لیا مثلاً پانچ روزے رکھ کر فوت ہو گیا تو تخریج اول کے مطابق کوئی فدیہ نہیں ہے اور تخریج ثانی کے مطابق باقی ایام کا فدیہ ضروری ہے۔

☆اگر نذر کے بعد ہی فوت ہوگیا موقعہ ہی نہیں ملا تو بھی اس کا یہی حکم ہے یعنی تخریج اول کے مطابق اس پر فدیہ نہیں ہے اور تخریج ثانی کے مطابق پورے مہینے کا فدیہ دینا ضروری ہے۔

☆اگر رجب کا مہینہ آ گیا لیکن وہ مریض تھا، اس کے بعد چند دن تندرست ہوا اور کوئی روزہ رکھے بغیر فوت ہوگیا تو دونوں تخریجوں کے مطابق پورے مہینے کا فدیہ دینا ضروری ہے، دوسری تخریج کے مطابق تو ظاہر ہے کہ نفس نذر سے روزے لازم ہوگئے تھے اور تخریج اول کے مطابق اس لئے کہ جب رجب کا مہینہ گزر گیا اور وہ اس کے بعد تندرست ہوا تو تندرست ہوتے ہی اس پر مطلق ایک ماہ کا روزہ واجب ہوگیا اور اس نے ادا نہیں کیا، اس لئے وصیت ضروری ہے۔ گویا کہ یہاں نذر معین نذر مطلق میں بدل گئی اور نذر مطلق کا یہی حکم ہے کہ اس کے بعد اگر چند دن بھی زندہ رہا تو سب کی وصیت ضروری ہے۔ (الشامیۃ ۴۳۸/۲)

مسئلہ:

نذر معین یعنی رجب کے روزہ کی نذر مانی تو مذکورہ صورتوں میں کفارہ اس لئے واجب ہے کہ اس کے لئے رجب سے پہلے روزہ رکھنا جائز ہوتا ہے۔

مسئلہ:

مذکورہ مسائل میں وصیت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرض الموت میں مبتلا ہوگیا تو وصیت ضروری ہے، اگر اچانک موت واقع ہوگئی تو وصیت ممکن نہیں البتہ ورثاء اس کے مال سے خود فدیہ یا کفارہ دے دیں تو بہتر ہے۔

مسئلہ:

اگر رجب کے روزوں کی نذر مانی لیکن جب رجب آیا تو وہ بیمار تھا تو شرعاً رجب میں افطار کر لے اور بعد میں قضاء کر لے خواہ لگا تار قضاء کرے خواہ متفرق طور پر جیسا کہ رمضان کا حکم ہے کہ اگر رمضان میں بیمار ہو تو روزہ چھوڑ دے، بعد میں قضاء کر لے۔ (الدر ۴۳۸/۲)

☆اگر کسی نے ایک دن میں دو روزے رکھنے کی نذر مانی تو اسے صرف ایک روزہ لازم ہے،اس کے برخلاف اگر کسی نے ایک سال میں دو حجوں کی نذر مانی تو دونوں لازم ہو جائیں گے،ایک خود کرے اور دوسرے کے لئے کسی کو بھیج دے۔

(تاتارخانیہ ۴۰۲/۲)

دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ روزہ میں نیابت جاری نہیں ہوسکتی اگر چہ خود عاجز ہو جائے اور حج میں بوقت عجز نیابت جاری ہوتی ہے۔

مہینہ کے عددی اور ہلالی ہونے کا مسئلہ:

مہینہ کے ہلالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں چاند کا حساب کیا جائے خواہ مہینہ انتیس دنوں کا ہو خواہ تیس دنوں کا، اور عددی کا مطلب یہ ہے کہ مہینہ کا حساب دنوں کے لحاظ سے کیا جائے یعنی تیس دن پورے کئے جائیں، اگر کسی نے معین مہینہ کے روزوں کی نذر مانی تو ہلالی مہینہ کے حساب سے روزے رکھے گا خواہ چاند انتیس دنوں میں نظر آجائے مثلاً کہا کہ "میں صفر کے مہینے میں روزے رکھوں گا" تو صفر کا چاند نظر آتے ہی روزے شروع کردے اور جب ربیع الاول کا چاند نظر آجائے تو نذر پوری ہو جائیگی خواہ رجب انتیس دنوں کا ہو البتہ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلی تاریخ سے ہی روزہ شروع کرے ،اگر صفر کے درمیانی کسی تاریخ سے شروع کیا تو تیس دن پورے کرنا ضروری ہے

اور اگر مطلقاً ایک ماہ کے روزوں کی نذر مانی مثلاً کہا کہ "میں ایک ماہ روزے رکھوں گا" تو اس میں اصل اس کی نیت دیکھی جائے گی، اگر اس نے عددی مہینہ کی نیت کی ہے تو عددی مہینہ کے حساب سے تیس دن روزہ رکھنا ضروری ہے اور اگر ہلالی کی نیت کی ہے تو ہلال کے حساب سے رکھ لے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو عددی مہینہ کا اعتبار ہوگا، یعنی تیس روزے رکھے گا۔ (تاتارخانیہ ۲/۴۰۳)

☆کسی نے کہا "اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے برفباری (یا فلاں کام) سے پہلے موافق بیوی دے دی تو میں ہر جمعرات کو روزہ رکھوں گا" تو اگر مذکورہ مدت سے پہلے موافق بیوی مل گئی تو نذر لازم ہوجائے گی، موافق بیوی کا شرعی معیار یہ ہے کہ اس میں یہ اوصاف موجود ہوں۔(۱) عفیف اور پاکدامن ہو۔(۲) شوہر اس پر جو خرچ کرتا ہے وہ اس پر راضی ہو۔ (۳) شوہر جب اس سے حاجت پوری کرنا چاہے تو وہ اس بارے کوتاہی نہ کرے۔(تاتارخانیہ ۵/۴۷)

صوم منذور کی نیت:

نذر غیر معین کی نیت طلوع فجر کے وقت تک ضروری ہے، اگر رات کو کر لی تب بھی درست ہے لیکن اگر طلوع فجر تک نیت نہیں کی تھی، اس کے بعد کسی وقت کی تو روزہ ادا نہ ہوگا، طلوع فجر تک نیت اس لئے ضروری ہے کہ نذر غیر معین کا وقت پہلے سے طے نہیں ہے اور اس دن کوئی اور روزہ بھی رکھا جاسکتا ہے اور نذر معین میں رات کو بھی نیت درست ہے اور اگر رات کو نہ کی تو دن کو زوال سے پہلے پہلے تک کرسکتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ دن اس کے لئے پہلے سے طے ہے۔

تعیین وصف:

نذر معین کے روزہ میں تعیین وصف ضروری نہیں ہے یعنی مطلق روزہ کی نیت کرلی تب بھی کافی ہے نذر ہی کی نیت ضروری نہیں ہے اور نذر غیر معین کے روزے میں تعیین وصف ضروری ہے یعنی باقاعدہ متعین کرے گا کہ میں نذر کا روزہ رکھتا ہوں اگر مطلق روزے کی نیت کی تو نذر کا روزہ ادا نہ ہوگا۔ (الدر المختار، کتاب الصوم)

اصول:

اگر کسی نے مسلسل روزہ رکھنے کی نذر مانی اور روزے بغیر تسلسل کے رکھے تو نذر ادا نہ ہوگی اور اگر کسی نے مطلق نذر مانی یعنی تسلسل کی قید نہیں لگائی اور ادائیگی تسلسل کے ساتھ کردی تو درست ہے۔ الہندیہ (۲۳۰/۱) کیونکہ پہلی صورت میں وجوب کامل اور اداء ناقص ہے اور دوسری صورت میں وجوب ناقص اور اداء کامل ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک سلام کے ساتھ چار رکعات پڑھنے کی نذر مانی اور دو سلاموں کے ساتھ چار رکعات پڑھیں تو درست نہیں اور اگر دو سلاموں کے ساتھ چار کی نذر مانی اور ایک کے ساتھ ادائیگی کردی تو درست ہے۔ تاتارخانیہ (۴۰۷/۳)

اصول:

اگر کسی نے گرمیوں میں روزہ رکھنے کی نذر مانی تو وہ سردیوں میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نذر میں موسم کی تعیین لغو ہے۔ (تاتارخانیہ ۴۰۸/۲)

اصول:

اس سے یہ اصول بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے روزے کی نذر مانی اور گرمیوں میں رکھنے سے عاجز ہے لیکن سردیوں میں رکھ سکتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ سردیوں کا انتظار کرے اور سردیوں میں رکھے، کفارہ نہیں دے سکتا۔ (تاتارخانیہ ۲/۴۰۹)

اصول:

اگر کسی معین دن یا مہینہ کو روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اسی دن یا مہینہ اسے سفر پیش آگیا اور سفر پر چلا گیا تو اس کے لئے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے جیسا کہ رمضان کا حکم ہے۔ تاتارخانیہ (۲/۴۰۵)

اصول:

اگر روزہ کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو شرط پائے جانے سے پہلے اس کی ادائیگی صحیح نہیں مثلاً کہا کہ ''میرا بیٹا حج سے واپس آیا تو میں دس دن روزہ رکھوں گا'' اور اس کے آنے سے قبل رکھ لیئے تو درست نہیں، دوبارہ رکھنا ضروری ہے۔ (الہندیہ ۱/۹۳۱)

اصول:

اگر روزے کی نسبت کسی خاص وقت تک کی تو شیخینؒ کے ہاں وقت سے پہلے ادائیگی درست ہے مثلاً یوں کہا کہ ''میں رجب کے مہینے میں روزے رکھوں گا'' اور رجب سے پہلے رکھ لئے تو درست ہے۔ (الہندیہ ص۲۳۱) لیکن یہ اس وقت ہے کہ پہلے مہینے کے دن رجب کے دنوں کے برابر ہوں یا اس سے زیادہ ہوں، اگر اس نے پہلے انتیس

دن روزہ رکھا اور رجب تیس دنوں کا نکلا تو اس پر ایک دن کی قضاء لازم ہوگی۔(الشامیۃ ۴۳۷/۲)

☆اگر کسی نے ایام منہیہ میں سے کسی کے روزے کی نذر مانی اور اس میں روزہ نہ رکھا، دوسرے کسی ممنوع دن میں رکھ لیا تو درست ہے کیونکہ یہاں وجوب اور اداء دونوں ناقص ہیں، مثلاً عیدالفطر کے دن روزے کی نذر مانی اور عیدالاضحیٰ کے دن رکھ لیا تو درست ہے البتہ گناہ ہوگا۔(تاتارخانیہ ۴۰۳/۲)

☆اگر کسی نے کہا کہ "مجھ پر ہر سال روزہ واجب ہے یہاں تک کہ میرا بیٹا حج سے واپس آجائے" پھر بیٹے کا وہیں انتقال ہوگیا، واپس نہ آسکا تو اس کی نذر باطل ہے۔ (تاتارخانیہ ۴۰۹/۲)

☆کسی نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے ایام بیض کے روزے رکھوں گا تو اس پر تین روزے لازم ہو جائیں گے۔(فتاویٰ سراجیہ ص ۳۱)

اہم فائدہ:

کتب فقہ، کتاب الصوم میں نذر کے مسائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر نذر میں یمین کی نیت کر لی تو اس سے قسم بھی منعقد ہو سکتی ہے اور اس کی مختلف صورتیں تحریر فرمائی ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ بحث عربی صیغہ نذر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اس میں للہ علی ان اصوم کے الفاظ ہیں اور للہ میں لام قسمیہ بھی بن سکتا ہے لیکن اردو سمیت اکثر عجمی زبانوں کے صیغہائے نذر میں قسم کا لفظ موجود نہیں ہوتا، اس لئے ان میں قسم کا کوئی احتمال نہیں ہے۔

نذر اور اعتکاف

اعتکاف کی نذر بالاتفاق منعقد ہوجاتی ہے اور ناذر کے ذمہ اعتکاف واجب

ہو جاتا ہے۔

اقسام اعتکاف:

اعتکاف کی تین اقسام ہیں۔ (۱) سنت مؤکدہ علی الکفایہ۔ اس سے مراد رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف ہے۔ (۲) نفل اعتکاف۔ یعنی جب بھی دل چاہے مسجد میں بیٹھ کر اعتکاف کر لے، اس کے لئے مدت متعین نہیں ہے، چند منٹوں کا اعتکاف بھی درست ہے۔ (۳) واجب۔ یعنی وہ اعتکاف جس کی نذر مانی ہے خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو، سب اقسام کی تفصیل ہمارے پیش نظر نہیں، صرف اعتکاف منذور کی تفصیل پیش نظر ہے۔

اعتکاف منذور کے لیے روزہ شرط ہے:

اگر اعتکاف کی نذر مانی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ساتھ روزہ بھی رکھے، روزہ کے بغیر اعتکاف ادا نہ ہوگا، یہی حضرت ابن عباس، حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے، اس کے کئی دلائل ہیں۔

(۱) سنن ابی داؤد (۳۵۶/۱) باب المعتکف یعود المریض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: **ولا اعتکاف الا بالصوم ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع** یعنی روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں اور مسجد جامع کے علاوہ میں کوئی اعتکاف نہیں۔

(۲) سنن بیہقی اور دارقطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: لا اعتکاف الا بالصوم یعنی روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہے۔

(۳) بیہقی میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ المعتکف یصوم، یعنی اعتکاف بیٹھنے والا روزہ رکھے۔

(۴) موطا امام مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: لا اعتکاف

الا بصوم.

(۵) دار قطنی میں ابن عباس کی روایت ہے: **لیس علی المعتکف الصوم الا ان یجعله علی نفسه،** یجعله کی ضمیر مفعول نذر کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ نفلی اعتکاف والے پر روزہ نہیں، ہاں اگر اس نے روزہ اپنے اوپر واجب کر دیا تو اس پر روزہ بھی ہے۔

(۶) نبی علیہ السلام سے کسی روایت میں ثابت نہیں کہ آپ نے بغیر روزہ کے اعتکاف کیا ہو، اگر روزہ کے بغیر اعتکاف درست ہوتا تو آپ بیان جواز کے لئے کم از کم ایک بار بغیر روزہ کے اعتکاف بیٹھتے۔ (الزیلعی علی الکنز ۱/۳۴۸)

(۷) اگر کسی نے نذر مانی کہ میں اعتکاف کے ساتھ روزہ بھی رکھوں گا تو اس کی نذر صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزہ اعتکاف کے لئے شرط ہے، اگر شرط نہ ہوتا تو اس کے ساتھ اعتکاف کی نذر درست نہ ہوتی جیسے صدقہ کرنا اعتکاف کے لئے شرط نہیں ہے ،اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں اعتکاف کے ساتھ دس دراہم صدقہ کروں گا تو یہ اعتکاف لازم نہیں ہے۔ شریعت کا اصول ہے کہ "محض ٹھہرنا" کوئی عبادت نہیں ہے البتہ کسی دوسری مقصود عبادت کے ضمن میں ہو تو درست ہے جیسا کہ قعدہ نماز کے ضمن میں عبادت ہے، اسی طرح اعتکاف بھی روزہ کے ضمن میں عبادت ہے، اگر روزہ ہی نہ ہو تو محض اعتکاف کی نذر ہی صحیح نہیں ہونی چاہئے کیونکہ نذر کے لئے عبادت ہونا ضروری ہے۔ (حوالہ بالا)

(۸) روزہ کے ارکان دو ہیں (۱) جماع سے بچنا (۲) کھانے پینے سے بچنا، پہلا رکن بالاتفاق اعتکاف کے لئے ضروری ہے، اس کا مقتضی یہ ہے کہ دوسرا رکن بھی اعتکاف کے لئے ضروری ہو، بدائع الصنائع (۲/۱۰۹)

(۹) اعتکاف کا مقصد ہے اللہ کے گھر میں بیٹھ کر دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف توجہ، انسان میں دو قسم کی شہوتیں ہیں جو اس مقصد سے مانع ہیں۔ (۱) شہوت اکل و شرب۔ (۲) شہوت جماع۔ مقصدِ اعتکاف کا مقتضی یہ ہے کہ اعتکاف میں دونوں ممنوع

ہوں البتہ بنیادی فرق یہ ہے کہ کھانے پینے کے بغیر زندگی ممکن نہیں، اس لئے رات کو کھانے پینے کی اجازت ہے اور جماع کے بغیر زندگی ممکن ہے، اس لئے اس کی بالکل اجازت نہیں دی گئی اور یہی روزہ کی حقیقت ہے، اس لئے روزہ اعتکاف کے لئے شرط ہے۔ (حوالہ بالا)

اصول:

اصول یہ معلوم ہوا کہ جن صورتوں میں اعتکاف کے ساتھ روزہ ممکن نہ ہو، ایسے اعتکاف کی نذر منعقد نہ ہوگی۔

تفریعات:

☆اگر کسی نے معین دن میں زوال کے بعد شام تک اعتکاف کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی، مثلاً دس صفر بروز منگل زوال کے بعد کہتا ہے کہ آج میں شام تک اعتکاف بیٹھتا ہوں کیونکہ زوال کے بعد روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے۔

☆اگر معین دن میں زوال سے پہلے اعتکاف کی نذر مانی تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) اگر ابھی تک کچھ کھا پی لیا ہے تو نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ اب روزہ ممکن نہیں ہے نیز اعتکاف واجب نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ منذور اعتکاف کی مدت کم از کم ایک دن ہے اور ان صورتوں میں دن پورا نہیں ہوتا۔ (۲) اگر ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں تو بھی اعتکاف صحیح نہیں کیونکہ روزہ رکھنا اگرچہ ممکن ہے لیکن دن پورا نہیں ہورہا البتہ امام ابو یوسفؒ کے ہاں صحیح ہے، ان کے ہاں اعتکاف منذور کے لئے اکثر دن کافی ہے، پورا دن ضروری نہیں۔

☆ایک شخص نے نفل روزہ رکھا، اس کے بعد کہتا ہے کہ میں آج اعتکاف بیٹھتا ہوں تو نذر صحیح نہیں ہے خواہ زوال سے پہلے نذر مانے یا زوال کے بعد کیونکہ اس نے نفلی

روزہ رکھا ہوا ہے دوسرا روزہ ممکن نہیں۔ (تاتارخانیہ ۴۱۴/۲) نیز دن بھی پورا نہیں ہے۔

اصول:

مذکورہ شرط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف منذور کی مدت کم از کم ایک دن ہے اس سے کم اعتکاف منذور ممکن نہیں بدائع ص (۱۰۹/۲)۔

☆اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں پانچ گھنٹے اعتکاف بیٹھوں گا یا صبح سے زوال تک یا ظہر تک بیٹھوں گا یا زوال یا ظہر سے مغرب یا عشا تک بیٹھوں گا یا دو پہر سے آدھی رات یا صبح تک بیٹھوں گا تو ان تمام صورتوں میں نذر منعقد نہ ہوگی۔

مسئلہ:

مذکورہ اصول ابتداءً مستقل نذر کے بارے ہے، ضمناً اور تبعاً دن سے کم اعتکاف درست ہے جیسا کہ کسی نے کھایا پیا نہیں اور زوال سے پہلے اعتکاف کی نذر مان لی۔

اصول:

روزہ اعتکاف کے لئے واجب اور شرط ہے البتہ رمضان کا روزہ خواہ اداء ہو یا قضاء، اس واجب کے قائم مقام ہوسکتا ہے، اور اس کی وجہ "شرف الوقت" ہے یعنی رمضان کے مہینے کو شرف اور فضیلت حاصل ہے۔ (التحریر المختار ص ۱۵۴/۱)

☆اگر کسی نے معین رمضان میں اعتکاف کی نذر مانی تو درست ہے اور جب رمضان کے روزے ادا کرنے ہوں تو ساتھ اعتکاف بیٹھ جائے، رمضان کا روزہ کافی ہے۔

☆اسی طرح اگر کسی وجہ سے اس رمضان کے روزے نہ رکھ سکا اور نہ اعتکاف

بیٹھ سکا مثلاً سفر پر چلا گیا یا بیمار ہوگیا تو بعد میں جب رمضان کے روزے قضاء کرے تو ساتھ اعتکاف بھی کرسکتا ہے، اداء رمضان اور قضاء رمضان کا ایک ہی حکم ہے قضاء اداء کا خلیفہ اور بدل ہے، لیکن ظاہر ہے کہ رمضان کی قضاء لگاتار ضروری نہیں اور اعتکاف لگا تار ضروری ہے، اس لئے اعتکاف کی ادائیگی تب ہوگی کہ رمضان کی قضاء بھی لگا تار کرے۔ (الشامیۃ ص ۲/۴۴۳)

☆اگر اس رمضان کے روزے رکھ لئے لیکن اس میں اعتکاف نہ کرسکا تو آئندہ دوسرے رمضان میں اعتکاف نہیں کرسکتا، اب اس پر لازم ہے کہ ایک ماہ لگا تار مستقل روزے رکھے اور اس میں اعتکاف کرے، گویا اس صورت میں اعتکاف کی جو اصل شرط ہے یعنی مستقل روزہ رکھنا وہ لوٹ آئیگی، دوسرے رمضان کے روزے اعتکاف کے لئے کافی نہیں حالانکہ "شرف وقت" یہاں بھی موجود ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پہلے رمضان میں "شرف وقت" کے ساتھ "اتصال بالاعتکاف" بھی موجود ہے یعنی اس نے رمضان کو اعتکاف کے لئے باقاعدہ متعین کیا ہے اور روزہ واعتکاف میں اتصال ہے جبکہ دوسرے رمضان کو اعتکاف کے لئے خاص نہیں کیا۔ (التحریر المختار ص ۱/۱۵۴)

☆اگر اس رمضان میں اعتکاف نہ کرسکا تو دوسرے واجب روزوں کے ساتھ بھی اعتکاف نہیں بیٹھ سکتا مثلاً اس نے رمضان میں ایک دن اعتکاف بیٹھنا تھا لیکن نہ بیٹھ سکا، اتفاق سے پہلے اس نے نفل روزہ شروع کیا تھا لیکن توڑ دیا تھا تو ظاہر ہے اس کی قضاء واجب ہے، اس واجب روزہ کے قضاء کے دوران اگر وہ اعتکاف بیٹھ گیا تو درست نہیں، اعتکاف اداء نہ ہوگا۔

☆مذکورہ اصول میں شرط لگائی ہے کہ صرف رمضان کا روزہ اعتکاف کے واجب روزہ کی جگہ لے سکتا ہے، اس لئے اگر کسی نے معین مہینے روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر اس ماہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر مان لی تو نذر کا روزہ اعتکاف کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ اسے وہ شرف وقت حاصل نہیں جو رمضان کو حاصل ہے، اس لئے اس پر لازم ہوگا کہ نذر کے روزے مؤخر کرے اور اس مہینے میں روزہ رکھ کر اعتکاف واجب ادا کرے یا

اس مہینے میں نذر کے روزے رکھ لے اور بعد میں اعتکاف کی روزے کے ساتھ قضاء کرے، ایک واجب کو مؤخر کرنا ہی ہوگا۔

☆اسی طرح اگر کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مان لی تو اس کے ضمن میں اعتکاف کی ادائیگی نہ ہوسکے گی یعنی اس نے تو ہمیشہ نذر کا روزہ رکھنا ہے، اگر درمیان میں اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تو اعتکاف ادا نہ ہوگا اور اس کی ادائیگی کی کوئی صورت نہ ہوگی، اس پر لازم ہوگا کہ اعتکاف کے روزوں کا فدیہ دے دے اور اعتکاف نہ کرنے پر توبہ واستغفار کرے۔

☆اگر رمضان کو اعتکاف نہ بیٹھا اور بعد میں نفل روزے رکھ کر اعتکاف بیٹھے تو بھی درست نہیں ہے کیونکہ نوافل روزے اس واجب روزے کے قائم مقام نہیں ہوسکتے۔

تمہید:

اگر کوئی دن یا رات کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانے تو صرف دن یا رات کو اعتکاف لازم ہوگا یا دونوں کو؟ اسی طرح اگر کئی دن یا رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانے تو کیا حکم ہے؟ اس بارے تفصیل یہ ہے کہ یہاں کل چوبیس صورتیں بنتی ہیں کیونکہ وہ دن یا رات کا واحد لفظ بولے گا یا تثنیہ یا جمع پھر ہر تین صورتوں میں دن کا لفظ ہوگا یا رات کا، اس طرح چھ صورتیں ہوئی پھر چھ صورتوں میں سے ہر ایک میں حقیقی معنی کی نیت کرے گا یا مجازی معنی کی یا دونوں کی یا کسی کی نیت نہ ہوگی۔

دن کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

مثلاً کہا کہ ” میں ایک دن اعتکاف بیٹھوں گا“ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صرف دن کی نیت کی ہو یا کوئی نیت نہ ہو تو ایک دن کا اعتکاف لازم ہے کیونکہ یہ اس کا حقیقی معنی ہے، اس لئے طلوع فجر صادق سے پہلے بیٹھ جائے اور شام کو مغرب کے بعد اٹھ جائے، اگر دن اور رات دونوں کی نیت کی تو دونوں کا اعتکاف لازم ہو جائے گا، دن تو

حقیقی معنی ہے اور شرعاً وعرفاً رات دن کے تابع ہوتی ہے، جب اس کی نیت بھی کر لی تو اس کا اعتکاف بھی لازم ہوگیا، اس لئے غروب آفتاب سے پہلے بیٹھ جائے اور ایک مغرب چھوڑ کر دوسری مغرب کے بعد اٹھ جائے، اور اگر صرف رات کی نیت کی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ دن بول کر صرف رات مراد لینا کسی طرح درست نہیں نہ لغۃً اور نہ عرفاً، اس لئے اس بارے ناذر کی تصدیق نہیں کی جائیگی، دن کا اعتکاف اس پر لازم ہو جائے گا۔

رات کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

رات کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر چاروں صورتوں میں باطل ہے، اس سے اعتکاف واجب نہ ہوگا کیونکہ اگر اس نے صرف رات کی نیت کی یا کوئی نیت نہ کی رات ہی مراد ہوگی، پہلی صورت میں حقیقی معنی مراد لیا ہے اور دوسری صورت میں اس کی کوئی نیت نہیں ہے لیکن حقیقی معنی مراد لینے کے لئے نیت کی ضرورت ہی نہیں، جب رات مراد ہے تو صرف رات کا اعتکافِ منذور متحقق نہیں ہوسکتا کیونکہ رات کو روزہ ممکن نہیں، وہ محلِ صوم ہی نہیں ہے، اس لئے نذر باطل ہے، اگر حقیقی اور مجازی دونوں معانی مراد لئے یعنی رات کے ساتھ دن کی بھی نیت کر لی تو اس لئے باطل ہے کہ اس نے دن کو رات کے تابع بنایا ہے اور متبوع یعنی رات کا اعتکاف باطل ہے تو تابع یعنی دن کا بھی باطل ہوگا اور اگر صرف مجازی معنی کی نیت کی یعنی صرف دن مراد لیا تو الدر المختار وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ نذر صحیح ہے لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار میں اسے رد فرمایا ہے، اس لئے اس سے نذر منعقد نہ ہوگی، عرف بھی یہی ہے کہ رات بول کر صرف دن مراد نہیں لیا جاتا۔

اصول:

آنے والی صورتوں سے پہلے یہ اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب ''دن'' کا

لفظ تثنیہ یا جمع بولا جائے تو اس میں راتیں بھی شامل ہوتی ہیں مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ" میں خالد کے پاس دو دن ٹھہرا رہا" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دو رات بھی وہاں ٹھہرا رہا، اسی طرح اگر کہتا ہے کہ" میں اس کے پاس دس دن ٹھہرا رہا" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ساتھ دس راتیں بھی ٹھہرا ہے،اسی طرح رات کا لفظ جب تثنیہ یا جمع بولا جائے تو اس میں دن بھی شامل ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے دو راتیں کراچی گزاری ہیں یا تین راتیں کراچی گزاری ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اتنے دن بھی وہاں گزارے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک واقعہ میں حکم دیا گیا تھا کہ وہ تین دن تک لوگوں سے بات نہ کریں گے، قرآن کریم نے یہی واقعہ ایک جگہ تین دنوں کی قید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ایک جگہ تین راتوں کی قید کے ساتھ۔ ا یتک ان لا تکلم الناس ثلاث لیال سویا اور ثلاثة ایام الا رمزا۔ معلوم ہوا کہ جب "رات" یا "دن" کا لفظ جمع بولا جائے تو اس کے ساتھ دوسرا بھی شامل ہوتا ہے حتی جب ایک واقعہ میں دنوں اور راتوں کی تعداد برابر نہ تھی تو قرآن کریم میں دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا، سورۃ الحاقة میں قوم عاد پر سخت آندھی مسلط کرنے کے بارے ارشاد ہے: سخرها علیهم سبع لیال وثمانیة ایام حسوما.

دو دنوں کے اعتکاف کی نذر:

اگر کسی نے کہا کہ" میں دو دن اعتکاف بیٹھوں گا" تو اگر اس نے دن اور رات دونوں کی نیت کی یا کوئی نیت نہ کی ہو تو اس پر دو دن اور دو رات اعتکاف لازم ہو جائے گا اور مسلسل اعتکاف بیٹھے گا، پہلی صورت میں اس نے حقیقی اور مجازی دونوں معانی کی نیت کی ہے، اس لئے درست ہے اور دوسری صورت میں عرف کی بناء پر راتیں بھی مراد ہوں گی اور اگر اس نے صرف حقیقی معنی کی نیت کی یعنی صرف دو دن مراد لئے تو صرف دو دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا اور لگاتار بیٹھنا ضروری نہ ہوگا، ایک دن طلوع فجر سے پہلے

بیٹھے اور مغرب کے بعد اٹھ جائے پھر دوسرے کسی دن طلوع فجر سے پہلے بیٹھے اور مغرب کے بعد اٹھ جائے ، یہاں صرف دنوں کا اعتکاف اس لئے لازم ہے کہ عرف اور نیت جب جمع ہو جائیں اور نیت بھی حقیقی معنی کی ہو تو نیت عرف پر راجح ہوتی ہے اور اگر صرف مجازی معنی یعنی راتوں کی نیت کی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ دن بول کر صرف رات مراد لینے کا عرف نہیں ہے، اس لئے اس پر عرف کی وجہ سے دن اور رات دونوں کا اعتکاف لازم ہوگا یعنی دو دن اور دو راتیں مسلسل اعتکاف بیٹھے گا۔

تین دنوں یا اس سے زیادہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر تین دن یا اس سے زیادہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو اس کے بھی وہی احکام ہیں جو دو دن اعتکاف کی نذر کے ہیں یعنی اگر دنوں اور راتوں دونوں کی نیت کی ہو یا کوئی نیت نہ ہو تو دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف لازم ہو جائے گا اور مسلسل اعتکاف کرنا ہوگا اور اگر صرف دنوں کی نیت کی ہو تو صرف دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا اور تسلسل سے بیٹھنا ضروری ہوگا اور اگر صرف راتوں کی نیت کی ہو تو نیت باطل ہے اور عرف کی وجہ سے دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف لازم ہو جائے گا اور تسلسل سے بیٹھنا ہوگا۔

دو راتوں کے اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر کسی نے کہا کہ " میں دو راتیں اعتکاف بیٹھوں گا" تو اگر اس نے راتوں اور دنوں دونوں کی نیت کی یا کوئی نیت نہ تھی تو اس پر دو دن اور دو راتیں اعتکاف لازم ہے، پہلی صورت میں اس نے حقیقی اور مجازی دونوں معانی کی نیت کی ہے اور دوسری صورت میں عرف کی وجہ سے دونوں کا اعتکاف لازم ہے، اس لئے تسلسل کے ساتھ دو رات اور دو دن اعتکاف بیٹھے اور اگر صرف راتوں کی نیت کی تو نیت درست ہے کیونکہ اس نے حقیقی معنی کی نیت کی ہے اور نذر باطل ہو جائیگی کیونکہ رات روزے کا محل نہیں ہے اور اگر

صرف دنوں کی نیت کی تو نیت لغو ہے کیونکہ اس نے غیر محتمل کی نیت کی ہے اس لئے عرف کی بناء پر اس پر دن اور رات دونوں کا اعتکاف لازم ہوگا اور تسلسل سے بیٹھے گا۔

تین راتیں یا اس سے زیادہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر تین راتیں یا اس سے زیادہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو اس کے بھی وہی احکام ہیں جو دو راتوں کے اعتکاف کی نذر کے ہیں یعنی اگر راتوں اور دنوں دونوں کی نیت کی ہو یا کوئی نیت نہ ہو تو راتوں اور دنوں دونوں کا اعتکاف لازم ہوگا اور تسلسل سے بیٹھے گا اور اگر صرف راتوں کی نیت کی تو نیت معتبر ہے اور نذر باطل تصور ہوگی اور اگر صرف دنوں کی نیت کی تو نیت باطل ہے اور عرف کی وجہ سے راتوں اور دنوں دونوں کا اعتکاف لازم ہوگا۔

مسئلہ:

ان تمام صورتوں میں اگر اس نے دنوں اور راتوں کی تعیین نہیں کی تھی تو جب بھی چاہے اعتکاف بیٹھ سکتا ہے اور اگر دنوں کی تعیین کی ہو تو انہی دنوں میں اعتکاف بیٹھے گا لیکن اگر نہ بیٹھ سکا تو بعد میں قضاء کر سکتا ہے۔

تیس دن یا تیس راتیں اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

تیس دن یا تیس راتیں اعتکاف بیٹھنے کی نذر کے وہی احکام ہیں جو تین یا اس

سے زائد دنوں یا راتوں کے احکام ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، اس صورت کو دوبارہ ذکر کرنے کا مقصد اس (تیس دن اور رات کی نذر) کے درمیان اور ایک ماہ کے اعتکاف کی نذر کے درمیان فرق بیان کرنا ہے۔

ایک ماہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر کسی نے کہا کہ "میں ایک ماہ اعتکاف بیٹھوں گا" تو اس پر لازم ہے کہ مسلسل تیس دن اور تیس راتیں اعتکاف بیٹھے، یعنی اس صورت میں رات اور دن دونوں شامل ہیں اور مسلسل بھی بیٹھنا ضروری ہے، اس کے برعکس اگر کسی نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی نذر مانی تو مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ اعتکاف کا لفظ اس بات کا مقتضی ہے کہ اس میں تسلسل ہو کیونکہ اعتکاف دائمی طور پر ٹھہرنے اور اقامت کرنے کا نام ہے اور اس میں رات اور دن برابر ہیں دونوں محل اعتکاف ہیں بخلاف روزہ کے کہ اس میں نہ ناذر نے تسلسل کی قید لگائی ہے اور نہ صوم کا لفظ اس کا تقاضہ کرتا ہے کیونکہ روزوں کے درمیان ایسا وقت موجود ہوتا ہے جو محل صوم نہیں ہے یعنی رات اس لئے اس میں تسلسل ضروری نہ ہوگا۔

☆ایک ماہ اعتکاف بیٹھنے کی نذر میں اگر اس نے صرف دنوں کی نیت کی یا صرف راتوں کی نیت کی تو اس کی نیت لغو ہے، اس پر تیس دن اور تیس رات مسلسل اعتکاف لازم ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مہینہ اور ماہ حقیقت میں ایسے زمانے کا نام ہے جس میں تیس دن اور تیس راتیں ہوتی ہیں، گویا اس کے دو مختلف اجزاء ہیں رات اور دن اور ہر جزء ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے اس لئے صرف ایک کی نیت کسی طرح معتبر نہیں ہے، جیسے ابلق اس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کا کچھ رنگ سفید اور کچھ سیاہ ہو۔ ابلق بول کر صرف سفید یا صرف سیاہ گھوڑا مراد نہیں لیا جاسکتا۔

☆اس کے برعکس اگر کسی نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی نذر مانی تو عرف کی بناء پر اس میں راتیں بھی شامل ہیں لیکن راتیں چونکہ روزے کا محل نہیں ہیں، اس لئے صرف دنوں کا

روزہ رکھے گا۔

☆ اس کے برخلاف اگر اس نے تیس دن یا تیس رات کا لفظ بولا اور نیت صرف دن یا رات کی کی تو اس کی نیت معتبر ہوگی کیونکہ اس نے حقیقی معنی مراد لیا ہے۔ (بدائع)

☆ اگر اس نے ایک ماہ اعتکاف کی نذر میں باقاعدہ زبان سے دن یا رات کا استثناء کردیا مثلاً کہا ''میں ایک ماہ اعتکاف بیٹھوں گا مگر دن نہیں یا رات نہیں'' تو اس کا استثناء شرعاً معتبر ہے پھر اگر اس نے راتوں کا استثناء کیا مثلاً کہا ''میں ایک ماہ اعتکاف بیٹھوں گا مگر راتیں نہیں'' تو اس پر صرف تیس دنوں کا اعتکاف بغیر تسلسل کے لازم ہوگا اور اگر دنوں کا استثنا کیا مثلاً کہا ''میں ایک ماہ اعتکاف بیٹھوں گا مگر دن نہیں'' تو اس کی نذر باطل ہو جائیگی کیونکہ صرف راتوں کا اعتکاف منذور ممکن نہیں ہے۔ (الدر المختار ص ۴۵۲/۲)

☆ مذکورہ تمام صورتوں میں چونکہ دنوں کی تعیین نہیں کی، اس لئے جب بھی چاہے اعتکاف بیٹھ جائے تعیین کا اسے اختیار حاصل ہے۔

اہم اصول:

شریعت کی رو سے ہر رات آنے والے دن کے تابع ہوتی ہے یعنی پہلے رات آتی ہے پھر دن آتا ہے، اس بناء پر اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں بدھ کو اعتکاف بیٹھوں گا اور ساتھ رات کی نیت بھی کر لی تو وہ منگل کے دن غروب آفتاب سے پہلے اعتکاف بیٹھے گا اور بدھ کے غروب آفتاب کے بعد اٹھے گا، اگر وہ بدھ کے دن صبح صادق کے وقت بیٹھا اور جمعرات کی صبح اٹھا تو اعتکاف تو ادا ہوگیا لیکن دن کا اعتکاف ادا کہلائے گا اور رات کا اعتکاف قضاء، لہٰذا اگر بلاعذر اس طرح کرے تو گناہگار ہوگا، حج میں بھی حقیقۃً ایسا ہی ہے کہ ہر رات آنے والے دن کے تابع ہوتی ہے البتہ لوگوں پر شفقت ورحم کے طور پر رات حکماً گذشتہ دن کے تابع ہوتی ہے، حکماً تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گذشتہ دن جو فعل

حج ادا کرنا تھا اگر کسی وجہ سے نہ ادا کرسکا تو اس رات ادا کرسکتا ہے، یہی لوگوں پر شفقت ہے مثلاً نو ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کرنا ہوتا ہے لیکن اگر نہ کرسکا تو نو ذوالحجہ اور دس ذوالحجہ کے درمیانی رات کو صبح صادق تک کرسکتا ہے، اسی طرح دس گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو رمی کرنا ہوتی ہے لیکن اگر نہ کرسکا تو دس ذوالحجہ کی رمی دس ذوالحجہ اور گیارہ ذوالحجہ کی درمیانی رات کرسکتا ہے اور گیارہ کی رمی گیارہ ذوالحجہ اور بارہ کی درمیانی رات کرسکتا ہے اور بارہ کی رمی بارہ ذوالحجہ اور تیرہ ذوالحجہ کی درمیانی رات صبح صادق تک کرسکتا ہے۔

معین دنوں یا مہینوں کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر معین دنوں یا مہینوں کے اعتکاف کی نذر مانی مثلاً کہا کہ ''میں اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اعتکاف بیٹھوں گا'' یا کہا کہ ''یکم شعبان سے دس شعبان تک اعتکاف بیٹھوں گا'' یا کہا ''رجب کے مہینے اعتکاف بیٹھوں گا'' تو اس کا حکم یہ ہے کہ ناذر انہی معین دنوں میں روزہ رکھ کر مسلسل اعتکاف بیٹھے گا، اگر کچھ دن نہ بیٹھ سکا یا بیٹھ گیا لیکن روزہ نہ رکھ سکا تو بعد میں اتنے دنوں کی قضاء ضروری ہے۔ البتہ جتنے دن روزہ کے ساتھ اعتکاف بیٹھا ہے اس کا اعادہ ضروری نہیں ہے مثلاً رجب میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی لیکن پانچ دن نہ بیٹھ سکا تو صرف پانچ دنوں کی قضاء لازم ہے سب کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس صورت میں چند دنوں کا متعین وقت کے علاوہ میں اداء کرنا لازم آئے گا اور اگر سب کا اعادہ لازمی ہو جائے تو سب کا غیر وقت میں ادا کرنا لازم آئے گا۔

☆اگر متعین دنوں یا مہینہ میں بالکل اعتکاف نہ کیا تو بعد میں روزہ کے ساتھ سب دنوں کی قضاء ضروری ہے اور تسلسل بھی لازم ہوگا۔

☆اگر کسی نے اعتکاف میں تسلسل کی باقاعدہ قید لگادی مثلاً کہا کہ ''میں دس دن مسلسل اعتکاف بیٹھوں گا'' تو اس صورت میں روزہ رکھ کر دس دن مسلسل اعتکاف بیٹھنا

ضروری ہے، اگر کسی دن اعتکاف ہی نہ بیٹھا یا اعتکاف بیٹھا لیکن روزہ نہ رکھ سکا تو سب دنوں کے اعتکاف کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ اس نے تسلسل کا خود التزام کیا ہے۔

تسلسل التزامی اور تسلسل اقتضائی کا فرق:

تسلسل التزامی یہ ہے کہ اس نے اعتکاف میں باقاعدہ لگاتار بیٹھنے کی شرط لگائی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تسلسل توڑ دیا تو سب کا اعادہ ضروری ہے اور تسلسل اقتضائی یہ ہے کہ اس نے تسلسل کی قید نہیں لگائی البتہ وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ تسلسل ہو، سابقہ تفصیل میں اس کی دوصورتیں آچکی ہیں۔

(۱) وہ نذر اعتکاف جس میں دن کے ساتھ رات بھی شامل ہو مثلاً کہا کہ میں آٹھ دن اعتکاف بیٹھوں گا، تو اس پر لازم ہے کہ آٹھ رات اور آٹھ دن مسلسل اعتکاف بیٹھے۔

(۲) معین دنوں یا مہینوں کی نذر مانی، اس میں بھی لازم ہے کہ رات دن مسلسل اعتکاف بیٹھے، یہاں تسلسل کا حکم وقت کے تقاضہ کی وجہ سے ہے کیونکہ درمیان میں ایسا وقت موجود نہیں جو اعتکاف کا محل نہ بن سکتا ہو۔

تسلسل اقتضائی کا حکم یہ ہے کہ ٹوٹنے کی صورت میں سب کا اعادہ ضروری نہیں ہے، صرف چھوٹے دنوں کی قضاء لازم ہے۔

عورت کا حکم:

مذکورہ تمام احکام مرد وعورت دونوں کے لئے ہیں البتہ اگر بیس دن یا اس سے کم اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں حیض عذر شمار نہ ہوگا، اگر حیض آگیا تو سب کا اعادہ ضروری ہوگا اور بیس دن سے زیادہ کے اعتکاف میں حیض عذر ہے، اگر درمیان میں آگیا تو اعتکاف چھوڑ دے اور حیض ختم ہوتے ہی متصل قضاء کرے، اگر متصل قضاء نہ کیا پورا اعتکاف نئے سرے سے کرے گی۔ (تاتارخانیہ ص۲/۴۱۶ مع الزیادۃ)

رمضان کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر رمضان میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مان لی تو بالاتفاق درست ہے اور رمضان کا روزہ بھی اس اعتکاف کے لیے کافی ہے،اس کی تفصیل آچکی ہے۔

عشرہ اخیرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر کسی نے رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مان لی تو درست ہے، اس پر عشرہ اخیرہ کا اعتکاف لازم ہو جائے گا کیونکہ عشرہ اخیرہ بھی اعتکاف نذر کا محل ہے، اس پر لازم ہوگا کہ بیس رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد جاکر بیٹھ جائے اور جب شوال کا چاند نظر آئے تو اٹھ جائے خواہ نو دن اعتکاف بیٹھا ہو، عشرہ اخیرہ ایک اصطلاح ہے، اگر رمضان انتیس دنوں کا ہو تو عشرہ اخیرہ میں نو دن شامل ہوں گے، دس دن ہونا ضروری نہیں ہے۔

☆واضح رہے کہ نذر اعتکاف بیٹھنے سے عشرہ اخیرہ کا سنت کفایہ اعتکاف ادا نہ ہوگا ،اس کی ادائیگی کے لئے الگ سے دوسرا شخص بیٹھے گا۔

عیدین اور ایام تشریق کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر:

اگر عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق کو اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو صحیح یہ ہے کہ نذر منعقد ہوجاتی ہے، یہ دن فی نفسہ اعتکاف کے محل ہیں لیکن منذور اعتکاف میں روزہ لازم ہے اور ان دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس لئے اسے چاہئے کہ ان دنوں میں اعتکاف نہ بیٹھے، بعد میں روزہ رکھ کر قضاء کرلے، تاہم اگر اس نے ان دنوں میں روزہ رکھ کر اعتکاف کرلیا تو نذر ادا ہوجائیگی ۔ کیونکہ اداء اور وجوب دونوں ناقص ہیں۔ (بدائع الصنائع ص ۲/۱۱۲)

اعتکاف نذر کے لئے مسجد شرط ہے:

اعتکاف نذر کے لئے شرط ہے کہ اس کی ادائیگی مسجد میں کی جائے، اگر کسی گھر وغیرہ میں اعتکاف بیٹھا تو نذر ادا نہ ہوگی پھر مساجد کی فضیلت بھی مختلف ہے، سب سے افضل اعتکاف یہ ہے کہ مسجد حرام میں کیا جائے پھر مسجد نبوی میں پھر مسجد اقصیٰ میں پھر جامع مسجد میں پھر اس مسجد میں جس کے نمازی زیادہ ہوں۔ یہ حکم مرد کا ہے عورت اپنے گھر میں الگ کوئی جگہ بنا کر اعتکاف بیٹھے گی۔

کسی خاص مسجد کی تعیین لغو ہے:

اگر کسی نے کسی خاص مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی مثلاً کہا کہ "میں مسجد نبوی یا مسجد حرام یا فیصل مسجد اسلام آباد یا بادشاہی مسجد لاہور میں اعتکاف بیٹھوں گا" تو یہ تعیین لغو ہے وہاں بیٹھنا ضروری نہیں ہے، کسی دوسری مسجد میں بیٹھ گیا تو نذر ادا ہو جائیگی۔

نذر معین میں پہلے عتکاف کرنا:

کسی نے مثلاً رجب کے مہینے میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی ہے تو رجب سے پہلے بیٹھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں وہی اختلاف ہے جو روزہ میں ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں پہلے بیٹھ سکتا ہے اور امام محمدؒ کے ہاں پہلے نہیں بیٹھ سکتا۔

عورت کے لئے شوہر سے اجازت لینا:

اگر کسی شادی شدہ عورت نے اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو اعتکاف بیٹھنے کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، کیونکہ اعتکاف بیٹھنے کی صورت میں شوہر کا حق

پامال ہوتا ہے، شوہر اسے منذور اعتکاف سے روک سکتا ہے اور اگر اعتکاف بیٹھ گئی تو اس سے توڑوا سکتا ہے، البتہ اگر ایسی صورت بن گئی کہ شوہر کا حق پامال نہ ہوتا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بھی بیٹھ سکتی ہے مثلاً شوہر نے خود روزہ رکھا ہے یا سفر پر گیا ہوا ہے یا بیمار ہے اور اس کی خدمت کرنے والے دوسرے افراد موجود ہیں تو عورت اعتکاف بیٹھ سکتی ہے ،اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو تو جب تک وہ اجازت نہ دے اعتکاف نہیں بیٹھ سکتی ،اگر کسی وجہ سے وہ بائنہ ہوگئی مثلاً شوہر کا انتقال ہو گیا یا طلاق کی نوبت آگئی تو بینونت کے بعد اعتکاف بیٹھے، اگر کوئی بھی صورت نہ بنی تو انتقال کے وقت فدیہ کی وصیت کردے، اگر اس کی ملکیت میں مال نہ ہو تو توبہ واستغفار کرے۔

☆اگر شوہر نے ایک بار متعین دنوں میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت دے دی مثلاً ایک معین مہینے کی اجازت دی تو پھر اس کا حق اتنی مدت تک ساقط ہو جائے گا دوبارہ نہیں روک سکے گا، اگر روکے تو شرعاً اس کی ممانعت صحیح نہیں،اس کا روکنا مکروہ ہے، نیز جب اس نے اجازت دے دی تو دوران اعتکاف وہ اتنے دنوں تک جماع کرنے کا مجاز نہ رہے گا، ہاں البتہ اگر اس نے مہینہ یا دن متعین نہیں کیا مثلاً صرف اتنا کہا کہ پانچ دن اعتکاف بیٹھ سکتی ہو تو وہ بیوی کو ہر دن کا اعتکاف شروع کرنے سے پہلے روک سکتا ہے اور اسے متفرق طور پر اعتکاف بیٹھنے کی پابند کر سکتا ہے اور اگر اس نے منع نہ کیا اور نئے دن کا اعتکاف شروع کردیا تو اب اس دن روکنے کا اختیار ختم ہوگیا۔ (تاتارخانیہ ص ۴۲۷/۲ مع زیادۃ)

معین اعتکاف کو قضاء کرنے کا گناہ:

اگر معین دنوں میں اعتکاف بیٹھنے کی نذر کی تو انہی دنوں اعتکاف بیٹھنا ضروری ہے ،اگر ان دنوں نہ بیٹھ سکا تو بعد میں قضاء ضروری ہے، معین دنوں میں نہ بیٹھنے کا گناہ ہوگا؟ اس بارے تفصیل یہ ہے کہ اگر شرعی عذر پیش آیا ہے تو گناہگار نہ ہوگا جیسے حیض،

نفاس، جنون، طویل بے ہوشی اور مرض، اگران جیسے غیراختیاری اعذار کی وجہ سے نہ بیٹھ سکے تو اس صورت میں اعتکاف قضاء کرنے کا گناہ نہیں اور اگر شرعی عذر نہ ہو اپنے اختیار سے اعتکاف چھوڑ دیا جیسے دوران اعتکاف جماع کر لے یا روزہ میں کھا پی لے وغیرہ۔

اعتکاف کی نذر صحیح ہونے پر اعتراض اور اس کا جواب:

فقہاء کرامؒ کی تصریح کے مطابق اعتکاف کی نذر صحیح ہوجاتی ہے اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے لیکن اس پر ایک علمی اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ نذر کی صحت کے لئے فقہاء کرامؒ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ نذر صرف اس فعل کی صحیح ہوتی ہے جو عبادتِ مقصودہ ہو اور اس کی جنس سے کوئی واجب پایا جاتا ہو، لیکن اعتکاف کی جنس سے کوئی واجب موجود نہیں ہے، اس لئے مذکورہ قاعدے کی رو سے اعتکاف کی نذر منعقد نہ ہونی چاہئے۔

جوابات:

اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً

(۱) علامہ برجندیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اگرچہ مسجد میں محض ٹھہرنا کوئی ایسی عبادت نہیں جس کی جنس سے کوئی واجب موجود ہو لیکن چونکہ اس کا مقصد اصلی نماز باجماعت ہے اور روزہ اس کے لئے شرط ہے، لہٰذا اعتکاف کی نذر نماز اور روزے کی نذر کو متضمن ہے جو (قابل نذر) عبادت ہیں، اس لئے اعتکاف کی نذر درست ہوجاتی ہے۔ (برجندی علی شرح الوقایہ ۲۲۵/۱) بحوالہ" احکام اعتکاف"

(۲) صحت نذر کے بارے صرف یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کی جنس سے واجب ہو یا وہ واجب کو شامل ہو جیسے عمرہ کی جنس سے واجب موجود نہیں ہے لیکن عمرہ طواف اور سعی پر مشتمل ہے، اس لئے عمرہ کی نذر

درست ہے، اسی طرح اعتکاف بھی روزے پر مشتمل ہے اور روزہ کی جنس سے واجب موجود ہے، اگر چہ خود ٹھہرنے کی جنس سے کچھ واجب نہیں ہے۔

(۳) خود لبث یعنی ٹھہرنے کی جنس میں سے بھی واجب موجود ہے اور وہ ہے نماز کے قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا اور ٹھہرنا، اور اعتکاف کو قعدہ اخیرہ سے تشبیہ اکثری اور غالب اعتبار سے دی ہے یعنی اعتکاف میں معتکف اکثر ٹھہرا اور بیٹھا رہتا ہے، چلنا پھرنا اور کھڑا ہونا کم ہوتا ہے، اس اعتبار سے یہ قعدہ اخیرہ کی جنس سے ہے۔

(۴) اعتکاف کی حقیقت ٹھہرنا اور وقوف کرنا ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے اور وہ وقوف عرفہ ہے۔ علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی تشبیہ مطلق لبث اور ٹھہرنے میں ہے ورنہ اعتکاف کے لبث اور وقوف عرفہ میں فرق موجود ہے کہ اعتکاف کا لبث مسجد میں ہوتا ہے اور وقوف عرفہ کا لبث غیر مسجد میں ہوتا ہے۔

(۵) گذشتہ آخری تین جوابات علامہ شامی رحمہ اللہ نے نقل فرمائے ہیں، آخر میں یہ جواب دیا ہے کہ نذر اعتکاف کی صحت پر اجماع منعقد ہوا ہے، اس لئے اس کی صحت خلافِ قیاس اور اصول سے مستثنیٰ ہے (ردالمحتار ص ۷۳۶/۳)

(۶) منحۃ الخالق علی البحر الرائق (۲۹۴/۲) کتاب الصوم میں جامع فخر الاسلام سے وجہ صحت یہ نقل فرمائی ہے کہ در اصل اعتکاف کی مشروعیت کی حکمت نماز کی پابندی ہے ، اس بناء پر اعتکاف قربت بنتا ہے لہٰذا اعتکاف کا التزام در حقیقت نماز کا التزام ہے اور نماز عبادت مقصودہ ہے۔

غسل جمعہ کے لئے جانے کا حکم:

اعتکاف منذور کے دوران غسلِ جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے خواہ مستقل طور پر غسلِ جمعہ کے لئے جائے یا بول و براز کے لئے باہر جائے اور ضمناً اور تبعاً غسلِ جمعہ کر لے۔ دونوں صورتوں میں نذر اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ بعض کتب میں

غسلِ جمعہ کے لئے جانے کی اجازت منقول ہے، وہ قولِ ضعیف پر مبنی ہے اس کی تفصیل" احکام اعتکاف" از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

البتہ غسلِ واجب کے لئے جانا بالاتفاق درست ہے۔

ابتداءِ اعتکاف کے وقت استثناء

اعتکافِ منذور میں اگر بیٹھتے وقت شروع ہی میں یہ نیت کر لی جائے کہ میں عیادت مریض، شہود جنازہ یا مجلس علمی میں شرکت کے لئے باہر چلا جایا کروں گا تو پھر اعتکافِ منذور کے دوران ان اغراض کے لئے باہر جانا جائز ہے۔فتاویٰ عالمگیریہ (۱/ ۲۱۲) میں اس کی تصریح ہے اور اس کے جواز پر اتفاق معلوم ہوتا ہے، بعض حضرات نے اعتکاف مسنون میں بھی اس استثناء کو معتبر قرار دیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، مسنون اعتکاف میں اگر ایسا استثناء کیا تو وہ مسنون نہیں رہے گا بلکہ نفل بن جائے گا۔(ماخذہ :احکام اعتکاف ص ۷۰)

☆جس طرح نذر صرف ارادہ اور نیت کرنے سے منعقد نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے الفاظ نذر کا زبان سے اداء کرنا ضروری ہے اسی طرح استثناء بھی صرف نیت سے نہیں ہوگا بلکہ نذر کرتے وقت زبان ہی سے استثناء کی ادائیگی ضروری ہے۔(ایضاً ص ۲۷)

اعتکافِ منذور کی پابندیاں:

جو پابندیاں اعتکافِ مسنون کی ہیں وہی پابندیاں اعتکافِ منذور کی بھی ہیں جن کاموں کے لئے اعتکافِ مسنون میں نکلنا جائز ہے ان کاموں کے لئے اعتکافِ منذور میں بھی نکلنا جائز ہے اور جن کاموں کے لئے اعتکافِ مسنون میں نکلنا جائز نہیں ان کے لئے اعتکافِ منذور میں بھی نکلنا جائز نہیں البتہ اتنا فرق ہے کہ اگر کوئی شخص نذر کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ بھی کہدے کہ میں نماز جنازہ یا عیادتِ مریض کے لئے

یا کسی درس یا وعظ میں یا کسی علمی و دینی مجلس میں شرکت کے لئے اعتکاف سے باہر آجایا کروں گا تو شرعا یہ استثناء معتبر ہے اور ان کاموں کے لئے باہر آنا جانا جائز ہوگا اور اس سے اعتکاف منذور کی ادائیگی میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا جس کی وضاحت پہلے آچکی ہے۔ (ایضاً ص ۶۰)

نذر حج اور عمرہ

اگر کسی نے حج وعمرہ کی نذر مانی تو بالاتفاق منعقد ہوجائیگی، نذر حج میں نذر کی تمام شرائط موجود ہیں اور عمرہ واجب ہے یا سنت؟ ایک قول کے مطابق واجب ہے اس لئے اس کی نذر بھی صحیح ہے اور ایک قول کے مطابق سنت موکدہ ہے لیکن عمرہ دراصل دو چیزوں کا نام ہے۔(۱) احرام کی حالت میں بیت اللہ کا طواف۔ (۲) سعی، اور یہ دونوں حج کے لئے ضروری ہیں، چنانچہ طواف زیارت رکنِ حج ہے اور سعی واجب ہے، اس بناء پر عمرہ کے اجزاء ترکیبیہ کی جنس سے واجب موجود ہے، اس لئے عمرہ کی نذر بھی صحیح ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے نذر اعتکاف کے صحیح ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اعتکاف واجب پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ اعتکاف منذور میں روزہ ضروری ہے اور روزہ کی جنس سے واجب موجود ہے (۷۳۶/۲) اس کے علاوہ نذر عمرہ کے صحیح ہونے پر اجماع امت بھی ہے۔

پیدل حج وعمرہ کا حکم:

حج وعمرہ پیدل جاکر کرنا افضل ہے یا سوار ہوکر؟ اس میں اختلاف ہے، بعض نصوص سے سوار ہوکر جانا افضل معلوم ہوتا ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام ہمیشہ سوار ہوکر گئے

ہیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدل حج وعمرہ افضل ہے، ان میں تطبیق یہ دی گئی ہے کہ جو قریب ہو اور اسے پیدل جانے کی طاقت ہو، اس کے لئے پیدل جانا افضل ہے اور جسے پیدل جانے کی طاقت نہ ہو، درمیان میں جا کر ساتھیوں پر بوجھ بنے تو اس کے لئے سوار ہونا افضل ہے۔ تاہم فی الجملہ پیدل حج وعمرہ مشروع ومحمود عمل ہے۔

☆مستدرک حاکم اور ابن خزیمہ وغیرہ میں روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے پیدل حج کیا تو اسے ہر قدم کے بدلے حرم کی نیکیوں کے برابر ایک نیکی ملے گی تو کہا گیا کہ حرم کی نیکیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سات سو کے برابر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حرم کی ایک نیکی ایک ہزار کے برابر ہے۔ الترغیب والترہیب (۱۶۶/۲)

☆ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انبیاء کرام ننگے پاؤں پیدل حرم میں داخل ہوتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے اور حج کے افعال ننگے پاؤں پیدل چل کر ادا کرتے۔

☆ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عباس کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام ہندوستان سے ہزار بار پیدل بیت اللہ آئے اتنی بار کبھی بھی سوار نہیں ہوئے۔ (اعلاء السنن ۴۸۷/۱۰)

☆احکام القرآن للجصاصؒ میں محمد بن کعب کی روایت ہے ابن عباس (جب نابینا ہوئے) فرمایا کرتے تھے کہ صرف اسی بات پر افسوس ہے کہ مجھے پیدل حج کی خواہش ہے اور اب میں نہیں کر سکتا۔

☆مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حسن بن علی نے مدینہ سے مکہ پیدل جا کر پچیس حج کئے حالانکہ بہترین قسم کی اونٹنیاں ان کے سامنے ہانکی جارہی تھیں۔

☆حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے پیدل حج فرمایا (اعلاء السنن ۴۸۴/۱۰)

☆اس زمانے میں ملکی قوانین کی رو سے پیدل حج کرنا مشکل اور طاقت سے

باہر ہے، اس لئے شرعاً سوار ہو کر حج کرنا افضل ہوگا، اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی کی وجہ سے پیدل حج انتظاماً منع ہے۔

☆مستدرک حاکم وغیرہ کی روایت میں پیدل حج کرنے کو مثلہ قرار دیا ہے جس کا حوالہ آگے آرہا ہے، وہ اسی صورت پر محمول ہے۔

پیدل حج یا عمرہ کی نذر:

اگر کسی نے پیدل حج یا عمرہ کرنے کی نذر مانی تو اس پر پیدل حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

شبہ:

اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ نذر اس چیز کی درست ہوتی ہے جو عبادتِ مقصودہ ہو اور اس کی جنس سے واجب موجود ہو جبکہ پیدل چلنا نہ عبادتِ مقصودہ ہے اور نہ اس کی جنس سے کوئی واجب موجود ہے بلکہ صرف جائز یا افضل ہے۔

جواب نمبر (۱)

واقعی مذکورہ اصول اور قیاس کے مطابق یہ نذر منعقد نہ ہونی چاہئے لیکن اس نذر کا انعقاد احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے جن کا ذکر آگے آتا ہے، اس لئے نص کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا گیا ہے، ائمہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ حدیث کو قیاس پر ترجیح

دیتے ہیں۔ (بدائع)

جواب نمبر (۲)

قیاس کا تقاضہ یہی ہے کہ پیدل حج وعمرہ کرنے کی نذر منعقد نہ ہو لیکن اس کے منعقد ہونے پر اجماع ہے، اس لئے اجماع کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔

جواب نمبر (۳)

پیدل چلنے کی جنس سے واجب موجود ہے اور وہ ہے طواف اور سعی، چنانچہ حج میں طواف فرض ورکن اور سعی واجب ہے (تکملہ فتح الملہم) جس مکی کے پاس سواری نہ ہو اور پیدل چل کر حج کرسکتا ہو تو اس پر بھی پیدل چل کر حج کرنا فرض ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کی جنس سے واجب موجود ہے۔ فتح القدیر

نذر حج وعمرہ کے الفاظ اور مکان کے بارے تفصیل:

حج وعمرہ کی نذر میں دو اشیاء کا عمل دخل ہے۔(۱) الفاظ۔ (۲) مکان۔ ہر قسم کے لفظ یا ہر جگہ کا نام لینے سے حج یا عمرہ واجب نہیں ہوتے بلکہ اس کے بارے کچھ تفصیل ہے۔

مکان کے بارے تفصیل:

مکان کے بارے یہ تفصیل ہے کہ ابتداءً مکان کی دو قسمیں ہیں۔(۱) وہ مکان جہاں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے جیسے مسجد نبوی، حرم مدینہ، بیت المقدس اور تمام

مساجد۔ (۲) وہ مکان جہاں احرام کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں اور وہ ہے حرمِ مکی، حرمِ مکی میں مکہ شہر، مسجد حرام اور کعبہ شریف داخل ہیں۔

قسم اول کا حکم:

قسم اول کا حکم یہ ہے کہ اس جیسے مکان کا ذکر کرنے سے نذر منعقد نہیں ہوتی ہے۔ نہ عمرہ واجب ہوتا ہے اور نہ حج، لفظ خواہ صریح ہو یا کنایہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس نے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی نذر مانی ہے اور یہ کوئی قربت مقصودہ نہیں ہے جبکہ نذر منعقد ہونے کے لئے قربتِ مقصودہ ہونا ضروری ہے۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس کی نقلی دلیل میں ایک حدیث پیش فرمائی ہے کہ ایک عورت نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے رسول ! میں نے یہ نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مکہ فتح کرا دیا تو میں سو مسجدوں میں دو سو رکعت نماز پڑھوں گی۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک ہی مسجد میں پڑھ لو۔ یہاں نبی علیہ السلام نے ہر مسجد میں الگ الگ نماز کی نذر کو صحیح قرار نہیں دیا کیونکہ ساری مساجد نماز کے حق میں برابر ہیں۔ (بدائع الصنائع ص ۷۳/۵)

قسم ثانی کا حکم

وہ مکان جس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز نہیں ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ مکان جس کی طرف جانے کو حج یا عمرہ تصور نہیں کیا جاتا جیسے صفا مروہ، حجر اسود، مقام ابراہیم، رکن، استار کعبہ یعنی کعبہ کے پردے، باب کعبہ، عرفات، مزدلفہ، اسطوانہ بیت، زمزم وغیرہ، اگر اس قسم کے مکان کا ذکر کیا تو بالاتفاق نذر منعقد نہ ہوگی خواہ لفظ صریح ہو یا کنایہ ہو۔

(۲) وہ مکان جس کی طرف جانے کو حج یا عمرہ تصور کیا جاتا ہے جیسے بیت اللہ، خانہ کعبہ، کعبہ، مکہ، بکہ، اگر اس قسم کا ذکر کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) لفظ بھی صریح بولا ہو جیسے کہا کہ میں بیت اللہ کا حج یا عمرہ کروں گا تو اس صورت میں نذر منعقد ہو جاتی ہے اور حج یا عمرہ ضروری ہو جاتا ہے۔

(۲) لفظ کنائی بولا ہو تو نذر منعقد نہ ہوگی۔

☆اگر مسجد حرام یا حرم کا ذکر کیا اور لفظ کنائی بولا تو بالاتفاق نذر منعقد نہ ہوگی اور اگر صریح لفظ بولا تو اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے ہاں نذر منعقد نہیں ہوئی اور صاحبین کے ہاں منعقد ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر ص ۴۵۳/۴) میں لکھا ہے کہ یہ اختلاف دراصل عرف پر مبنی ہے۔ لہٰذا جس عرف میں حرام یا مسجد حرام کی طرف مشی کا لفظ بول کر حج یا عمرہ مراد لیا جاتا ہو، وہاں حج یا عمرہ واجب ہوگا اور یہی جمہور کے قول کا محمل ہے اور جہاں اس سے حج یا عمرہ کا معنی متعارف نہ ہو، وہاں نذر منعقد نہ ہوگی، اور یہی امام صاحبؒ کے قول کا محمل ہے۔

واضح رہے کہ ہمارے عرف میں ایسے الفاظ سے حج یا عمرہ متعارف نہیں ہے، اس لئے فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہوگا۔

الفاظ کی اقسام

الفاظ کی دو اقسام ہیں۔ (۱) صریح۔ (۲) کنایہ۔

صریح مثلاً یوں کہا کہ میں اللہ کے لئے حج کروں گا یا عمرہ کروں گا یا بیت اللہ کا حج یا عمرہ کروں گا یا خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کروں گا، ان الفاظ سے بالاتفاق حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا بشرطیکہ اقسامِ مکان میں سے تیسری قسم کا ذکر کیا ہو، اگر پہلی دونوں قسموں کا ذکر کیا تو اس سے کچھ واجب نہ ہوگا مثلاً کہا کہ میں بیت المقدس کا حج کروں گا یا مسجد

نبوی کا عمرہ کروں گا یا صفا مروہ کا حج کروں گا۔

کنائی الفاظ بہت سے ہیں جیسے (۱) المشی یعنی چلنا۔ (۲) الذهاب الی بیت اللہ یعنی بیت اللہ کی طرف جانا۔ (۳) السفر یعنی سفر کرنا۔ (۴) الخروج یعنی نکلنا (۵) الرکوب یعنی سوار ہونا۔ (۶) الهرولة یعنی تیز چلنا۔ (۷) قدم اٹھانا۔ (۸) روانہ ہونا۔ (۹) کجاوہ کسنا۔

ان الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ”المشی“ کے علاوہ کسی لفظ سے بھی نذر منعقد نہیں ہوتی خواہ کسی بھی مکان کا ذکر کیا ہو بالاتفاق اور ”المشی“ کے لفظ سے قیاساً نذر منعقد نہیں ہوتی، جیسا کہ دوسرے الفاظ کنایات سے منعقد نہیں ہوتی کیونکہ پیدل چلنا کوئی قربت مقصودہ نہیں لیکن استحساناً منعقد ہوجاتی ہے اور استحسان کی وجہ عرف عام ہے، فقہا کرامؒ نے لکھا ہے کہ یہ لفظ عرف عام میں حج یا عمرہ سے کنایہ ہوتا ہے، جب بھی یہ لفظ بولا جائے تو اس سے حج یا عمرہ کا التزام مراد لیا جاتا ہے، نیز پیدل حج وعمرہ کے بارے جو احادیث آتی ہیں ان میں یہی لفظ موجود ہے، اس کے علاوہ پیدل حج کا ثواب بھی زیادہ ہے۔

☆رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حج ماشيا فله بكل خطوة حسنة من حسنات الحرم قيل وما حسنات الحرم قال عليه السلام واحدة بسبعمأة.

یعنی جس نے پیدل حج کیا تو اسے ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ملے گی۔ کہا گیا کہ حرم کی نیکی کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک نیکی سات سو کے برابر ہے۔ (بدائع ۷۴/۵)

رواه ابن خزيمة والحاكم وقال: صحيح الاسناد عن زاذان رضى الله عنه ولفظه مختصراً. من حج من مكة ماشياحتى يرجع الى مكة كتب الله له بكل خطوة سبع مأة حسنة كل حسنة مثل حسنات الحرم. قيل: وما حسنات الحرم؟ قال بكل حسنة مأة الف حسنة.(الترغيب والترهيب ۱۶۶/۲)

ہمارا عرف:

یہ حکم عربی الفاظ اور فقہاءؒ کے عرف کا ہے، جہاں تک ہمارے عرف کا تعلق ہے تو اقسام مکان میں سے قسم ثالث کے ہر لفظ سے بھی نذر منعقد نہیں ہوتی جیسے مکہ، مکہ مکرمہ اور بکہ وغیرہ بلکہ صرف بیت اللہ، بیت اللہ شریف۔ کعبہ، خانہ کعبہ اور خانہ کعبہ شریف کے الفاظ سے نذر منعقد ہوتی ہے اور اقسام الفاظ میں سے صرف صریح سے منعقد ہوتی ہے خواہ ان کے ساتھ مکان کا ذکر نہ ہو مثلاً یوں کہا کہ "میں اللہ کے لئے حج کروں گا یا عمرہ کروں گا" کنایات سے منعقد نہیں ہوتی، پیدل کے لفظ سے بھی منعقد نہیں ہوتی البتہ اگر اس کے ساتھ صریح لفظ بھی موجود ہو مثلاً کہا کہ "میں پیدل حج یا عمرہ کروں گا" تو منعقد ہو جائیگی۔

پیدل حج نذر اور عمرہ کا حکم:

مذکورہ تفصیل کے مطابق اگر کسی نے پیدل حج یا عمرہ کی نذر مان لی تو اس کا حکم یہ ہے کہ پیدل حج یا عمرہ کرنا ضروری ہے، پیدل جانا شروع کرے، اگر فاصلہ بہت زیادہ ہو اور چلنے سے عاجز آگیا تو سوار ہو جائے اور ایک دم دے دے جس کی کم از کم مقدار ایک بکری ہے، اگر پیدل چلے بغیر سوار ہو کر حج یا عمرہ کر لیا تو بھی نذ پوری ہو جائے گی اور دم واجب ہوگا۔

احادیث:

(۱) مستدرک حاکم (۳۰۵/۴) میں عمران بن حصینؓ کی روایت ہے:

ما خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبة الا امرنا بالصدقة، ونهانا عن المثلة قال وقال: وان من المثلة ان ينذر ان يحج ماشيا. فمن نذر ان يحج

ماشیا فلیھد ھدیا ولیرکب. وصححه الحاکم واقر علیه الذھبی.

یعنی جب بھی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو ہمیں صدقہ کا حکم دیا اور مثلہ سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ بھی مثلہ ہے کہ آدمی پیدل حج کرنے کی نذر مانے پس جو بھی پیدل حج کرنے کی نذر مانے تو وہ ہدی دے دے اور سوار ہو جائے۔

(۲) سنن ابو داؤد، باب النذر بالمعصیۃ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے۔

ان اخت عقبة بن عامر نذرت ان تمشی الی البیت فامرھا النبی صلی اللّٰہ وسلم ان ترکب ونھدی ھدیا. سکت علیه ابوداؤد والمنذری فی تلخیصه (۳۷۷/۴) قال الحافظ فی التلخیص (۱۷۸/۴) اسناده صحیح.

یعنی عقبہ بن عامر کی بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو نبی علیہ السلام نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے اور ہدی دے دے۔

(۳) سنن بیہقی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: اذا نذر احدکم ان یحج ماشیا فلیھد ھدیا ولیرکب۔ یعنی جب تم میں سے کوئی ایک پیدل حج کی نذر مانے تو ہدی دے دے اور سوار ہو جائے۔

(۴) موطا امام محمد اور مسند عبدالرزاق میں حضرت علی رضی اللہ کا قول ہے: فیمن نذر ان یمشی الی البیت . قال یمشی فاذا اعیا رکب ویھدی جزورا۔ یعنی وہ پیدل چلے جب تھک جائے تو سوار ہو جائے اور اونٹ ہدی کر دے۔ (تکملۃ فتح الملہم ۱۷۰/۲)

اس زمانے میں حکم:

اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ پیدل حج وعمرہ کی نذر میں پیدل جانا ضروری ہے، اگر پورا سفر پیدل نہیں کرسکتا تو جتنا سفر پیدل کرسکتا ہے اتنا کر لے، اس کے بعد سوار ہو جائے

لیکن یہ پہلے زمانے کا مسئلہ ہے کہ ہر شخص اپنی مرضی سے بغیر کسی پابندی کے سفر کرتا اور عموماً اپنی سوار ہوتی تھی یا ہر جگہ سے سواری مل جاتی تھی۔ اب کی صورت حال مختلف ہے، ملکی قوانین، پاسپورٹ، ویزہ کی پابندی ضروری ہے۔ دوسری طرف ہوائی جہاز کا سفر ہوتا ہے، اس کا بھی وقت اور جگہ متعین ہوتی ہے، پہلے سے ٹکٹ لینا پڑتا ہے اس لئے اس زمانے میں حکم یہ ہے کہ اگر ناذر سعودی عرب کا باشندہ یا وہاں کا مقیم ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو پیچھے لکھا گیا ہے اور اگر ناذر دوسرے کسی ملک کا باشندہ ہو تو اس پر پیدل جانا ضروری نہیں ہے۔ ابتداء سے ہی سوار ہوسکتا ہے اور حرم جا کر دم دینا ضروری ہے۔

ننگے پاؤں حج وعمرہ کی نذر:

اگر کسی نے ننگے پاؤں حج وعمرہ کرنے کی نذر مانی تو شرعاً حج وعمرہ کرنا ضروری ہے لیکن ننگے پاؤں جانا ضروری نہیں ہے جوتے پہن سکتا ہے اور اس کی وجہ سے کچھ دم بھی واجب نہیں ہے۔ (تکملہ فتح الملہم ۱۷۲/۲)

☆صحیح مسلم میں عقبہ بن عامرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میری بہن نے پیدل ننگے پاؤں حج کی نذر مانی پھر مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لئے نبی علیہ السلام سے فتویٰ حاصل کروں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ استطاعت کے مطابق پیدل چلے پھر سوار ہوجائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بحسب طاقت پیدل چلنا ضروری ہے لیکن ننگے پاؤں جانا ضروری نہیں ہے۔

ننگے سر حج وعمرہ کی نذر:

اگر کسی نے ننگے سر جا کر حج وعمر کرنے کی نذر مانی تو ننگے سر جا کر حج وعمرہ کرنا ضروری نہیں ہے اور اس پر اس کی وجہ سے کچھ واجب بھی نہیں ہے، عورت کے لئے ننگے

سر جانا جائز ہی نہیں اور مرد حالت احرام میں سر نہیں ڈھانپے گا لیکن یہ نذر کی وجہ سے نہیں بلکہ اصل حکم یہی ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے ننگے سر دوپٹہ اوڑھے بغیر حج یا عمرہ کی نذر مانی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: مرها فلتختمری۔ اسے حکم دو کہ دوپٹہ اوڑھ کر جائے۔ (جامع الاصول (۱۸۵/۲۱) ومجمع الزوائد ص ۱۸۹/۴)

چند مسائل

مسئلہ:

اگر پیدل جا کر حج یا عمرہ کرنے کی نذر مانی تو صحیح قول کے مطابق اپنے گھر سے پیدل جانا شروع کرے گا، بعض فرماتے ہیں کہ میقات سے پیدل جائے اور بعض فرماتے ہیں کہ جس جگہ احرام باندھے وہاں سے پیدل جانا شروع کرے پھر اگر حج کرنا ہو تو طواف زیارت ادا کرنے تک پیدل چلتا رہے، اس کے بعد سوار ہوسکتا ہے کیونکہ طواف زیارت کرتے ہی حج کا احرام ختم ہو جاتا ہے اور عمرہ میں حلق یا قصر کرنے تک پیدل چلنا ضروری ہے، اس کے بعد سوار ہوسکتا ہے۔ (غنیۃ الناسک ص ۳۵۱)

☆اگر پورے سفر میں سوار رہا یا اکثر سفر سواری پر طے کیا تو اس پر ایک دم واجب ہے خواہ عذر کی وجہ سے سوار ہو ہو یا بلا عذر، اگر اس سے کم مقدار سوار ہوا ہے تو اتنی ہی مقدار میں درمیانی بکری کی قیمت صدقہ کردے، مثلاً اگر آدھا سفر سواری پر کیا تو درمیانی بکری کی قیمت اگر دوسو ریال ہے تو سو ریال صدقہ کردے اور اگر ایک چوتھائی سفر سواری پر کیا ہے تو پچاس ریال صدقہ کردے۔ (غنیۃ الناسک ص ۳۵۱)

☆اگر پیدل سفر شروع کیا، کسی شہر پہنچ کر حج وعمرہ کا ارادہ آئندہ کے لئے ملتوی کردیا اور وہیں مقیم ہوگیا یا تجارت شروع کردی پھر ارادہ ہوا کہ حج یا عمرہ کرتا ہوں تو اسی شہر سے آگے پیدل چلا جائے، گھر سے دوبارہ پیدل جانا ضروری نہیں ہے۔ (ایضاً)

☆اگر مکہ میں مقیم کسی شخص نے پیدل حج کی نذر مانی تو وہ بھی اپنے گھر سے پیدل جانا شروع کرے گا لیکن اگر عمرہ کی نذر مانی تو صحیح قول کے مطابق وہ حِل تک پیدل جائے گا اور وہاں سے احرام باندھ کر پیدل عمرہ کرے گا۔ بعض کے ہاں حل تک پیدل جانا ضروری نہیں، سوار جاسکتا ہے البتہ وہاں سے احرام باندھنے کے بعد پیدل عمرہ ضروری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حل کی طرف بھی پیدل جائے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ پیدل حج وعمرہ کی نذر مانی ہو تو اپنے گھر سے پیدل نکلنا ضروری ہے خواہ احرام نہ باندھا ہو جس کی تفصیل آچکی ہے، اس لئے وہ شخص بھی گھر سے ہی پیدل نکلے گا۔ (ایضاً)

☆اگر حجۃ الاسلام کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ حجۃ الاسلام امیر شخص پر زندگی میں ایک بار فرض ہے، اگر یہ امیر ہے تو حجۃ الاسلام اس پر پہلے سے فرض ہے اور جو چیز پہلے سے فرض ہو اس کی نذر ہی صحیح نہیں ہے اور اگر یہ امیر نہیں ہے تو اس پر حجۃ الاسلام واجب ہی نہیں ہوسکتا۔

☆اگر کہا کہ میں دو بار یا اس سے زیادہ بار حجۃ الاسلام کروں گا تو بھی نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک سے زائد بار حجۃ الاسلام واجب ہی نہیں۔

☆اگر کسی نے کئی حجوں کی نذر مانی تو سارے حج لازم ہوجائیں گے مثلاً کہا کہ میں سو حج کروں گا تو سو حج واجب ہوگئے، جب تک زندہ ہے ہر سال حج کرے گا اور ساتھ وصیت بھی کردے کہ جب میرا انتقال ہو تو جتنے حج باقی ہوں، میری طرف سے کردیئے جائیں۔ افضل طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی سال میں سو افراد کو حج کرادے اور اگر ہر سال ایک حج یا زیادہ کراتا رہا تو بھی درست ہے لیکن اس طرح دوسرے حج کرانے کے بعد جتنے سال وہ زندہ رہے گا اتنے سال خود حج کرے گا، نائب سے جو حج کرایا ہے وہ باطل تصور ہوگا، اگر اس کے بعد ایک دو سال زندہ رہا لیکن حج کا اعادہ نہ کیا اور انتقال کرگیا تو

اتنے سالوں کے حج کی وصیت ضروری ہے۔

☆اگر کسی نے کہا کہ میں اس سال دس حج کروں گا تو اس پر دس سالوں میں دس حج واجب ہیں۔ (تاتار خانہ ۲/۵۶۷)

☆اگر کسی نے کہا کہ میں اس سال دو حج کروں گا تو اس پر دو سالوں میں دو حج واجب ہیں۔ (تاتار خانیہ ۲/۵۶۷)

☆اگر کہا کہ میں ایک سال میں دو حج کروں گا تو ایک حج خود کرلے اور دوسرے کے لئے کسی کو بھیج دے۔ (تاتار خانیہ ص ۲/۴۰۲) کتاب الصوم، الحادی عشر فی النذور.

☆اگر کہا کہ مجھ پر گذشتہ سال کا حج اس سال واجب ہے تو اس پر ایک حج واجب ہو جائے گا۔ (حوالہ بالا)

☆اگر اشہر حج (شوال، ذو قعدہ اور ذوالحجہ) سے پہلے نذر مانتے ہوئے کہا کہ میں حج کروں گا پھر اشہر حج آنے سے پہلے ہی انتقال ہوگیا تو اس پر حج لازم ہوگیا یعنی موقعہ مل جائے تو وصیت کرنا ضروری ہے اور اگر کہا کہ میں فلاں سن میں حج کروں گا یا کہا کہ اپنی عمر کے چالیس سال میں حج کروں گا اور اس سے پہلے انتقال ہوگیا تو اس پر حج کی وصیت لازم نہیں ہے۔ دونوں صورتوں میں فرق بڑا دقیق ہے، وہ یہ کہ پہلی صورت میں التزام ابتدائی ہے، اس نے ابتداءً مطلقاً حج کی نذر مانی ہے اور دوسری صورت میں التزامِ اضافی ہے یعنی نذر حج کی نسبت ایک وقت تک کی ہے، اس لئے اگر وہ وقت نہ آسکا تو حج بھی لازم نہ ہوگا۔ (غنیۃ الناسک)

☆اگر کہا کہ ''میں نے اگر فلاں سے بات کی تو مجھ پر اسی دن حج یا عمرہ ہے'' پھر بات کرلی تو اسی وقت حج وعمرہ کا احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، جب چاہے احرام باندھ کر حج یا عمرہ کرسکتا ہے، جیسے اگر کہا کہ مجھ پر آج حج یا عمرہ ہے تو اسی دن حج یا عمرہ ضروری نہیں، بعد میں کسی دن ادا کرلے۔ (حوالہ بالا)

☆اگر کہا کہ ''مجھ پر آدھا حج ہے'' تو اس پر پورا حج واجب ہو جائے گا۔

☆اگر کہا کہ" میں ایسا حج کروں گا کہ جس میں نہ میں طواف زیارت کروں اور نہ وقوف عرفہ" تو اس پر پورا حج واجب ہوگا، یعنی طواف زیارت اور وقوف عرفہ کرنا ہوگا۔

☆اگر کسی نے حج کو ایک شرط کے ساتھ معلق کیا پھر دوسری شرط کے ساتھ معلق کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر دوسری شرط میں کہا ہو کہ وہی حج مجھ پر واجب ہے تو ایک ہی حج واجب ہوگا مثلاً کہا کہ اگر میں بازار گیا تو مجھ پر حج ہے پھر کہا کہ اگر میں نے بدنظری کی تو مجھ پر وہی حج ہے پھر دونوں شرطیں پائی گئیں تو ایک حج واجب ہوگا۔

(۲) اگر دوسری شرط میں مطلق حج کا ذکر کیا تو دو حج واجب ہوں گے مثلاً کہا" اگر میں امتحان میں پاس ہوا تو حج کروں گا" پھر کہا " اگر میں نے پوزیشن حاصل کی تو حج کروں گا" پھر دونوں شرطیں پائی گئیں تو دو حج واجب ہوں گے۔

☆اگر کسی نے احرام باندھنے کی نذر مانی تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہے۔ تاتار خانیہ (۵۶۷/۲) اور اسے اختیار ہے حج کرلے یا عمرہ۔

☆بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسی کے ذمہ حج نذر ہو تو اسے حجۃ الاسلام کے ضمن میں ادا کرسکتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حجۃ الاسلام سے حج نذر ساقط نہیں ہوتا، اسے مستقلاً ادا کرنا ضروری ہے۔

☆ اگر کسی نے نذر مانی کہ میں اس سال نفلی حج کروں گا پھر اسی سال حجۃ الاسلام کرلیا تو اس پر الگ سے نفلی حج ضروری ہے۔

☆اگر کسی نے نذر مانی کہ میں حجۃ الاسلام نفلی طور پر ادا کروں گا تو اس پر حجۃ الاسلام ہی لازم ہے، اگر وہ ادا کرلیا تو کافی ہے، نفلی حج ضروری نہیں ہے۔ (غنیۃ الناسک)

☆اگر کسی نے نذر مانی کہ میں فلاں کو حج کراؤں گا تو اسے حج کرانا اس پر لازم ہوجائے گا۔ (ایضاً)

حج نذر کے لیے نیت ضروری ہے:

حج نذر ادا کرتے وقت یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ میں نذر کا حج ادا کرتا ہوں۔ اگر نذر کی نیت نہ کی تو نذر کا حج ادا نہ ہوگا، پھر کونسا حج ادا ہوگا؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے ذمہ حجۃ الاسلام ہو تو وہ ادا ہوجائے گا اور اگر حجۃ الاسلام اس پر فرض نہ تھا یا فرض تھا لیکن ادا کرچکا ہے تو نفلی حج ادا ہوگا۔ (غنیۃ)

نذر طواف

طواف عبادتِ مقصودہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حج وعمرہ کے علاوہ مستقل طور پر بھی طواف ایک نفلی عبادت ہے، اس لئے اس کی نذر بھی صحیح ہے۔ نذر خواہ معلق ہو یا مرسل۔

☆ فتاویٰ خانیہ میں لکھا ہے کہ طواف کی نذر لازم نہیں ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے خانیہ سے طواف کی نذر کا عدم لزوم نقل فرما کر اس پر اشکال وارد فرمایا ہے کہ طواف عبادت مقصودہ ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے، اس لئے اس کی نذر صحیح ہونا چاہئے۔ اس کے بعد لباب المناسک سے لزوم نذر نقل فرمایا۔ (ردالمحتار ص ۳/۷۳۸)

☆ علامہ رافعی رحمہ اللہ نے نذر طواف کے عدم لزوم کی یہ توجیہ کی ہے کہ طواف خود عبادت مقصودہ نہیں ہے بلکہ اس سے تعظیمِ کعبہ مقصود ہے۔ ملاحظہ ہو التحریر المختار ص ۱۵/۳۔

☆ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ "احسن الفتاویٰ (۵/۵۰۲) میں علامہ رافعیؒ کی اس توجیہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ توجیہ بھی غیر وجیہ ہے"

☆ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ طواف خود عبادت مقصودہ ہے عبادت غیر مقصودہ نہیں ہے۔

☆ طواف منذور کا وقت مقرر نہیں ہے، جب تک کہ نذر ماننے والا خود اس کا وقت معین نہ کردے۔ (شرح اللباب ص ۱۴۳)

☆اگر کسی نے سرین یا زانو کے بل گھسٹ کر طواف کرنے کی نذر مانی پھر اسی طرح طواف کرلیا تو بعض حضرات کے ہاں نذر ادا ہوگئی اور یہ ایسے ہے جیسے کسی نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی نذر مانی ہو تو بیٹھ کر پڑھ لینا کافی ہے، کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ایسے شخص پر صحیح طواف واجب ہوا ہے، اگر اس نے گھسٹ کر طواف کیا تو اس کا اعادہ ضروری ہے، اگر اعادہ کئے بغیر واپس گھر آگیا تو دم دینا ضروری ہے۔

نماز اور طواف میں فرق یہ ہے کہ عام حالات میں نفل نماز کھڑے ہو کر بھی ادا کرسکتے ہیں اور بیٹھ کر بھی، اب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی نذر گویا کہ نماز کی دو قسموں میں سے ایک کی نذر ہے جو درست ہے بخلاف نفل طواف کے کہ گھسٹ کر طواف کرنا عام حالات میں مشروع نہیں ہے، اس لئے گھسٹ کر طواف کرنے کی نذر مانی تو صحیح طواف کی نذر منعقد ہوگی اور یہ ایسے ہے کہ ایک شخص رکوع سجدہ پر قدرت رکھتے ہوئے بھی اشارہ سے نماز پڑھنے کی نذر مانتا ہے تو اس پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ (فتح القدیر)

سعی، وقوف وغیرہ کی نذر

سعی، وقوف، وقوف مزدلفہ، وقوف منی، رمی جمار، حلق، قصر وغیرہ مستقل عبادت وقربت نہیں بلکہ حج وعمرہ کے تابع ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ اعمال بطور نفل مشروع نہیں ہیں، اس لئے ان اعمال حج کی نذر بھی منعقد نہیں ہوتی۔

حالتِ اعتکاف میں حج یا عمرہ کا احرام باندھنا:

کسی نے حالت اعتکاف میں حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو احرام لازم ہوگیا، اگر اسے اندیشہ ہو کہ اعتکاف میں بیٹھے رہنے کی وجہ سے حج فوت ہوسکتا ہے تو اعتکاف چھوڑ دے، حج کرلے اور آئندہ اعتکاف نئے سرے سے کرلے۔

(خلاصۃ الفتاوی ۱/۲۶۹)

واضح رہے کہ اگر مطلق احرام باندھا ہو یا عمرہ کا احرام باندھا ہو تو پہلے یہ مسئلہ آچکا ہے کہ (مطلق احرام میں) اس پر حج یا عمرہ لازم ہے اور اسے اختیار ہے، لہذا اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ اعتکاف پورا کر لے اور بعد میں عمرہ کر لے کیونکہ عمرہ کا وقت مقرر نہیں ہے۔

ہدی اور اس کی نذر

ہدی وہ جانور کہلاتا ہے جسے حاجی اپنے ساتھ لے جا کر حرم میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ذبح کرتا ہے، اس زمانے میں ساتھ لے جانا ممکن نہیں، اس لئے وہیں خرید کر ذبح کردیا جاتا ہے، ہدی ذبح کرنا قربت مقصودہ ہے اور اس کی نذر منعقد ہوجاتی ہے۔

☆ہدی کا اطلاق بکری، گائے اور اونٹ تینوں پر ہوتا ہے اور بدنہ کا اطلاق صرف گائے اور اونٹ پر ہوتا ہے، بکری پر نہیں ہوتا۔

☆لہذا اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں اللہ کی رضا کے لئے بدنہ ہدی میں دوں گا تو اس پر اونٹ یا گائے دینا لازم ہے پھر ان میں سے جو قیمتی ہو اس کا دینا افضل ہے، اور اگر کہا کہ میں ہدی دوں گا یا ذبح کروں گا تو اسے اختیار حاصل ہے، بکری، گائے اور اونٹ میں سے جو چاہے ذبح کردے البتہ گائے یا اونٹ کا ذبح کرنا افضل ہے۔

☆اگر کسی نے بکری، گائے اور اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس کے ساتھ ہدی کا لفظ نہیں بولا تو بالاتفاق اس کا حرم میں ذبح کرنا اور وہاں اس کا گوشت تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اپنے علاقے میں ذبح کر کے گوشت تقسیم کرسکتا ہے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتا ہے، اسی طرح اگر بدنہ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس کے ساتھ ہدی کا لفظ نہیں بولا اور نہ یہ نیت کی کہ مکہ میں ذبح کروں گا اور نہ یہ کہا کہ "وہ بدنہ جو شعائر اللہ سے ہے" تو اسے بھی ہر جگہ ذبح کرسکتا ہے بلکہ اس کی قیمت بھی صدقہ کرسکتا ہے۔

☆مکان کی تین اقسام کا ذکر پہلے آچکا ہے، اگر کسی نے صرف ہدی کا لفظ بولا

تو یہ حرم میں ذبح کرنے کے لئے صریح ہے، اگر ہدی کے ساتھ کعبہ، خانہ کعبہ، مکہ، بکہ وغیرہ الفاظ ملائے مثلاً کہا کہ "میں یہ ہدی کعبہ لے جاؤں گا" تو یہ بھی صریح ہے اور اگر ساتھ صفا مروہ کا ذکر کردیا تو اس سے ہدی واجب نہ ہوگی، صفا مروہ کے ذکر سے ہدی کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے اور اگر اس کے ساتھ حرم یا مسجد حرام کا ذکر کیا تو سابقہ تفصیل کے مطابق اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ہدی لازم نہیں اور صاحبین کے ہاں لازم ہے، پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ علامہ ابن الہمامؒ نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف عرف پر مبنی ہے۔ ہمارے عرف میں اگر حرم کا لفظ بولا مثلاً کہا کہ "میں حرم میں ہدی ذبح کروں گا" تو اس سے ہدی کی نذر لازم ہو جائیگی اور اگر مسجد حرام کا ذکر کیا تو اس سے ہدی واجب نہ ہوگی۔

اقسام ہدی:

ہدی کی تین اقسام ہیں:

(۱) جانور کی ہدی۔ اگر کسی نے جانور ہدی کرنے کی نذر کی تو اسے حرم میں ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ یعنی اس کے تین مخصوص احکام ہیں۔ (۱) حرم میں ذبح کرنا (۲) ذبح ہی ضروری ہے، اس کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں ہے، یہ دونوں حکم "ہدی" کے مفہوم میں داخل ہیں (۳) گوشت کا صدقہ ضروری ہے، کیا وہاں کے فقراء پر صدقہ ضروری ہے؟ اس بارے دو اقوال ہیں بعض کے ہاں وہاں کے فقراء پر صدقہ ضروری ہے اور بعض کے ہاں وہاں کے فقراء پر صدقہ ضروری نہیں ہے۔ یہی قول راجح ہے، ایک وجہ تو اس کی یہ ہے کہ صدقہ مطلقاً عبادت ہے خواہ حرم کے فقراء پر ہو یا غیر حرم کے فقراء پر، دوسری وجہ اس زمانے کے قوانین واصول کی روشنی میں یہ ہے کہ ہر آدمی کے لئے وہاں کے فقراء کی تلاش ممکن نہیں بلکہ وہاں اپنی مرضی کے مطابق کسی کو گوشت دینا بھی ممکن نہیں ہے، گوشت کی تقسیم حکومت کی زیر نگرانی ہوتی ہے، اور وہ عموماً

دوسرے ممالک کے فقراء میں تقسیم کرتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ صدقہ میں تعین مکان کی قید لغو ہے۔

(۲) منقولی چیز کی نذر ہو، مثلاً کہا کہ" میں اپنے کپڑے حرم میں صدقہ کروں گا یا ہدی کروں گا" شرعاً اسے اختیار ہے چاہے حرم میں صدقہ کرے یا غیر حرم میں نیز بعینہ وہ چیز صدقہ کرے یا اس کی قیمت۔

(۳) غیر منقولی چیز کی نذر، مثلاً اپنی زمین گھر اور جائیداد کی نذر مانی، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی قیمت ہدی اور صدقہ کرنا ضروری ہے، خواہ حرم میں صدقہ کرے یا اپنے علاقے میں۔

☆اگر کسی معین جانور کو ہدی کرنے کی نذر مانی تو اس کی جگہ اس جیسا جانور ہدی میں ذبح کرنا درست ہے بالخصوص اس زمانے میں، کیونکہ متعین جانور کا حرم لے جا کر ذبح کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

☆اگر کسی نے بکری ہدی کرنے کی نذر کی اور اس کی بجائے گائے، اونٹ یا بڑا جانور دے دیا تو یہ اچھی بات ہے کیونکہ بدل مبدل سے اعلیٰ ہے اور اگر بڑا جانور ہدی کرنے کی نذر مانی ہے تو اس کے بدلے بکری ہدی کرنا جائز نہیں ہے، اس سے نذر ادا نہ ہوگی کیونکہ بدل مبدل سے ادنیٰ ہے۔

☆اگر بکری ہدی کرنے کی نذر مانی تو اس کی جگہ بڑے جانور کا ساتواں حصہ بھی ہدی کر سکتا ہے یعنی کئی افراد کے ساتھ شریک ہو کر ایک حصہ ڈال دے تو یہ بکری کا بدل بن سکتا ہے۔

☆اگر کسی نے دو بکریاں ہدی کرنے کی نذر مانی پھر اس نے ایک بڑی بکری ہدی کی جس کی قیمت عام دو بکریوں کے برابر ہو تو نذر ادا نہ ہوگی۔ کیونکہ" اراقۃ الدم" (خون بہانے) کے اعتبار سے برابری نہیں پائی گئی۔

☆اگر کسی نے اونٹ گائے وغیرہ ہدی کرنے کی نذر مانی اور اس کی بجائے سات بکریاں ہدی کر دیں تو درست ہے۔

☆ہدی کے جانور کی وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کی ہیں

☆ہدی منذور کا گوشت خود کھانا جائز نہیں، نہ ہی اپنے اصول وفروع کو کھلا سکتا ہے شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو نہیں دے سکتی، اسی طرح اغنیاء کو دینا بھی جائز نہیں، اگر خود کھایا یا اغنیاء کو دے دیا تو اتنے گوشت کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے، اس گوشت کے مستحقین صرف فقراء ہیں۔

☆ آجکل ہر شخص اپنی ہدی کا گوشت تقسیم نہیں کر سکتا، حکومت تقسیم کرتی ہے، یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ گوشت صرف فقراء کو دے، اگر اغنیاء کو دے تو حکومت ذمہ دار ہوگی۔

☆ اگر ہدی کا لفظ نہ بولا ہو تو حرم میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے اگر چہ اس نے نذر میں کہا ہو کہ میں حرم میں ذبح کروں گا۔

☆ہدی منذور کے ذبح کے لئے وقت مقرر نہیں ہے جب چاہے ذبح کر سکتا ہے البتہ مکان متعین ہے یعنی حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے پھر حرم میں جہاں چاہے ذبح کر سکتا ہے، منٰی میں ذبح کرنا ضروری نہیں البتہ ایام نحر میں منٰی میں ذبح کرنا افضل ہے۔

☆ہدی منذور کو ذبح کرنا ضروری ہے، اسے زندہ صدقہ کرنا یا اس کی قیمت صدقہ کرنا کافی نہیں ہے۔

☆ذبح کرتے وقت ہدی منذور کی نیت ضروری ہے، اگر خریدتے وقت نیت کر لی تو بھی کافی ہے لیکن اگر نہ خریدتے وقت نیت کی اور نہ ذبح کے وقت بلکہ ذبح کرنے کے بعد نیت کی تو نذر ادا نہ ہوگی۔

☆خود اس بات کی نیت بھی ضروری ہے کہ میں ایک عبادت اور قربت ادا کر رہا ہوں۔

☆اگر ہدی منذور کے لئے جانور خریدا پھر وہ ہلاک ہو گیا، یا گم ہو گیا تو دوسرا خریدنا ضروری ہے کیونکہ نذر ناذر کے ذمہ سے متعلق تھی جو ہنوز ادا نہیں ہو سکی، ہاں اگر ذبح کرنے کے بعد ضائع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، نذر ادا ہو گئی۔

☆اگر کسی معین جانور کو ہدی کرنے کی نذر مانی تھی پھر وہ ہلاک ہو گیا تو دوسرا

خرید کر ذبح کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ نذر جانور کے ذمہ سے متعلق تھی۔

☆ تاتارخانیہ (۵/۴۷) میں ہے کہ اگر کسی نے معین بکری ہدی کرنے کی نذر مانی پھر اس کی جگہ اس جیسی بکری ہدی کردی تو کافی ہے۔

☆ اگر کسی نے بدنہ ہدی کرنے کی نذر مانی تو پہلے آچکا ہے کہ اس پر اونٹ یا گائے واجب ہے پھر اونٹ چونکہ بڑا ہوتا ہے اس لئے اس کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر ہدی ذبح کرنے کی نذر مانی تو گائے اونٹ اور بکری میں سے جس کی نیت کر لی درست ہے وہی ذبح کردے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو بکری ذبح کر لینا کافی ہے جبکہ سب سے افضل اونٹ پھر گائے ہے۔

☆ اگر ایک بکری اور گائے کا ساتواں حصہ قیمت اور گوشت میں برابر ہو تو بکری افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت بہتر اور مفید ہے اور اگر گائے کا ساتواں حصہ گوشت کے اعتبار سے زیادہ ہو تو وہ بکری سے افضل ہے، اسی طرح اگر اس کی قیمت زیادہ ہو تو وہ افضل ہے۔

☆ اگر خصی جانور اور غیر خصی جانور گوشت اور قیمت میں برابر ہوں تو خصی افضل ہے اور اگر خصی کی قیمت کم اور غیر خصی کی زیادہ ہو تو غیر خصی افضل ہے، اسی طرح اگر غیر خصی میں گوشت زیادہ اور خصی میں کم ہو تو غیر خصی افضل ہے۔

☆ گائے اور بیل قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو گائے افضل ہے کیونکہ مادہ کا گوشت بہتر ہوتا ہے، ہاں اگر بیل قیمت میں زیادہ ہو یا گوشت میں زیادہ ہو تو وہ کم قیمت والی اور کم گوشت والی گائے سے بہتر ہے۔

☆ اگر ایک گائے اور چھ بکریوں کی قیمت برابر ہو تو گائے افضل ہے اور سات بکریاں ایک گائے سے بہتر ہیں۔

☆ اگر بھیڑ اور دنبہ قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو دنبہ افضل ہے اور اگر بھیڑ قیمت یا گوشت میں زیادہ ہو تو وہ دنبے سے افضل ہے۔

☆ اگر بکری اور پوری گائے قیمت اور گوشت میں برابر ہوں تو بکری افضل ہے

،اس کی وجہ آئندہ آنے والا مسئلہ ہے کہ بکری پوری کی پوری فرض میں لگتی ہے جبکہ پوری گائے ذبح کی جائے تو پوری گائے فرض میں لگے گی؟ اس میں اختلاف ہے۔

☆اگر کسی نے ہدی کی نذر میں، یا بکری کی جگہ پوری گائے ذبح کردی تو اکثر علماء کے ہاں وہ پوری کی پوری فرض میں لگتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کے ہاں ساتوں حصہ فرض میں لگتا ہے، باقی چھ حصے نفل میں۔ پوری گائے کا فرض میں لگنا اختلافی مسئلہ ہے اور بڑی (زیادہ قیمت والی) بکری کا فرض میں لگنا اتفاقی ہے، اس لئے گذشتہ صورت میں بکری کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

☆بھیڑ اور دنبہ اگر چھ ماہ کا ہو اور خوب صحت مند اور موٹا ہو، چنانچہ اگر اسے ایک سال کی بھیڑوں یا دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو دور سے دیکھنے والا فرق محسوس نہ کرے تو اسے بھی ہدی میں ذبح کرنا درست ہے۔ اسے ''جذع'' کہا جاتا ہے اور جس کا سال پورا ہو چکا ہو اسے ''ثنی'' کہا جاتا ہے۔

☆ثنی جذع سے افضل ہے۔

☆اگر بکرا، مینڈھا اور دنبہ موجوء ہو تو وہ بکری بھیڑ اور دنبی سے افضل ہیں۔ موجوء وہ مذکر جانور ہے جس کے خصیتین کو کوٹ کر ختم کر دیا گیا ہو اور خصی وہ مذکر جانور ہے جس کے خصیتین کو نکالا گیا ہو۔ (غنیۃ الناسک)

☆ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ'' آپ کا کاتا ہوا جو کپڑا میں پہنوں تو وہ ہدی ہے'' اس کا حکم یہ ہے کہ حلف کے دن شوہر کی ملکیت میں جو روئی تھی، اگر عورت اسے کات ڈالے اور شوہر اسے پہن لے تو بالاتفاق اسے ہدی کرنا ضروری ہے لیکن اگر بعد میں شوہر نے روئی خریدی اور بیوی نے کاتی اور شوہر نے پہنا تو اس کو ہدی کرنا ضروری ہے؟ اس میں اختلاف ہے، صاحبینؒ کے ہاں اس کو ہدی کرنا ضروری نہیں ہے، ان کے ہاں مذکورہ نذر صرف اسی روئی کو شامل ہے جو نذر کے وقت شوہر کی ملکیت میں ہو اور امام صاحبؒ کے ہاں اسے ہدی کرنا ضروری ہے، امام صاحبؒ کے ہاں مذکورہ نذر بعد میں خریدی گئی روئی کو بھی شامل ہے۔ (تاتارخانیہ ص ۴۹/۵) فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے۔

قربانی کی نذر اور اس کے احکام

قربانی عبادت مقصودہ ہے، یہی وجہ ہے کہ نفلی قربانی بھی مشروع ہے اور اس کی جنس سے واجب موجود ہے اور وہ ہے ہدی تمتع، ہدی قران اور دم احصار وغیرہ، اس لئے قربانی کی نذر بالاتفاق منعقد ہوجاتی ہے اور ناذر پر قربانی واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر کیونکہ اس کے وجوب کا سبب فعل اختیاری یعنی نذر ماننا ہے اور اس میں غنی اور فقیر برابر ہیں جیسے حج کی نذر میں غنی اور فقیر برابر ہیں یعنی اگر فقیر نے بھی حج کی نذر مانی تو حج اس پر لازم ہو جاتا ہے۔

اعتراض:

بعض حضرات نے غنی کی نذر قربانی پر اعتراض کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ غنی کی نذر قربانی منعقد نہیں ہونی چاہئے کیونکہ نذر کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ کام پہلے سے واجب نہ ہو جبکہ غنی پر پہلے ہی قربانی واجب ہے۔

جواب (۱): مفتی ابوالسعود رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ غنی پر مطلق قربانی واجب ہوتی ہے اور نذر معین جانور کی ہوتی ہے لیکن اس جواب پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نذر جیسے معین جانور کی درست ہے غیر معین کی بھی درست ہے، اس لئے یہ جواب درست نہیں۔

جواب (۲) علامہ شامی رحمہ اللہ نے بدائع الصنائع کے ایک مسئلہ کی روشنی میں دوسرا جواب دیا ہے۔ بدائع کا مسئلہ آگے آرہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر غنی شخص نے ایام النحر میں قربانی کی نذر مانی تو اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی، ایک اصل قربانی جو غنی ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسری نذر کی وجہ سے۔ ہاں اگر اس نے کہا کہ میں نے مستقل نذر نہیں مانی بلکہ جو قربانی مجھ پر غنی ہونے کی وجہ سے واجب تھی اس کی خبر دی ہے

تو اس پر وہی اصل ایک قربانی واجب ہے، اگر ایام النحر سے پہلے قربانی کی نذر مانی تو بالاتفاق اس پر دو قربانیاں واجب ہوجائیں گی۔ کیونکہ یہاں "اخبار عن الواجب" کا احتمال موجود نہیں ہے، وقت سے پہلے اس پر قربانی واجب ہی نہ تھی کہ جس کی خبر دینا ممکن ہوتا اور اگر فقیر نے ایام النحر سے پہلے قربانی کی نذر مانی پھر ایام النحر میں مالدار ہوگیا تو اس پر بھی دو قربانیاں لازم ہیں کیونکہ یہاں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے پہلے سے واجب قربانی کی خبر دی ہے، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس صورت میں نذر بنتی ہے وہ قربانی اصل قربانی کے علاوہ ہے، پہلے سے واجب قربانی کی نذر نہیں مانی جارہی، لہٰذا غنی پر پہلے سے جو قربانی واجب ہے وہ اور ہے اور اس کا وجوب من جانب الشارع ہے، اس میں فعل اختیاری کار فرما نہیں اور جو نذر کی وجہ سے واجب ہوتی ہے وہ اور ہے، وہ من جانب العبد ہے اور اس میں بندے کا فعل اختیاری کار فرما ہے۔ (الشامیۃ ص ۳۲۰/۶)

اقسام نذر:

نذر قربانی کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) حقیقی نذر مثلاً اس نے کہا "میں اللہ کی رضا کے لئے قربانی کرتا ہوں" یا "اللہ کے لئے مجھ پر قربانی واجب ہے" یا "میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے فلاں جانور قربانی کروں گا" وغیرہ ناذر خواہ غنی ہو یا فقیر۔

(۲) معنوی اور عرفی نذر مثلاً فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اس جانور کی قربانی اس پر واجب ہوجاتی ہے، اس نے حقیقۃً نذر تو نہیں مانی لیکن عرف میں یہ ایجاب نذر کے قائم مقام ہے، جب اس نے فقیر ہونے کے باوجود قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو گویا اس نے نذر مانی اور جانور کی قربانی اپنے اوپر واجب کردی۔ لہٰذا اس جانور کے بعینہ وہی احکام ہوں گے جو منذور قربانی کے ہوتے ہیں۔

☆ اگر فقیر نے جانور قربانی کی نیت سے نہیں خریدا، خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کرلی یا اس کی ملکیت میں جانور تھا اس کو قربانی کرنے کی نیت کرلی تو اس سے قربانی

لازم نہ ہوگی، یہ نذر معنوی اور عرفی میں داخل نہیں ہے۔

☆اگر غنی شخص نے ایام النحر یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کے دوران قربانی کی نذر مانی مثلاً کہا ''مجھ پر اللہ کی رضا کے لئے ایک قربانی ہے'' تو صحیح قول کے مطابق اس پر قربانی واجب ہوگی لہٰذا وہ دو قربانیاں کرے گا، ایک اصل قربانی جو غنی ہونے کی وجہ سے واجب ہے اور ایک قربانی نذر کی وجہ سے، ہاں اگر اس نے مستقل نذر نہ مانی ہو بلکہ اس پر غنی ہونے کی وجہ سے جو قربانی واجب تھی اس کی خبر دی ہو تو اس پر وہی ایک ہی قربانی واجب ہے، نذر کی قربانی واجب نہ ہوگی کیونکہ ایام نحر میں اس پر ابتداء قربانی واجب تھی اور اس کے الفاظ میں انشاء نذر اور اخبار نذر دونوں کا احتمال تھا، جب اس نے اخبار کی نیت کر لی تو اس کی دیانۃً تصدیق کی جائیگی۔

☆اگر غنی نے ایام نحر سے پہلے مذکورہ الفاظ کہے تو اس پر بالاتفاق دو قربانیاں واجب ہو جائیں گی، ایک اصل قربانی اور دوسری نذر کی قربانی، اسی طرح اگر فقیر نے ایام نحر سے پہلے یہ الفاظ کہے پھر ایام نحر میں غنی بن گیا تو اس پر بھی دو قربانیاں واجب ہوں گی، ایک غنی ہونے کی وجہ سے اور ایک نذر کی وجہ سے واجب ہے، نذر کی قربانی اس لئے واجب ہے کہ ایام النحر سے قبل ان پر اصل قربانی واجب نہیں ہے، فقیر تو صاحب حیثیت ہی نہیں اور غنی صاحب حیثیت ہے لیکن قربانی کا وقتِ وجوب نہیں آیا، لہٰذا اس صورت میں اس کے الفاظ انشاءِ نذر کے لئے معین ہیں، ان میں اخبار کا احتمال موجود نہیں ہے۔(بدائع الصنائع ص ۶۵/۵)

☆واضح رہے کہ عوام الناس کو نفسِ وجوب، وقتِ وجوب اور وجوبِ اداء کا علم نہیں ہوتا، وہ ایام النحر سے پہلے ہی جانور خریدتے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ ہم پر قربانی واجب ہے، اس بناء پر ایام النحر سے پہلے بھی اگر کسی نے مذکورہ الفاظ بولے اور نیت اخبار کی کر لی تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

☆نذر قربانی کے بھی وہی احکام ہیں جو عام قربانی کے ہیں، جس جانور کی قربانی ہو سکتی ہے اسے منذور قربانی میں بھی ذبح کر سکتے ہیں البتہ اگر معین جانور کی قربانی کی نذر مانی اور اس میں قربانی کی شرائط موجود نہ ہوں تو حقیقت میں قربانی کی نذر نہ ہوگی

بلکہ جانور ذبح کرنے کی نذر ہوگی، اس جانور کو جب چاہے ذبح کردے اور اس کا گوشت فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔

☆ اگر کسی نے بکری کے بچے کو قربانی کرنے کی نذر کی تو وہ انتظار کریگا، جب وہ ایک سال کا ہو جائے تو پھر ایام قربانی میں اس کی قربانی کردے۔

امداد الفتاویٰ (۵۵۸/۲)

جانور کی ہلاکت

اگر کسی نے معین جانور کو قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ ہلاک ہوگیا یا ضائع ہوگیا یا گم ہوگیا تو اس کے ذمہ سے منذور قربانی ساقط ہوگئی ناذر خواہ غنی ہو یا فقیر کیونکہ اس کا وجوب اس جانور سے متعلق تھا، ناذر کے ذمہ سے متعلق نہ تھا، جیسے اگر کسی پر زکوۃ واجب ہو اور سارا مال ہلاک ہو جائے تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے لہذا اس پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر دوسرا خرید لیا تو ناذر اگر غنی ہے تو دوسرے کی قربانی اس پر لازم نہ ہوگی لیکن اگر فقیر ہے تو دوسرے کی قربانی بھی اس پر لازم ہو جائے گی فقیر پر لازم ہونے کی وجہ نذر معنوی ہے جس کی وضاحت آچکی ہے۔

قربانی کا وقت

عام قربانی کی طرح منذور قربانی کا وقت بھی مقرر ہے یعنی ایام النحر دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ، اگر ایام النحر سے پہلے منذور قربانی کر ڈالی تو صحیح نہیں ہے، اسی طرح شہری کے لئے دس ذوالحجہ کو نماز عید کے بعد ذبح کرنا ضروری ہے، اگر پہلے ذبح کر ڈالی تو صحیح نہیں ہے۔

☆ نذر خواہ صریح و حقیقی ہو یا عرفی، اگر ناذر نے ایام النحر میں ذبح کی بجائے خود جانور صدقہ کر دیا تو نذر ادا نہ ہوگی، اس کی جگہ دوسرا جانور خرید کر ذبح کرنا ضروری ہے

کیونکہ اس کے ذمہ اصل واجب "اراقۃ الدم" ہے یعنی خون بہانا، خود جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرنا بدل ہے، اور اصل ادا کرنے کا وقت باقی ہے، اس لئے دوسرا ذبح کرے ہاں اگر دوسرا نہ خریدا یہاں تک کہ ایام النحر گزر گئے تو اس کی قیمت صدقہ کرسکتا ہے کیونکہ اصل "اراقۃ الدم" پر عمل ممکن نہیں رہا، اور جو جانور اس نے پہلے صدقہ کردیا ہے، اب وہ کافی نہیں ہے کیونکہ اس کی ادائیگی سبب وجوب سے پہلے کی ہے۔

☆اگر ایام النحر میں جانور ذبح نہ کیا تو بعد میں قضاء ممکن نہیں، اب اس کا حل یہ ہے کہ اگر جانور معین تھا تو خود اسے صدقہ کردے، یہی اصل حکم ہے اور اگر جانور کی قیمت صدقہ کردی اور جانور خود رکھ لیا یا فروخت کردیا تو بھی درست ہے کیونکہ خو د جانور کا صدقہ واجب تھا اور قیمت اس کے مثل ہے اور اگر جانور ذبح کر کے گوشت فقراء میں تقسیم کردیا تو بھی درست ہے، چونکہ یہ اصل حکم نہیں، اس لئے اگر ذبح کرنے کے بعد جانور کی قیمت کم ہوگئی تو بقدر نقصان صدقہ بھی ضروری ہے مثلاً زندہ جانور کی قیمت پانچ ہزار تھی اور ذبح کے بعد چار ہزار ہے تو ایک ہزار روپے مزید صدقہ کرنا ضروری ہے اور اگر جانور معین نہ تھا غنی نے مطلقاً نذر مانی تھی تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے کوئی جانور خرید لیا تھا تو اسے زندہ صدقہ کردے، اگر قیمت دے دی یا ذبح کر کے گوشت دے دیا تو بھی گنجائش ہے اور اگر ابھی تک جانور ہی نہیں خریدا تھا کہ قربانی کے ایام گزر گئے تو ایام قربانی گزرنے کے بعد ایسی بکری کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے جس کی شرعاً قربانی ہوسکتی ہے۔ الشامیۃ (۳۲۱/۶) اور بعض نے فرمایا کہ بکری کی قیمت صدقہ کردے (جامع الرموز للقہستانی)

شراء الفقیر قبل ایام النحر بھی موجب ہے

فقیر اگر ایام النحر میں قربانی کے لئے جانور خریدتا ہے تو بلاشبہ اس جانور کی قربانی واجب ہوجاتی ہے اور اگر ایام النحر سے پہلے خریدے تو اس کی قربانی لازم ہے یا نہیں؟ صحیح اور مفتی بہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قربانی واجب ہوگئی۔ لیکن ایک تحقیق یہ

بھی ہے کہ اس صورت میں قربانی واجب نہ ہوگی، ذیل میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کی تحقیق پیش کی جارہی ہے۔

احسن الفتاویٰ (۵۲۹/۷) میں ہے:

سوال: شامیہ میں ہے: ووقع فی التتارخانیة التعبیر بقوله شراها ایام النحر وظاهره انه لوشراها لها قبلها لا تجب ولم اره صریحا فلیراجع.

ایام النحر کی قید اکثر عبارات میں نہیں ہے، آپ کا فتویٰ کیا ہے؟ کیا یہ قید معتبر ہے؟ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو جانور ایام النحر سے پہلے کسی فقیر نے خریدا ہو اس کی قربانی اس پر واجب نہ ہو، اس کا تبدیل کرنا جائز ہو۔

اسی طرح غنی کے لئے بھی ان ایام سے پہلے خرید کردہ جانور کا تبدیل کرنا مکروہ نہ ہو اور کم قیمت میں بیع کی صورت میں زائد قیمت کا تصدق ذمہ میں نہ ہو۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تاتارخانیہ میں " ایام النحر " سے "قبل مضی ایام النحر " مراد ہے، یہ قید احترازی نہیں بلکہ قید واقعی ہے، اس سے قبل " لو ترکت التضحیة ومضت ایامها " میں " ایام النحر " کا ذکر تھا، اسی سیاق میں یہاں بھی آگیا، احتراز مقصود نہیں، اس پر مندرجہ ذیل قرائن ہیں۔

(۱) دوسری کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

(۲) یہ جزئیہ " ترک التضحیة ایام النحر " کے بیان میں ہے، اگر یہ قید احترازی ہوتی تو شراء الفقیر کی مستقل کتب میں بھی اس کا ذکر لازماً ہوتا جو اس کا اصل موقع ہے جبکہ وہاں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳) نذر حقیقۃً کی صحت میں ایام نحر کی قید نہیں تو نذر دلالۃً یعنی شراء الفقیر میں اس تقیید کی کوئی وجہ معقول نہیں۔

(۴) خانیہ کے جزئیہ ذیل میں قبل ایام النحر کے الفاظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایام نحر سے قبل بھی شراء الفقیر بمنزلة نذر ہے۔

واذا اشتریٰ شاۃ للاضحیۃ ثم باعھا و اشتری اخری فی ایام النحر (الی قولہ) وعن محمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی المنتقی اذا اشتری شاۃ لیضحی بھا واضمر نیۃ التضحیۃ عند الشراء تصیر اضحیۃ کما نوی فان سافر قبل ایام النحر باعھا و سقطت عنہ الاضحیۃ بالمسافرۃ واماذااشتری بغیر نیۃ الاضحیۃ ثم نوی الاضحیۃ بعد الشراء لم یذکر ھذا فی ظاھر الروایۃ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ انہ لا تصیر اضحیۃ لو باعھا یجوز بیعھا وبہ نأخذ (خانیہ بھامش الھندیۃ ص ۳۴/۳)

نیز اس میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ” قبل ایام النحر “ سے ” قبل مضی ایام النحر “ مراد ہے۔

وکذا فی قولہ: اذا اشتری الغنی اضحیۃ فضلت فاشتری اخری ثم وجد الاولی فی ایام النحر کان لہ ان یضحی بأیتھما شاء (ص ۳۴۷)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب جزئیات ” قبل مضی الایام “ سے متعلق ہیں ” قبل المجیء “ سے احتراز مقصود نہیں۔

تنبیہ:

شراء الفقیر بنیۃ الاضحیۃ کے موجب تضحیہ ہونے میں اختلاف ہے، وجوب وعدم وجوب دونوں قول ہیں اوردونوں ظاہر الروایہ ہیں۔ والاول احوط واشھر واوفق لقاعدۃ "الاحتیاط فی باب العبادات واجب" والثانی اوسع وایسر واوفق لقاعدہ "ان النذر لا ینعقد حتی یتلفظ بصیغۃ الالتزام والایجاب"

منذور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم

منذور قربانی کا گوشت خود کھانا جائز ہے اور اغنیاء کو کھلانا درست ہے یا فقراء پر صدقہ کرنا ضروری ہے؟ اس بارے سخت اختلاف پایا جاتا ہے اور فقہی عبارات متعارض نظر آتی ہیں، اور کئی اقوال ہیں۔

(۱) اس کا حکم صدقہ واجبہ والا ہے، یعنی اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نذر خواہ حقیقی ہو یا معنوی، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ لہٰذا منذور قربانی کا گوشت نہ خود کھانا جائز ہے نہ اپنے اہل وعیال کو کھلانا درست ہے اور نہ اغنیاء اور سید ہاشمی کو دینا جائز ہے، اگر خود کھایا یا اپنے اہل وعیال کو کھلایایا اغنیاء اور سید حضرات کو کھلایا تو اتنے گوشت کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے، جانور خواہ قربانی کے دنوں میں ذبح کیا ہو یا قربانی کے دن گزرنے کے بعد، عام کتب فقہ میں یہی قول ملتا ہے مثلاً جامع الرموز (۳۶۷/۳) کتاب الاضحیۃ، تبیین الحقائق (۸/۶، کتاب الاضحیۃ وغیرہ۔

(۲) نذر حقیقی صدقہ واجبہ کی طرح ہے اور ایسی قربانی کا گوشت خود کھانا اور اغنیاء وسید حضرات کو کھلانا جائز نہیں اور نذر معنوی صدقہ نافلہ کی طرح ہے اور اس کا گوشت سب کھا سکتے ہیں۔

(۳) دوسری صورت کے برعکس یعنی نذر حقیقی صدقہ نافلہ کی طرح ہے اور نذر معنوی صدقہ واجبہ کی طرح ہے۔

(۴) پہلی صورت کے برعکس یعنی نذر حقیقی اور معنوی دونوں صدقہ نافلہ کی طرح ہیں۔ لہٰذا اس کا گوشت خود کھانا، اپنے اہل وعیال، اغنیاء اور سید حضرات کو کھلانا درست ہے، ہاں اگر قربانی کی نذر کے ساتھ گوشت صدقہ کرنے کی نذر بھی مانی ہو تو پھر گوشت کا صدقہ ضروری ہے۔ یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اس بارے حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کا تحقیقی فتویٰ ملاحظہ ہو۔

احسن الفتاویٰ (۷/ ۵۲۵) میں ہے۔

اضحیہ منذورہ سے جواز اکل کی تحقیق

سوال: بدائع (ص۸۰ ج ۵) کی اس عبارت پر اشکال ہو رہا ہے۔

وجملة الكلام فيه ان الدماء انواع ثلاثة نوع يجوز لصاحبه ان ياكل منه بالاجماع، ونوع لايجوز له ان ياكل منه بالاجماع، و نوع اختلف فيه فالاول دم الاضحية نفلا او واجبا منذورا كان او واجبا مبتدأ.

شبہ یہ ہو رہا ہے کہ نوع اول جس کا اکل بالاجماع جائز ہے، اس میں اضحیہ منذور کو بھی شامل فرمایا گیا ہے حالانکہ اضحیہ منذورہ سے کھانا ناذر کے لئے جائز نہیں، فہم ناقص میں یہ بات آئی تھی کہ اس سے وہ نذر مراد ہو جو غنی نے ایام نحر میں مانی ہو اور اس کا قصد اخبار ہو تو اس منذورہ کا کھانا جائز ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

والدليل على ما فهمت ما فى الشامية ان الموسر اذا نذر فى ايام النحر و قصد الاخبار لم يكن ذلك منه نذرا حقيقةً وان الشاة عليه بايجاب الشرع (ص ۲۷۹ ج ۵)وفيه فى الصفحةالآتية تحت قول الدرالمختارولاياكل الناذرمنهااى نذراًعلى حقيقة كماعلمت(ص ۲۸۰ ج۵)

الجواب باسم ملہم الصواب

مراجعتِ کتب سے ثابت ہوا کہ منذورہ سے ناذر کا کھانا حلال ہے اور نذر ذبح میں حلال نہیں۔

(۱) قال الامام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ المتوفی ۳۷۰ھ ہجری

وروى نافع عن ابن عمر رضى الله عنه كان يفتى فى النسك والاضحيه ثلث لك ولاهلك وثلث فى جيرانك وثلث للمساكين قال عبدالملك عن عطاءؒ مثله قال وكل شئى من البدن واجبا كان او تطوعاً فهو بهذه المنزلة الاما كان من جزاء صيد او فدية من صيام او صدقة او نسك او نذر سمى للمساكين. احكام القرآن(۲۴۵/۳)

اس میں اضحیہ سے علی الاطلاق جواز اکل کے بعد اضحیہ منذورہ سے عدم جواز کے لئے" سمى للمساكين " کی قید ہے، جس سے ثابت ہوا کہ اضحیہ منذورہ میں اگر تصدق کی نیت بھی کی ہو تو اس کا تصدق واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

(۲) قال الامام قاضی خان رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۵۹۲ھ ہجری

ولا يبيع لحم الاضحية ليتصدق بل ياكله او يطعم ولو ولدت الاضحية يضحى بالام والولد الا انه لاياكل من الولد بل يتصدق به فان اكل منه يتصدق

بقیمۃ ما اکل والمستحب ان یتصدق بولدھا حیا ولو حلب اللبن من الاضحیہ قبل الذبح او جز صوفھا یتصدق بھا ولا ینتفع بھا۔

وعن محمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ اذا نذر ذبح شاۃ لایاکل منھا الناذر فان اکل کان علیہ قیمتہ (خانیۃ بھامش الھندیہ ص ۳/۳۵۴)

اس میں سب پہلے علی الاطلاق جواز اکل تحریر فرمایا، پھر واجب التصدق صورتوں کی تفصیل بیان فرمائی اور آخر میں امام محمد رحمہ اللہ سے نذر ذبح میں تصدق کا وجوب نقل فرمایا، اگر اضحیہ منذورہ "ولا یبیع الاضحیۃ لیتصدق بھا بل یاکلہ اویطعم" کے اطلاق میں داخل نہیں بلکہ اس کا تصدق واجب ہے تو اس کا حکم کیوں نہیں لکھا؟ جبکہ واجب التصدق صورتوں کی تفصیل اور بالخصوص نذر بالذبح کا حکم بیان فرمایا ہے۔ اتنے بڑے امام سے ایسی فروگذاشت ہرگز قرین قیاس نہیں۔

(۳) قال الامام الکاسانیؒ المتوفی ۵۸۷ھ ہجری

ان الدماء انواع ثلاثۃ نوع یجوزلصاحبہ ان یاکل منہ بالاجماع، ونوع لایجوزلہ ان یاکل منہ بالاجماع، ونوع اختلف فیہ، فالاول دم الاضحیۃ نفلا کان او واجبا منذورا کان او واجبا مبتداء والثانی دم الاحصار وجزاء الصید و دم الکفارۃ الواجبۃ بسبب الجنایۃ علی الاحرام کحلق الرأس ولبس المخیط والجماع بعدالوقوف بعرفۃ وغیرذلک من الجنایات ودم النذر بالذبح والثالث دم المتعۃ و القران فعندنا یؤکل وعندالشافعی لا یؤکل.

یہ ناقابل تاویل نص ہے کہ اضحیہ منذورہ سے جواز اکل اور نذر ذبح سے عدم جواز پر اجماع ہے۔

(۴) تمام متون میں علی الاطلاق اضحیہ سے جواز اکل تحریر ہے جو اضحیہ منذورہ کو بھی شامل ہے، اگر اضحیہ منذورہ کا حکم مختلف ہوتا تو اس کی تصریح لازم تھی حالانکہ متون میں سے کسی میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا، بلکہ ہدایہ اور فتح القدیر جیسی جلیل القدر شروح میں بھی کوئی ذکر نہیں، شرح وقایہ، مجمع الانہر اور شرح التنویر میں بھی نہیں۔

(۵) مبسوط سرخسی کتب ظاہر الروایۃ کا مجموعہ ہے، اس میں بھی منذورہ کا الگ حکم مذکور نہیں۔

(۶) بذل المجهود میں صرف امام کاسانیؒ کی تحقیق مذکور پر اکتفا فرمایا ہے۔ بذل المجهود (۷۶/۵)

اس سے ثابت ہوا کہ سہارنپوریؒ کے ہاں بھی یہی صحیح ہے۔

(۷) اصول شرع کے تحت بھی یہی صحیح ہے کہ نذر ذبح میں لحم واجب التصدق ہے، نذر تضحیہ میں نہیں، البتہ نذر تضحیہ میں تصدق لحم کی نیت بھی کی ہو تو تصدق واجب ہوگا، نذر ذبح ونذر تضحیہ میں یہ تفریق اصولاً اس لئے لازم ہے کہ نذر تضحیہ میں اگر تصدق لحم کی نذر نہیں کی تو یہ واجب التصدق کیوں ہوا؟ وجوب تضحیہ وجوب تصدق کو مستلزم نہیں اور نذر ذبح میں فعل ذبح عبادت نہیں، اس لئے نذر ذبح تصدق لحم کو مستلزم ہے ورنہ فعل عاقل کا ابطال لازم آتا ہے جو عقلاً وشرعاً کسی طرح بھی صحیح نہیں، نذر ذبح میں نذر کا عرف ہے اگر یہ عرف نہ بھی ہوتا تو بھی تصحیح فعل عاقل کے لئے عقلاً وشرعاً اس کو نذر تصدق قرار دیا جائے گا۔ غرضیکہ نذر ذبح کا نذر تصدق کو مستلزم ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ نذر ہی صحیح نہیں اور استلزام تسلیم کر لیا جائے تو صحت نذر ووجوب تصدق دونوں اصول شرع کے مطابق ہیں، فعل ذبح عبادت نہ ہونے کے باوجود اس کی نذر صحیح ہونے میں اشکال کا جواب امداد الفتاویٰ میں یوں دیا ہے۔

اس میں ورود نص کی وجہ سے اس کی صحت خلاف قیاس ہے۔

والنص مارواه ابوداؤد عن ثابت بن ضحاکؓ قال نذر رجل علی عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ينحر ابلا ببوانة فاتى النبی صلى الله عليه وسلم هل كان فيها وثن من اوثان الجاهلية يعبد فقال لا قال هل فيها عيد من اعيادهم قالوا لا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوف بنذرک فانه لا وفاء لنذر فی معصية الله ولا فيما لا يملک ابن آدم (سنن ابی داوٗد ۴۹/۲)

بندہ کی تحریر کردہ تفریق مذکور کے تحت صحتِ نذرِ ذبح خلاف قیاس نہیں۔

(۸) اضحیہ واجبہ ابتداءً میں تصدق لحم واجب نہیں تو منذورہ میں قول وجوب سے ایجاب العبد کی ایجاب اللہ تعالیٰ پر ترجیح لازم آتی ہے۔

(۹) شراء فقیر بحکم نذر ہونے کے باوجود اس میں علی الراجح تصدق واجب نہیں، اس سے بھی منذورہ کے واجب التصدق نہ ہونے کی تائید ہوتی ہے، بعض شروح وحواشی میں اضحیہ منذورہ کا وجوب تصدق مذکور ہے، اس کو اس پر محمول کرنا ناگزیر ہے کہ نذر تضحیہ کے ساتھ نذر تصدق بھی کی ہو۔ **كما قدمنا عن الامام الجصاص من قوله نذر سمى للمساكين.**

اس پر محمول نہ کرنے کی صورت میں تعارض لازم آئے گا تو ترجیح ائمہ مذاہبؒ کے نصوص کو ہوگی جو درایۃً بھی مؤید ہیں، جس کی تفصیل دلیل نمبر ۷ میں گزری۔ حضرت ابن عمر، حضرت عطاءؒ اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ کے اقوال تحریر کئے جا چکے ہیں۔

پھر ان اقوال کے ناقلین اور ان کے مطابق فتویٰ دینے والے امام جصاصؒ، امام قاضی خانؒ اور امام کاسانیؒ ہیں، جن کا تقدم زمان وجلالت شان مسلّم ہے، وجوب تصدق کا قول سب سے پہلے آٹھویں صدی میں زیلعیؒ المتوفی ۷۴۳ھ نے فرمایا ہے، ان کے بعد بعض دوسرے شراح ومحشین نے بھی یہی لکھا ہے، بعض نے زیلعی کی طرف نسبت ظاہر کی ہے، بعض نے نہیں، بظاہر ان کا ماخذ بھی وہی ہے، شاید ان حضرات کو نذر ذبح سے اشتباہ ہوگیا ہو **والتوفيق اولى من التخطئة.**

بہشتی زیور کے حاشیہ میں وجوب تصدق کی دلیل میں شرح التنویر کا یہ جزئیہ نقل کیا ہے۔ **ولا ياكل الناذر منه. ردالمحتار (۲۰۴/۵)** اس سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ یہ ایام قربانی گزر جانے کے بعد ذبح کرنے سے متعلق ہے جیسا کہ اس کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے اور علامہ ابن عابدینؒ نے بھی اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔

کئی قربانیوں کی نذر

اگر کسی نے کئی قربانیوں کی نذر مانی مثلاً دس کی نذر مانی تو صحیح یہ ہے کہ اتنی ہی قربانیاں اس پر لازم ہوگئیں، بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس پر صرف دو قربانیاں لازم

ہیں، ایک اصل قربانی اور ایک نذر کی قربانی، یہ حضرات ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے دو مینڈھوں کی قربانی دی اور فرمایا کہ ایک میری اور میری آل کی طرف سے ہے اور دوسرا میری امت کی طرف سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص پر اصل قربانی کے علاوہ مزید ایک ہی قربانی واجب ہو سکتی ہے زیادہ نہیں لیکن علامہ رافعیؒ تقریرات رافعی میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ ایک شخص پر دو سے زیادہ قربانیاں واجب نہیں ہو سکتیں، حدیث کا مطلب صرف ثواب میں شریک کرنا ہے۔

☆ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس پر اصل قربانی کے علاوہ ایک بھی واجب نہیں ہونی چاہئے اور اس قول کی اصل بنیاد نذر قربانی کے انعقاد پر گذشتہ اعتراض ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ نذر کی شرط یہ ہے کہ وہ عمل سے پہلے سے واجب یا فرض نہ ہو، اس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ (۱) ذات واجب کی نذر صحیح نہیں ہے (۲) تعدد واجب کی نذر صحیح نہیں ہے (۳) البتہ مثل واجب کی نذر صحیح ہے۔ ذات واجب کی نذر صحیح نہیں ہے اس کی مثال نماز ظہر اور حجۃ الاسلام ہے چنانچہ اگر کسی نے نماز ظہر ادا کرنے کی نذر مانی یا حجۃ الاسلام کی نذر مانی تو نذر منعقد نہ ہوگی اور تعدد واجب کی نذر صحیح نہیں اس کی مثال کئی بار نماز ظہر اور حجۃ الاسلام کی نذر ہے مثلاً کہا کہ ''میں پانچ بار نماز ظہر ادا کروں گا'' یا تین مرتبہ حجۃ الاسلام ادا کروں گا'' یہ نذر صحیح نہیں ہے، مثل واجب کی نذر صحیح ہے اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً چار رکعت نماز پڑھنے کی نذر مانی یا مطلق حج کرنے کی نذر مانی، اس اصول کے مطابق خود قربانی کی نذر منعقد نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہ ذات واجب کی نذر ہے اور اگر دس قربانیوں کی نذر مانی تو بھی کچھ واجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ تعدد واجب کی نذر ہے البتہ دس بکریاں ذبح کرنے کی نذر مانی تو یہ درست ہے کیونکہ یہ مثلِ واجب کی نذر ہے، اس میں اگر اس نے کوئی وقت مقرر کردیا تو وقت کی تعیین لغو ہے، جب چاہے ذبح کرسکتا ہے۔

جواب:

نفس قربانی کی نذر یا کئی قربانیوں کی نذر ذات واجب اور تعدد واجب کی نذر نہیں بلکہ مثل واجب کی نذر ہے، اصول یہ ہے کہ جس عبادت کے نوافل مشروع ہوں اس کی نذر نذرِ مثل ہوتی ہے جیسے نماز روزہ اور حج اور جس عبادت کے نوافل مشروع نہ ہوں اس کی نذر نذرِ ذات ہوتی ہے جیسے حجۃ الاسلام اور رمضان کے روزے، حجۃ الاسلام زندگی میں ایک بار فرض ہے، اس کا نفل نہیں ہے اور نہ اس میں تعدد ہے اور ایک رمضان کے روزے ایک بار فرض ہیں، اس کا نفل ہونا اور متعدد ہونا مشروع نہیں ہے، اس اصول کے پیش نظر چونکہ نفل قربانی مشروع ہے ،اس لئے اس کی نذر نذر مثل ہے اور قربانی حجۃ الاسلام، صیام رمضان اور صلوۃ الظہر کی طرح نہیں بلکہ نماز روزہ اور حج مطلق کی طرح ہے، پھر قربانی کی حقیقت میں یہ بات داخل ہے کہ اسے ایام النحر میں ذبح کیا جائے یعنی وقت کی قید اس کا جزء حقیقت ہے، اس لئے ایام النحر میں ہی اس کا ذبح کرنا ضروری ہے اور اس کی مثال ہدی ہے، ہدی کے مفہوم اور حقیقت میں یہ بات داخل ہے کہ اسے مکہ لے جا کر وہاں ذبح کیا جائے اور گوشت تقسیم کیا جائے، اگر کسی نے ہدی کی نذر مانی ،ساتھ یہ نہ کہا کہ مکہ لے جا کر ذبح کروں گا تب بھی وہاں لے جا کر ذبح کرنا ضروری ہے، یہ اس لئے ہے کہ مکہ لے جا کر ذبح کرنا اس کے مفہوم کا جزء ہے، یہی حکم قربانی کا ہے، ہاں اگر کسی نے جانور محض ذبح کرنے کی نذر مانی اور اس کے لئے وقت مقرر کر دیا تو وقت کی قید لغو ہے اور یہ ایسے ہے جیسے صدقہ میں مکان کی تعیین لغو ہے مثلاً کہا کہ میں فقراء مکہ پر صدقہ کروں گا تو ان کے علاوہ پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔(ماخذہ: الشامیۃ ۶/۳۳۲)

نذر ذبح کے احکام:

اگر کسی نے معین یا غیر معین جانور ذبح کرنے کی نذر مانی تو اس بارے یہ تفصیل ہے

(۱) اگر نذر میں یوں کہا کہ "میں جانور ذبح کر کے گوشت صدقہ کروں گا" تو یہ نذر بالاتفاق درست ہے، اس میں نذر کی تمام شرائط موجود ہیں، اس کی جنس میں سے قربانی واجب ہے، صدقہ کی جنس میں سے زکوۃ فرض ہے نیز ذبح کر کے گوشت فقراء میں تقسیم کرنا قربت مقصودہ ہے۔

(۲) اگر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی اور مقصود یہ تھا کہ ذبح کر کے گوشت تقسیم کروں گا تو بھی نذر درست ہے۔

(۳) اگر صرف یہ کہا کہ "جانور ذبح کروں گا" گوشت صدقہ کرنے کا نہیں کہا اور نہ صدقہ کی نیت تھی مثلاً یہ نیت تھی کہ قربانی کے گوشت کی طرح خود بھی کھاؤں گا اور اغنیاء کو بھی کھلاؤں گا تو یہ نذر صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی کے علاوہ محض ذبح حیوان قربت مقصودہ نہیں ہے۔

(۴) اگر ذبح حیوان کی نذر مانی اور نیت کچھ نہ تھی تو عرف کی وجہ سے یہ نذر درست ہے۔

امداد الفتاویٰ ص ۲/۵۵۷ میں ہے۔

"ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقیناً تصدق کا ہوتا ہے پس عرفاً نذر بالذبح کا لفظ مستعمل لمجموع الذبح والتصدق میں ہے اور اس مجموعے کے نذر میں فقہاء نے انعقاد نذر کی تصریح کی ہے۔

☆ اگر کسی نے ایک اونٹ یا گائے ذبح کرنے کی نذر مانی پھر اس کی جگہ سات بکریاں ذبح کر دیں تو درست ہے کیونکہ قربانی اور ہدی میں سات بکریاں ایک اونٹ اور گائے کے برابر شمار ہوتی ہیں۔ الشامیہ (۷۴۰/۳)

☆نذر ذبح کے وہی احکام ہیں جو قربانی اور ہدی کے ہیں البتہ یہ فرق ہے کہ قربانی کا جانور ایام النحر میں ذبح کرنا ضروری ہے اور ہدی کا جانور حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے یعنی قربانی کی نذر میں دن متعین ہیں اور ہدی کی نذر میں مکان متعین ہے جبکہ جانور ذبح کرنے کی نذر میں وقت، مکان، فقیر اور جانور کی تعیین لغو ہے مثلاً کسی نے کہا کہ میں حرم میں جانور ذبح کروں گا تو غیر حرم میں ذبح کرسکتا ہے، ابوداؤد اور طبرانی وغیرہ میں ایک روایت ہے کہ ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہاں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کسی بت کی عبادت ہوئی تھی؟ صحابہ کرام نے فرمایا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کیا وہاں اہل جاہلیت کی عیدوں اور میلوں میں سے کوئی عید اور میلہ لگتا تھا؟ صحابہ کرام ؓ نے فرمایا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ اپنی نذر کو پورا کرو، کیونکہ اللہ کی معصیت کی نذر پوری نہیں کی جاتی اور ایسی نذر جس کا ابن آدم مالک نہ ہو۔ اس سے محدثین اور فقہاءؒ نے مستنبط کیا ہے کہ نذر ذبح کے لئے جگہ متعین نہیں ہوتی، اسے اختیار حاصل ہوتا ہے، اگر جگہ کی تعیین درست ہوتی اور وہیں ذبح کرنا ضروری ہوتا تو نبی علیہ السلام اس جگہ کے بارے سوالات نہ فرماتے۔

☆اسی طرح اگر کہا کہ میں جمعہ کے دن ذبح کروں گا تو جمعہ کے علاوہ میں بھی ذبح کرسکتا ہے، اسی طرح اگر کہا کہ جانور کا گوشت فلاں فلاں فقراء کو دوں گا تو ان کے علاوہ فقراء کو بھی دے سکتا ہے، اسی طرح اگر معین جانور کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو بعینہٖ اسے ذبح کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اسے اختیار ہے چاہے وہی جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دے یا وہ جانور زندہ صدقہ کردے یا اس کی قیمت صدقہ کردے یا اس کی قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز صدقہ کردے۔

☆اگر کسی معین جانور کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو اسے ذبح کر کے گوشت تقسیم کردے خواہ اس میں قربانی کی شرائط موجود نہ ہوں اور اگر معین جانور کی نذر نہ ہو تو ایسا جانور ذبح کرنا ضروری ہے جس میں قربانی کی شرائط پائی جاتی ہوں مثلاً بکری ایک سال کی ہو اور گائے وغیرہ دو سال کی ہو۔ والتفصیل فی امداد الاحکام (۲۷/۳)

☆عام نذر میں جانور کی تعیین لغو ہے لیکن معین جانور کو قربانی کرنے کی نذر مانی تو وہ قربانی کے لئے معین ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو بحکم نذر ہونے کی وجہ سے بعینہ اسی جانور کی قربانی واجب ہوجاتی ہے، اسے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے، وجہ فرق کیا ہے؟

احسن الفتاویٰ (۴۸۳/۵) میں ہے۔

وجہ الفرق یہ معلوم ہوتی ہے کہ نذر تضحیہ میں فعل منذور یعنی ذبح کا اثر حسی حیوان میں پایا جاتا ہے اور نذر تصدق میں مسمی میں فعل منذور یعنی تصدق کا کوئی اثر حسی نہیں پایا جاتا۔

☆کسی نے ایک معین جانور کو ذبح کر کے گوشت تقسیم کرنے کی نذر مانی تو اس جانور کو خود رکھ کر اس کی قیمت بھی نذر میں دے سکتا ہے پھر یوم الاداء کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا یوم النذر کی قیمت کا؟ اس بارے دونوں قول ہیں۔

چنانچہ امداد الاحکام (۴۷/۳) میں ہے۔

"یوم الاداء کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا پس جس دن نذر کو پورا کرنا چاہے اس دن یا تو اس بکری کو خیرات کردے یا اس کی قیمت جو اس دن ہو وہ خیرات کردے اور ایک قول پر ممکن ہے کہ یوم الوجوب یعنی یوم النذر کی قیمت کا اعتبار کیا جائے۔ **والمسئلة قیاس علی مسئلة الغاصب اذا هلک المغصوب هل یضمن قیمته یوم الغصب او یوم الهلاک او یوم الاداء۔** اور اقرب یہ ہے کہ انفع للفقراء کا اعتبار کیا جائے، یوم الاداء اور یوم الوجوب میں سے جس دن کی قیمت فقراء کے لئے انفع ہو وہ ادا کی جائے۔ ولم اره صریحاً الخ۔

ذبح ولد کی نذر اور اس کے احکام

کسی انسان کو ذبح کرنے کی نذر درست ہے یا نہیں؟ اس بارے یہ تفصیل ہے کہ۔۔۔

(ا)امام شافعی،امام ابو یوسف اور امام زفر رحمہم اللہ کے ہاں ذبح انسان کی کوئی نذر صحیح نہیں ہے،یہ نذر معصیت ہے جو کہ ناجائز اور باطل ہے،امام ابو حنیفہ اورامام محمد رحمہما اللہ کے ہاں آئندہ آنے والی تفصیل کے مطابق ایسی نذر فی نفسہ درست ہے۔طرفین کا استدلال دوطرح ہے۔

(ا)بعض صحابہ جیسے حضرت علی،حضرت ابن عمراور ابن عباسؓ وغیرہ،اوربعض تابعین اور سلف صالحین جیسے عکرمہ ،ابراہیم نخعی،امام شعبی اور عطاءؒ وغیرہ حضرات سے ایسی نذر کی صحت منقول ہے البتہ اس نذر کی وجہ سے کیالازم ہے؟ اس بارے اقوال کا اختلاف بھی موجود ہے۔

(۱)فی السنن الکبری للبیھقی(۱۰/۷۲)باب ماجاء فیمن نذران یذبح ابنہ اونفسہ،اتت امراۃ الي عبد اللہ بن عبا سؓ فقالت انی نذرت ان انحر ابنی فقال ابن عبا س رضی اللہ تعالیٰ عنہ:لاتنحری ابنک وکفری عن یمینک فقال شیخ عندابن عبا سؓ جالس وکیف یکون فی ھذا کفارۃ؟فقال ابن عباسؓ ان اللہ تعالی یقول:والذین یظاھرون من نسائھم ثم جعل فیہ من الکفارۃ ماقدرأیت.وفی روایۃ جعفرفقال لہ شیخ وکیف تکون کفارۃ فی طاعۃ الشیطان فقال بلی الیس اللہ یقول:فذکرمعناہ.ھذاسنادصحیح...عکرمۃ عن ابن عبا س یذبح کبشا.

(۲) عن عکرمۃ عن ابن عبا س رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فی رجل نذر ان یذبح ابنہ،قال یذبح کبشاوکذلک روی عن عطاء عن ابن عباس فی احدی الروایتین عنہ ایضا(۱۰/۷۲)

(۳) ان رجلا قال لابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه انی نذرت ان اذبح ابنی فامره ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه بکبش وقال: (لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة) کذاوجد ته فی هذه الروایة. (ورواه) سفیان الثوری فی الجامع عن ابن جر یج عن عطاء عن ابن عبا س رضی الله تعالیٰ عنه ان رجلا اتاه فقال انی نذرت ان اذبح نفسی فقال (لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة) فامر ه بکبش فسئل عطاء این یذبح الکبش قال بمکة.

(۴) عن عطاء عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه فی رجل نذران یذبح نفسه قال (لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة) فافتاه بکبش. هذایدل علی ان روایة عثمان بن عمر خطأو کذلک رواه غیر سفیان عن ابن جریج.

(۵) ان رجلا اتی ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه فقال انی نذرت لانحرن نفسی فقال ابن عبا س رضی الله تعالیٰ عنه (لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة) ثم تلا ابن عبا س (وفدینا ہ بذبح عظیم) وهذایدل علی انه اراد برسول الله ابراهیم البنی صلی الله علیه وآله وسلم وعلی نبیناوقد روی عن ابن عبا س رضی الله تعالیٰ عنه فیمن نذران ینحرنفسه فتوی اخری.

(۶) عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال: اتاه رجل فقال انی نذرت ان انحرنفسی قال وعندابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه رجل یریدان یخرج الی الجهادومعه ابواه وابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه مشتغل یقول له: اقم مع ابو یک، قال فجعل الرجل یقول: انی نذرت ان انحرنفسی فقال له ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ:ماصنع بک؟اذھب فانحرنفسک فلمافرغ ابن عباسؓ من الرجل وابویہ قال:علی بالرجل فذھبوفوجدوہ قدبرک علی رکبتہ یریدان ینحرنفسہ فجاوابۂ الی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال:ویحک لقد اردت ان تحل ثلاث خصال ان تحل بلداحراماًاتجدماۃ من الابل؟ قال نعم قال فاذھب فانحر فی کل عام ثلثالایفسد اللحم..... وروایۃ ابن نمیر بمعناہ وزاد قال کریب:فشھدتہ عامین فماالثا لث فلا ادری ما فعل (ورواہ سفیان عن الاعمش بمعناہ،وزادقال الاعمش:فبلغنی عن ابن عباسؓ لواعمل علی لامرتہ بکبش.

(۷) وقدروی) من وجہ اخرعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ امر فی مثل ھذہ المسئلۃ بکبش(قال الشیخ)اختلا ف فتاویہ فی ذلک وفیمن نذر ان ینحرابنہ یدل علی انہ کان یقولہ استدلالا ونظرالاانہ عرف فیہ توقیفاواللہ اعلم.(ایضاً)

(۸)ان رجلا سال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رجل نذران لا یکلم اخاہ فان کلمہ فھوینحرنفسہ بین المقام والرکن فی ایام التشریق فقال یاابن اخی ابلغ من ورائک انہ لانذر فی معصیۃ اللہ لونذران لایصوم رمضان فصامہ کان خیرالہ ولونذران لایصلی فصلی کان خیرالہ،مرصاحبک فلیکفر عن یمینہ ولیکلم اخاہ. ھذا عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقطع وللہ اعلم ایضا(۱۰/۷۴)

قال ابن التركماني:قلت:في الخلافيات للبيهقي وقال:ان شفى الله فلله على ان انحرولدى لم ينفذنذره ثم ذكرقولاآخرانه يلزمه كفارة يمين،قال ولاآثار تدل على ذلك وقال ابوحنيفة ومحمد:يلزمه ذبح شاة انتهى.كلامه يدل للقول الاخير،الله تعالى امرنابالاقتداء لابراهيم وهوقدامربذبح ولده فخرج من موجبه بشاة والنذرواجب بالامر والسلف اتفقواعلى وجوب شيئ واختلفوافي قد ره فمن لم يوجب شيئافقدخالف جميعهم.

(٩)ايوب بن عائذالطائي قال:قلت للشعبي:رجل نذران ينحرابنه فقال:لعلك من القياسين ماعلمت احدامن الناس كا ن اطلب لعلم في افق من الآفاق من مسروق،قال: لانذر في معصية.

السنن الكبرى للبيهقي(١٠/ ٦٩)باب في نذرنذرفي معصية الله.

(١٠)في كفايت المفتي(٢ /٢٤٧)ولونذرذبح ولده يلزمه الشاة استحسانا عالمگيري ماجد يد كويٹه(٢ /٢٥)قال المفتي:قلت وجه لزوم الشاة ان النذر بالذبح قدصح والذبح قربة مقصودة ومن جنسه واجب شرعي وهوالا ضحية، اماإضافة الذبح الى الولدفمعناه لكونهامعصية وانماتؤثرفي ابطال النذرلكونها عارضة عن مفهوم المنذوروهوالذبح ولمابطلت الاضافة الى الولدحكمنابو جوب الشاة التي هي اوفى الذبائح.

(١١)وفي جمع الفوائد(٢ /٥٦٦ رقم الحديث٤٠٥٦.ابن عباس و قالت له امرأة اني نذرت ان انحرابني فقال لا تنحريه وكفري عن يمينك .فقال شيخ: وكيف يكون في هذا كفارة؟ قال ابن عباس:ان الله قال:والذين يظاهرون من نسائهم ثم جعل فيه من الكفارة مارأيت لمالك .

(١٢)وفي مشكوة المصابيح(٢/٢٩٩) عن محمد بن المنتشر قال ان

رجلا نذر ان ینحر نفسه ان نجاه الله من عدوه فسأل ابن عباس فقال له سل مسروقا فسأله فقال له لاتنحر نفسک فانک ان کنت مومنا قتلت نفسا مومنة وان کنت کافرا تعجلت الی النار واشتر کبشا فاذبحه للمساکین فان استحق خیر منک وفدی بکبش فاخبر ابن عباسؓ فقال هکذا کنت اردت ان افتیک رواه رزین۔

(۱۳)وفی مصنف ابن ابی شیبة (۳ /۵۰۳) عن علی فی رجل نذر ان ینحر ابنه قال: یهدی دیته.

مزید روایات وآثار کے لئے مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۵۰۲ تا ۵۰۳) ملاحظہ ہو۔

(۲)اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ذبح انسان خود معصیت اور گناہ کبیرہ ہے لیکن جب کوئی مسلمان ذبح انسان کی نذر کرتا ہے تو ذبح انسان کنایہ اور عبارت ہوتا ہے ذبح الشاۃ یعنی بکری ذبح کرنے سے، گویا ذبح انسان تقدیراً ذبح شاۃ کی نذر ہے اور ذبح الشاۃ لرضاء اللہ عبادت ہے۔ اس اعتبار سے یہ نذر صحیح ہے چنانچہ علامہ اسیجابی وغیرہ حضرات نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے ذبح انسان میں حقیقی معنی کی نیت کی اور ذبح انسان کو عبادت وقربت سمجھ کر اس کی نذر مانی تو یہ نذر باطل ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ شیخ فانی کے حق میں روزہ رکھنا گناہ اور معصیت ہے لیکن اگر اس نے مثلاً ایک ماہ کے روزوں کی نذر کرڈالی تو نذر منعقد ہوجائیگی اور روزہ نہیں رکھے گا بلکہ اس کا فدیہ دے گا، گویا اس کے حق میں روزے کی نذر فدیہ کی نذر ہے، اس اعتبار سے درست ہے۔ نیز مشی اور چلنا کوئی عبادت نہیں لیکن اگر کوئی مشی الی بیت اللہ کی نذر کرتا ہے تو یہ حج یا عمرہ سے عبارت کہلاتا ہے اور نذر درست ہوتی ہے، اسی طرح ذبح انسان کی نذر بھی اس معنی میں صحیح ہے کہ اس کی جگہ بکری ذبح کرنا ہوگی۔

☆طرفین کے ہاں مذکورہ نذر کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ناذر بوقت نذر مکہ یا مقام ابراہیم کا ذکر کرے یعنی مثلاً یہ کہے کہ میں بیٹے کو مکہ یا مقام ابراہیم میں ذبح کروں گا، اگر مقام ابراہیم یا مکہ کا ذکر نہ کیا تو نذر منعقد نہ ہوگی، یہ شرط عامۃ الروایا

ت میں منقول ہے اور یہی صحیح ہے البتہ ایک روایت میں یہ شرط نہیں ہے۔

☆طرفین کے ہاں یہ نذر صحیح ہے لیکن انسان کو ذبح کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ بکری ذبح کرنا ضروری ہے، اس کی دلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے انہوں نے اللہ کے حکم سے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ مینڈھا ذبح کیا تھا اور یہ حکم امت مسلمہ کے لئے بھی ہے دو وجہ سے۔

(۱) قرآن کریم میں ملت ابراہیمیہ کی اتباع کا حکم موجود ہے۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا .

(۲) اصول یہ ہے کہ جب تک نسخ اور نہی ثابت نہ ہو سابقہ شرائع ہم کو بھی لازم ہوتی ہیں اور یہاں نسخ یا نہی ثابت نہیں ہے۔

فی احکام القرآن للعربی(۴ /۳۱)داراحیاء التراث العربی بیروت،اذانذرالرجل ذبح ولده فقال الشافعی:هی معصیة یستغفرالله منها وقال ابوحنیفةؒ:هی کلمة یلزمه بهاذبح شاة،وقال ابوعبدالله امام دارالهجرة: یلزمه ذبح شاة فی تفصیل بیناه فی کتب الفروع والذی ذکرناه هوالذی ننظره الأن ودلیلناان الله تعالی جعل ذبح الولد عبارة عن ذبح الشاة شرعاًفالزم الله ابراهیم ذبح الولدواخرجه عنه بذبح الشاة وکذلک اذانذرالعبدذبح ولده یجب ان یلزمه ذبح شاة لان الله تعالی قال:ملة ابیکم ابراهیم والایمان الزام اصلی والنذرالزم فرعی فیجب ان یکون علیه محمولا فان قیل کیف یومرابرا هیم بذبح الو لد وهی معصیة والامر بالمعصیة لا یجوز؟

قلنا:هذااعتراض علی کتاب الله فلا یکون ذلک ممن یعتقد الاسلام فکیف ممن یفتی فی الحلال منه والحرام؟وقدقال الله تعالی:افعل ماتؤمر

والذی یجلوالالتباس عن قلوب الناس فی ذلک ان المعاصی والطاعات لیست باوصاف ذاتیة للاعیان،وانماالطاعة عبارة عماتعلق به الامرمن الافعال،والمعصیة عبارة عماتعلق به النهی من الا فعال فلماتعلق الامربذبح الولداسماعیل علیه السلام من ابراهیم صارطاعة وابتلاء ولذا قال الله تعالی: ان هذالهوالبلاء المبین.سورة الصفت(۱۰۲)ای الصبرعلی ذبح الولدوالنفس ولماتعلق النهی بنافی ذبح ابنائناصارمعصیة.

فان قیل: کیف یصیر نذراوهومعصیة؟

قلنا: انمایصرمعصیة لوکان یقصد ذبح ولده بنذره ولا ینوی الفداء.

فان قیل:فان وقع ذلک وقصدالمعصیة ولم ینوالفداء؟

قلنا:لوقصد ذلک لم یضره فی قصده،ولااثر فی نذره لان ذبح الولد صارعبادة عن ذبح الشاة شرعاً.

فان قیل:فکیف یصح ان یکون عبارة عنه وکنایة،وانمایصح ان یکون الشئی کنایة عن الشئی باحد وجهین اماباشتباههمافی المعنی الخاص واما بنسبة تکون بینهماوههنالا نسبة بین الطا عة وهوالنذرولا بین المعصیة وهی ذبح الولد ولاتشابه ایضابینهما فان ذبح الولد لیس یسبب لذبح الشاة؟

قلنا:هوسبب له شرعالانه جعل کنایة عنه فی الشرع والاسباب انما تعرف عادة اوشرعاًوقداستوفیناباقی الکلام علی المسالة فی"کتب الا صول"و"مسائل الخلا ف"

☆فدیہ میں سب سے افضل اونٹ ہے،اس کے بعد گائے ہے،اس کے بعد بکری

ہے۔ بکرے بھیڑ مینڈھے وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔

☆اگر ذبح کی بجائے نحر کا لفظ بولا مثلاً کہا میں اپنے بیٹے کو نحر کروں گا تو اس کا حکم بھی لفظ ذبح والا ہے۔

☆اگر قتل کا لفظ بولا مثلاً کہا کہ بیٹے کو قتل کروں گا تو اس سے نذر بالاتفاق منعقد نہیں ہوتی، ذبح نحر اور قتل میں وجہ فرق یہ ہے کہ نصوص میں نذر ذبح کا لفظ آیا ہے اور نحر اس کے ہم معنی ہے جبکہ نذر قتل کا لفظ کسی نص میں وارد نہیں ہوا نیز لفظ ذبح اور نحر قرآن کریم میں قربت وعبادت کے طور پر وارد ہوا ہے، ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے **انی اری فی المنام انی اذبحک** اور سورۃ الکوثر میں ہے **فصل لربک وانحر**۔ اور عرف شرع میں بھی یہ دونوں لفظ عبادت وقربت کے لئے استعمال ہوتے ہیں جبکہ لفظ قتل قربت وعبادت کے لئے بالکل استعمال نہیں ہوتا بلکہ عقوبت وانتقام اور سزا کے لئے ہوتا ہے اور نصوص شرعیہ میں اس سے باقاعدہ نہی وارد ہے۔ نیز اگر بکری کو قتل کرنے کی نذر مانی تو بالاتفاق نذر منعقد نہیں ہوتی تو قتل انسان میں بطریق اولیٰ منعقد نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ ذبح حیوان کی نذر کا جواز اجماعی اور اتفاقی ہے اور ذبح انسان کی نذر اختلافی ہے۔

☆اگر ہدی کا لفظ بولا مثلاً کہا کہ اپنے بیٹے کو ہدی کروں گا تو اس سے بھی نذر منعقد نہ ہوگی۔ (تاتارخانیہ، کتاب الایمان)

☆اگر اپنی بلا واسطہ نابالغ مذکر اولاد کو ذبح کرنے کی نذ مانی یعنی بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو باتفاق طرفین نذر درست ہے، اور اگر کئی بیٹوں کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو اتنی ہی بکریاں واجب ہوں گی۔ ہر بیٹے کی جگہ ایک بکری ذبح کرے گا۔

☆اگر بیٹی یا بالغ اولاد کی نذر مانی تو اس میں اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے ہاں درست نہیں اور امام محمدؒ کے ہاں درست ہے۔

☆اگر اپنے اصول یعنی والدین، دادا، دادی نانا، نانی وغیرہ میں سے کسی کے ذبح کی نذر کی تو امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں یہ نذر صحیح نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی اصح روایت عدم صحت کی ہے۔ ایک روایت صحت کی ہے، صحیح روایت چونکہ عدم صحت کی ہے تو گویا یہ

نذر بالاجماع درست نہیں ہے۔ یہی حکم حواشی کا ہے یعنی اپنے بہن بھائی، بھتیجوں، بھتیجیوں اور بھانجوں، بھانجیوں میں سے کسی کے ذبح کی نذر مانی تو منعقد نہ ہوگی۔

☆اگر بالواسطہ اولاد کو ذبح کرنے کی نذر مانی جیسے پوتا، پوتی، نواسا، نواسی تو بدائع الصنائع میں بحوالہ شرح الآثار نقل کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے یعنی امام محمدؒ کے ہاں درست ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں درست نہیں ہے۔ لیکن آخر میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ کے ہاں صحیح نہیں ہے۔ شاید اس بارے میں دو روایتیں ہوں۔

☆اپنے آپ کو ذبح یا نحر کرنے کی نذر مانی تو اس میں بھی اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے ہاں درست نہیں اور امام محمدؒ کے ہاں درست ہے امام محمد رحمہ اللہ کا مستدل اثر ابن عباس ہے جو ہم بحوالہ مشکوۃ رزین سے نقل کرآئے ہیں۔

☆اپنے غلام کو یا لونڈی کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو اس میں بھی اختلاف ہے امام صاحبؒ کے ہاں درست نہیں اور امام محمدؒ کے ہاں درست ہے۔

☆نابالغ بیٹے کی نذر کی صحت پر طرفین کا اتفاق ہے لیکن اپنے نفس اور غلام کی نذر کے بارے اختلاف ہے، امام محمدؒ کے ہاں درست ہے اور امام صاحبؒ کے ہاں درست نہیں نیز والدین کی نذر کے بارے امام صاحبؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ نذر درست ہے۔ یہ اختلاف بچے کی نذر کی صحت کے معنی اور وجہ پر مبنی ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں بچے کی نذر کی بنیاد یہ ہے کہ بچہ اعز الاشیاء ہے، ناذر اس کو ذبح کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے اور یہ وجہ والدین میں موجود ہے کیونکہ وہ بھی اعز الاشیاء ہیں لیکن غلام میں موجود نہیں ہے، اس لئے اس کی نذر درست نہیں ہے بدائع (۸۵/۵) اور ایک روایت کے مطابق بچے کے علاوہ کسی کے ذبح کی نذر درست نہیں وھو المفتیٰ بہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذبح ولد کی نذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے استدلالاً خلاف قیاس ثابت ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد پر بند رہتا ہے (شامی) اور امام محمد رحمہ اللہ کے ہاں بچے کی نذر صحیح ہونے کی وجہ اور معنی یہ ہے کہ بچہ والد کی کمائی اور کسب ہوتا ہے، گویا ناذر اپنی کمائی قربان کر کے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ حدیث میں بھی اولاد کو والد کی کمائی اور کسب قرار دیا گیا ہے، اس اعتبار سے بچہ غلام اور مملوک کے معنی میں ہے، اس

بناء پر اپنے غلام کی نذر بھی درست ہوگی کیونکہ وہ حقیقۃً اس کی کمائی اور کسب ہے اور اپنے نفس اور اولاد اولاد کی نذر بھی درست ہوگی کیونکہ وہ حکما اور معنیً مملوک ہیں اور والدین چونکہ کسب نہیں ہیں، اس لئے ان کی نذر درست نہیں ہے۔ صاحب البدائع فرماتے ہیں کہ اس قیاس کی روشنی میں اگر دادا نے اپنے پوتے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو امام محمدؒ کے ہاں درست ہونا چاہئے لیکن ان کے ہاں یہ نذر درست نہیں ہے(۸۵/۵) لیکن صاحب بدائع نے ذبح ولد کی نذر صحیح ہونے کی جو وجہ بیان فرمائی ہے وہ کوئی منصوص نہیں اور نہ ہی طرفین سے منقول ہے، امام صاحبؒ کے ہاں اس کی وجہ اگر اعز الاشیاء ہے تو اپنے نفس کی نذر بھی درست ہونی چاہئے، اپنا نفس بھی بلاشبہ اعزالاشیاء ہے حالانکہ امام صاحبؒ کے ہاں یہ نذر درست نہیں، اپنے نفس کو مملوک شمار کرنا اور امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اس کی نذر درست قرار دینا بھی صحیح نہ ہوگا کیونکہ اپنا نفس مملوک نہیں ہوتا بلکہ امانت ہوتا ہے، اس پر ملکیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ خودکشی حرام ہے نیز اولاد اولاد کو کسب ومملوک ٹھہرانا بھی درست نہیں ہے، بلکہ خود اپنی اولاد کو بھی کسب میں شمار کر کے اس پر حقیقی کسب وملک کے احکام جاری نہیں ہوسکتے۔ صحیح یہ ہے کہ ذبح ولد کی نذر خلاف قیاس ثابت ہے اور اس کا تعدیہ کسی کی طرف نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ طرفینؒ کے ہاں بھی صرف نابالغ بیٹے کی نذر درست ہے اور اس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بن سکتا ہے، اس کے علاوہ میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی صورت میں نذر درست نہیں ہے۔ لہٰذا تمام اصول کی نذر منعقد نہیں، اسی طرح بالغ بیٹے کی اور مطلقاً بیٹی کی خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ، حواشی یعنی بہن بھائی کی اور بالواسطہ تمام فروع کی یعنی پوتا، پوتی، نواسا اور نواسی کی، اسی طرح اپنے نفس کو ذبح کرنے کی نذر بھی درست نہیں ہے۔

چند شرائط:

(۱) نذر کے وقت مکہ یا مقام ابراہیم کا ذکر ضروری ہے۔ (الشامیۃ)

(۲) اس نظریہ کے تحت نذر کرے کہ ذبح ولد کی جگہ جانور ذبح کرنا ہوگا، خود ذبح

ولد کو عبادت سمجھ کر نذر نہ کرے، اگر خود ذبح ولد کو عبادت سمجھ کر نذر کی اور ارادہ یہ تھا کہ بیٹے کو ہی ذبح کروں گا تو نذر درست نہیں بلکہ اس نذر کی وجہ سے سخت گناہگار ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) لفظ ذبح یا نحر ضروری ہے، لفظ قتل سے نذر منعقد نہ ہوگی، اسی طرح اگر ہدی کا لفظ بولا تو نذر نہ ہوگی مثلاً کہا کہ "میں اپنا بیٹا ہدی کروں گا" (تاتار خانیہ)

(۴) اسی طرح ان تمام شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو نفس نذر کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں۔

نذر لغیر اللہ کے احکام ومسائل

غیر اللہ کے نام نذر کرنے کے بارے تین بنیادی مسائل ہیں (۱) غیر اللہ کے نام نذر کرنے کی شرعی حیثیت۔ (۲) ایسا کرنا کب کفر ہے اور کب نہیں؟ (۳) جو چیز غیر اللہ کے نام کردی جائے وہ حلال ہے یا حرام؟

مسئلہ اولیٰ: نذر لغیر اللہ کی شرعی حیثیت

غیر اللہ کے نام کی نذر بالاتفاق وبالاجماع منعقد نہیں ہوتی۔

ابوداؤد میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: لانذر الافی ما یبتغی به وجه الله تعالیٰ اور مسند احمد میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے: لانذر الا فیما ابتغی به وجه الله تعالیٰ یعنی نذر صرف وہی درست ہے جس میں اللہ رضا مقصود ہو لہٰذا ایسی نذر باطل، حرام اور ملعون عمل ہے۔ حدیث شریف میں غیر اللہ کے نام ذبح کرنے پر لعنت آئی ہے، غیر اللہ میں نبی، ولی، بزرگ پیر اور فقیر سب داخل ہیں۔

صحیح مسلم، کتاب الاضاحی اور سنن نسائی کتاب الاضحیہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

ایک روایت ہے جس میں ہے۔

انه قد حدثنی بکلمات اربع قال: فقال ماهن یاامیر المؤمنین! قال قال: لعن اللّٰه من لعن والده ولعن اللّٰه من ذبح لغیر اللّٰه ولعن اللّٰه من آوی محدثا ولعن اللّٰه من غیر منار الارض.

یعنی نبی علیہ السلام نے مجھے چار باتیں بیان فرمائی ہیں، سائل نے کہا وہ کیا ہیں اے امیر المؤمنین تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت بھیجے جس نے اپنے والد پر لعنت بھیجی (ایک روایت میں ہے کہ جس نے اپنے والدین پر لعنت بھیجی) اور اللہ اس پر لعنت بھیجے جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرتا ہے اور اللہ کی ایسے شخص پر بھی لعنت ہو جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیتا ہے اور اللہ کی اس پر بھی لعنت ہو جو (دوسرے کی) زمین کی حدود کو مٹا کر اپنی زمین میں شامل کر دیتا ہے۔

اس حدیث کے تحت امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فالمراد به ان یذبح باسم غیراللّٰه تعالیٰ کمن ذبح للصنم اوالصلیب اولموسیٰ او لعیسیٰ صلی اللّٰه علیهما او للکعبة ونحو ذلک فکل هذا حرام.

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے جیسے کوئی شخص بت یا صلیب کے لئے یا موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کے لئے یا کعبہ وغیرہ کے لئے ذبح کرے تو یہ سب حرام ہے (۱۶۰/۲)

صاحب البحر الرائق نے نذر لغیر اللہ کے باطل اور ناجائز ہونے کی تین وجوہ لکھی ہیں۔

(۱) یہ مخلوق کے لئے نذر ہے اور مخلوق کے لئے نذر جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہیں، مخلوق کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

(۲) منذور لہ میت ہے اور میت کی ملکیت نہیں آسکتی۔

(۳) بعض لوگ میت کو متصرف فی الامور، کارساز اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہیں جو کہ کفر اور شرک ہے۔

نذر لغیر اللہ کیا ہے؟

نذر لغیر اللہ یہ ہے کہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے پر یا بطور شکرانے یا بلا سبب غیر اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کچھ دے دیا جائے مثلاً کسی نے کہا کہ "اگر میرا بیٹا پیدا ہوا تو میں فلاں بزرگ یا پیر کے نام پر بکرا ذبح کروں گا یا کھانا دوں گا" یا کہا کہ "اگر میں صحت یاب ہوا تو فلاں ولی کے نام ایک ہزار روپے دوں گا" یا کہا کہ "اگر مجھ سے فلاں بلا ٹل جائے تو عبدالقادر جیلانیؒ کے نام بکرا دوں گا" یا وہ امتحان میں کامیاب ہو تو شکرانے کے طور پر کسی مزار کے نام کوئی چیز دے دی یا کچھ نہ ہوا تھا ویسے ہی کچھ دے دیا۔

نذر اللہ کے نام دینا اور ثواب بزرگوں کو پہنچانا

اگر کوئی چیز اللہ ہی کے نام دی جائے اور ثواب کسی بزرگ کو پہنچانا مقصود ہو تو یہ جائز ہے، اسی طرح اگر جانور اللہ ہی کی رضا کے لئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے اور ثواب کسی بزرگ کو پہنچانا مقصود ہو تو جائز ہے یا کسی خاص بزرگ کے متعلقین اور مجاورین کا ذکر بطور مصرف کیا جائے تو بھی فی نفسہ درست ہے۔

لیکن تقرب الی اللہ کے لئے دے رہا ہے یا تقرب الی غیر اللہ کے لئے؟ اس کا پہچاننا انتہائی ضروری ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ امداد الفتاوٰی (۵۵۵/۲) میں لکھتے ہیں:

"اس کا فیصلہ نہایت آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ ناذر کو یہ مشورہ دیا جائے کہ تم ان بزرگ کے خادموں کے علاوہ دوسرے مساکین کو جنہیں مزار یا صاحب مزار سے کوئی تعلق نہ ہو، دے کر ان بزرگ کو ثواب بخش دو یا بجائے مرغ ذبح کرنے کے بازار سے گوشت خرید کر اس کا کھانا پکالو اور اس سے زیادہ صاف امتحان یہ ہے کہ یہ کہا جائے

کہ ان کو ثواب ہی مت بخشو۔ پھر یا تو اپنے اموات کو بخش دو یا کسی کو بھی مت بخشو اور خود بھی مت رکھو یا اس کو تبرک مت سمجھو کیونکہ اس میں برکت ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر اس پر خوشی سے راضی ہو جائیں تو سمجھا جائے گا کہ خود ان سے قربت مقصود نہیں ، ان کا ذکر بیان مصرف کے لئے تھا جس میں مقامی اور غیر مقامی مساکین سب برابر ہیں اور اگر اس پر راضی نہ ہوں بلکہ انہی تخصیصات پر اصرار ہو کہ ذبح بھی ہو اور ان ہی بزرگ کے تعلق والوں کو دیا جائے اور خود کھانے کو موجب برکت سمجھا جائے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تخصیصات کے خلاف کرنے سے کسی نفرت کا اندیشہ ہو تو یہ سب علامات ہیں فسادِ عقیدہ کی، اس حالت میں یہ فعل مطلقاً ناجائز ہوگا الخ"۔

چند احتیاطی امور

نذر اللہ کے نام ہو اور ثواب کسی بزرگ کو پہنچایا جائے یا کسی مزار کے مجاورین کا ذکر بطور مصرف کر دیا جائے تو یہ فی نفسہ جائز ہے لیکن اس پرفتن دور میں اس سے بھی احتراز ضروری ہے، قبر، مزار، ولی، بزرگ، پیر اور نذر و نیاز کا مسئلہ ہی ایسا ہے کہ اس میں کسی نہ کسی طرح خلاف شرع باتیں آجاتی ہیں اور اکثر لوگوں کا عقیدہ ہی خراب ہو جاتا ہے، اس لئے یہاں چند امور کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

☆ کسی ولی یا بزرگ کے لئے ایصال ثواب بلاشبہ درست ہے لیکن قرآن کریم کے حکم "قوا انفسکم و اھلیکم نارا "اور" وانذر عشیرتک الاقربین " کی روشنی میں سب سے پہلے اپنی نجات کے ظاہری اسباب اپنانے کا حکم ہے پھر اہل وعیال پھر اقرباء اور رشتہ داروں کے خیال کا حکم ہے، کسی اجنبی بزرگ کے لئے ایصال ثواب تو بہت دور کا معاملہ ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے اعمال تو تباہی والے ہوں ،خود نیکیوں کی شدید ضرورت ہو اور ایصال ثواب کسی ولی کے لئے کیا جا رہا ہو حالانکہ ولی کو اس کی اتنی ضرورت ہی نہیں یا اپنے کسی عزیز، والدین وغیرہ کا انتقال ہوا ہے، ان کے ذمے واجبات باقی ہیں یا ایصال ثواب کے شدید محتاج ہیں اور ان کا نائب اولیاء کے لئے ایصال ثواب کے درپے ہو۔

☆ولی اور بزرگ کو ایصال ثواب کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی جتنی عام مسلمان اموات کو ہوتی ہے، اس کی روشنی میں ولی کے لئے ایصال ثواب کی تخصیص اور وہ بھی مروجہ اتنی عمومیت اور شیوع کیساتھ، فساد عقیدہ کی غمازی کرتی ہے۔

☆کسی جگہ کے فقراء و مساکین کی بطور مصرف تعیین کردی جائے تو شرعاً ان کی تعیین لغو ہے، دوسرے فقراء کو دینا درست ہے، اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے، انتظاماً ایسی صورت میں ناذر کو وہاں کے فرقاء کو دینے سے منع کرنا ضروری ہے اور اسے باقاعدہ کہا جائے کہ آپ دوسرے فقراء پر خرچ کریں۔

☆یہاں بھی جو چیز فقراء پر خرچ ہوتی ہے، اس کی نذر درست ہے لیکن جو چیز فقراء پر خرچ نہیں ہوتی، اس کی نذر ہی منعقد نہیں ہوگی۔ چنانچہ امداد الفتاویٰ (۵۵۵/۲) میں ہے۔

”جو شئی منذور فقراء پر صرف نہیں کی جاتی، اس کی نذر بالکل باطل اور ناجائز ہے جیسے چراغ جلانا یا غلاف چڑھانا“

اس کا پورا کرنا چونکہ کئی مفاسد جنم لیتا ہے لہٰذا اس کے پورا نہ کرنے کا ہی حکم لگایا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ کسی خاص مزار کے فقراء و مساکین کا بطور مصرف تعین کرنا اور اسی طرح کسی خاص بزرگ کے لئے نذر کی صورت میں ایصال ثواب کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہے، اس سے بھی احتراز ضروری ہے بالخصوص ایسا ولی جس کے لئے ایصال ثواب کا رواج بھی پڑ چکا ہو نیز نذر معلق میں فساد عقیدہ کا خطرہ اور زیادہ ہے، اگر مطلوبہ کام ہو جاتا ہے تو اس میں بزرگ کا عمل دخل تصور کیا جاتا ہے۔

☆امداد الفتاویٰ (۵۵۵/۲) میں ہے:

صاحب درمختار اپنے زمانہ کے اکثر عوام کی نذر للاموات کو فساد عقیدہ پر مبنی سمجھتے ہیں اور اکثر لوگوں کو اس میں مبتلا فرماتے ہیں اور جہل کا روز افزوں ہونا ظاہر ہے تو ہمارے زمانے میں تو بدرجہ اولیٰ اسی حالت کا ظن غالب ہے۔

☆اصلاح انقلاب امت (۱۸۹/۱) میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
بعض لوگ اللہ ہی کے لئے نذر کرتے ہیں لیکن اس کے اندر شرک مدفون ہوتا ہے مثلاً یہ نذر کہ "اے اللہ اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو میں آپ کے نام کی ایک دیگ کھانے کی پکوا کر کھلا کر بڑے پیر صاحب کو اس کا ثواب بخشوں گا" اور یہ نہایت احتیاط کا صیغہ سمجھا جاتا ہے، ظاہر میں یہ نذر اللہ کے لئے ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ یہ لوگ اس مقصد میں ضروران بزرگوں کو کسی قدر معین (مددگار) اور دخیل اور متصرف سمجھتے ہیں (اور سمجھتے ہیں کہ ان بزرگ کی فاتحہ کرنے سے وہ کام جلدی کروا دیں گے) چنانچہ اگر ان سے کہا جائے کہ ان بزرگ کو دوسرے وقت ثواب پہنچا دینا، تو ان کے دل میں ضرور یہ خیال گزرے گا کہ اس کے نہ کرنے سے اثر ضعیف ہوجائے گا اور کام نہ ہوگا، جس کا سبب ان بزرگ سے روحانی امداد کا پہنچنا ہے حالانکہ یہ عقیدہ غلط ہے، ہر مسلمان اس پر غور کر کے دیکھ لے کہ یہ خلاف توحید ہے یا نہیں؟
بحوالہ عملیات وتعویذات اور اس کے شرعی احکام ص ۲۱۵۔

ملاجیون کا تسامح:

نورالانوار کے مؤلف ملا احمد المعروف بملا جیون "التفسیرات الاحمدیہ" ص ۲۹ میں لکھتے ہیں۔

ومن ھھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ.

اس عبارت پر عموماً اعتراض کیا جاتا ہے کہ ملاجیون رحمہ اللہ نے منذور لغیر اللہ حیوان کو حلال اور طیب لکھا ہے، اس بناء پر اس عبارت کو مصنف کے تسامح پر محمول کیا جاتا ہے لیکن اس عبارت کا مطلب مصنف نے خود منہیہ میں بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نذر تو اللہ تعالیٰ کے نام ہو البتہ ثواب کسی بزرگ یا ولی کو پہنچا دیا جائے اور یہ صورت فی نفسہ جائز ہے۔

احسن الفتاویٰ (۴۹/۱) میں ہے:

تفسیرات احمدیہ کی عبارت "ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء الخ"۔۔اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نذر تو اللہ تعالیٰ کے لئے مانی جائے اور ثواب اولیاء اللہ کے لئے ہو، یہ وضاحت خود مصنف نے منہیہ میں فرمادی ہے۔(بیان القرآن) اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

دوسرا مسئلہ: غیراللہ کی نذر کب کفر ہے اور کب فسق؟

اس بارے یہ تفصیل ہے کہ اگر:

(۱) ناذر، غیراللہ یعنی کسی ولی بزرگ اور پیر کو متصرف فی الامور، کارساز اور بگڑی بنانے والا سمجھتا ہو۔

(۲) ناذر عبادت کی نیت سے اور تقرب کے طور پر غیراللہ کی نذر کرتا ہو۔

یہ دونوں صورتیں بالاتفاق کفر وشرک ہیں، ایسا ناذر بالاتفاق کافر مشرک اور مرتد ہوجاتا ہے، اس کے لئے تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے۔

(۳) نذر سے غیراللہ کی محض تعظیم وتکریم مقصود ہو، یہ ناجائز اور حرام ہے، ایسا کرنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق وفاجر ہے البتہ کافر ومشرک نہیں ہے۔

شریعت کا اصول یہ ہے کہ شرعی عبادت اگر کسی کی بطور تعظیم وتکریم کی جائے تو بہت بڑا گناہ ہے لیکن اسے کفر وشرک نہیں کہا جاسکتا جیسے سجدہ ایک عبادت شرعیہ ہے لیکن اگر کسی نے کسی کو تعظیمی سجدہ کرلیا تو صحیح قول کے مطابق وہ فاسق وفاجر ہے، کافر ومشرک نہیں ہے، جس کی دلیل علماء نے یہ لکھی ہے کہ جوبات کفر وشرک ہوتی ہے، وہ کسی بھی دین سماوی میں جائز قرار نہیں دی گئی، اگر سجدہ تعظیمی کفر وشرک ہوتا تو سابقہ شریعتوں میں اس کا جواز ہرگز نہ ہوتا حالانکہ سابقہ شرائع میں اس کا جواز تھا، جس کا ذکر سورۃ یوسف میں موجود ہے۔اسی طرح نذر عبادت ہے لیکن اگر غیراللہ کی تعظیم کے لئے کی جائے تو کفر وشرک نہیں بلکہ سجدہ تعظیمی کے مقابلہ میں نذر تعظیمی کا معاملہ اس اعتبار سے کچھ اھون

ہے کہ سجدہ کے عبادت ہونے کا پہلو بالکل واضح اور بے غبار ہے لیکن نذر کے عبادت ہونے کا پہلو واضح نہیں ہے، چنانچہ احادیث میں نذر سے ممانعت بھی آتی ہے اور اس کی شرعی حیثیت میں علماء وفقہاء کے اقوال کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

(۴) غیراللہ کی نذر میں ابہام واجمال ہو یعنی مذکورہ تین امور میں سے کسی کی تعیین نہیں کی کہ غیراللہ کو متصرف سمجھ رہا ہے یا نہیں، اسی طرح عبادت وقربت اور تعظیم وتکریم کی نیت بھی نہیں جیسا کہ بہت سے جاہل مسلمان نذر کر لیا کرتے ہیں اور انہیں حقیقت کا کوئی پتہ نہیں ہوتا، پوچھنے پر بھی کچھ وضاحت نہیں کر سکتے۔

اس صورت کے بارے میں بھی صحیح یہ ہے کہ گناہ اور فسق وفجور ہے لیکن کفر وشرک نہیں ہے، کفر وشرک کا معاملہ بہت سنگین اور خطرناک ہے۔

مسئلہ ثالثہ: منذور لغیر اللہ کی حرمت وحلت

غیراللہ کے نام پر دی گئی چیز کب حرام ہوجاتی ہے اور کب اس کے استعمال کی گنجائش ہے؟ اس بارے تفصیل یہ ہے کہ ایسی چیز کی پانچ صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) کسی جانور کو غیراللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اسی غیراللہ کا نام لیا جائے، ایسا جانور بالاتفاق حرام اور مردار ہے اور اس کی حرمت پر پوری امت کا اتفاق ہے، اس کے کسی بھی جزء سے انتفاع جائز نہیں، اسے کھانا جائز ہے نہ دوسروں کو کھلانا، اسی طرح اسے فروخت کرنا اور اس کا ثمن وصول کرنا بھی جائز نہیں ہے، ثمن حرام ہوگا، اس میں اور خنزیر کے گوشت میں کوئی فرق نہیں ہے، قرآن کریم میں متعدد جگہ اس کی حرمت کو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کے ساتھ متصل بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ اس کو ذبح کرتے ہی اس میں حرمت منتقل ہوگئی ہے لہٰذا ناذر اگر اس گناہ سے توبہ کر لے تب بھی اس کی حرمت مرتفع نہ ہوگی، اس کی حرمت قرآن کریم میں چار جگہ مصرح ہے۔

☆ انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن

اضطر غیر باغ ولا عاد فلاالم علیه (سورة البقرة رقم الآ یة ۱۷۲)

☆حرمت علیکم المتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیراللّٰه به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ماذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق (سورة المائده رقم الایة ۳)

☆قل لااجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا اهل لغیراللّٰه به (سورة الانعام رقم الایة ۱۴۵)

☆انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیراللّٰه به فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان اللّٰه غفور رحیم (سورة النحل رقم الایة ۱۱۵)

(۲) کسی جانور کو تقرب الی غیراللہ کے لئے ذبح کیا جائے یعنی اس کا خون بہانے سے تقرب الی غیرا للہ مقصود ہو، لیکن بوقت ذبح اس پر اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے جیسے بہت سے ناواقف مسلمان بزرگوں اور پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بکرے، مرغ اور گائے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن بوقت ذبح اس پر اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیتے ہیں، یہ جانور بھی بالاتفاق حرام اور مردار ہے، پہلی صورت کے جانور اور اس کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ جب اس نے جانور غیراللہ کے نام مختص کر کے ذبح کردیا تو اس پر بسم اللہ پڑھنے سے وہ حلال نہیں ہوگا، جیسے اگر خنزیر کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام پکارا جائے تو وہ حلال نہیں بنتا۔

(۳) جانور کے علاوہ کوئی کھانے پینے کی کوئی چیز غیراللہ کے نام دی جائے جیسے مٹھائی، حلوہ اور پھل، یہ چیز بھی حرام ہوجاتی ہے اور اس کا استعمال کسی کے لئے جائز نہیں رہتا۔

(۴) عام کوئی چیز غیراللہ کے نام پر دے دی جائے، نہ جانور ہو اور نہ کھانے پینے کی چیز ہو مثلاً کسی دربار یا مزار کے لئے غیراللہ کے نام پر سیمنٹ، سریا، تیل، موم بتی، خوشبو،

روپیہ بجری، چادر، غلاف، قالین وغیرہ دے دی جائے، یہ چیز بھی حرام ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال بھی کسی کے لئے جائز نہیں رہتا۔

پہلی دو اقسام اور آخری دو اقسام میں دو بنیادی فرق ہیں۔

(۱) پہلی دو قسموں کی حرمت مدلولِ نص بلا واسطہ ہے کیونکہ قرآن کریم کی مذکورہ آیات قطعی طور پر حیوانات کے بارے وارد ہیں اور آخری دو اقسام کی حرمت مدلولِ نص بالواسطہ ہے یا بلا واسطہ؟ اس میں اختلاف ہے، بعض نے اس کی حرمت مدلولِ نص بلاواسطہ بتلائی ہے اور بعض نے بالواسطہ۔

(۲) پہلی دو قسموں کی حرمت مرتفع نہیں ہو سکتی، اگر ناذر اپنے عمل سے توبہ کر لیتا ہے تو بھی جانور حرام ہے جبکہ آخری دو اقسام کی حرمت مرتفع ہو سکتی ہے، چنانچہ اگر ناذر اپنے عقیدہ فاسدہ اور اس غلط عمل سے توبہ کر لیتا ہے تو یہ چیزیں اس کے حق میں حلال ہو جاتی ہیں، وہ لے کر استعمال کر سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی حلال ہو جائیں گی لیکن اصل مالک سے اجازت لینا ضروری ہے، اس کی اجازت کے بغیر ان کا استعمال جائز نہیں ہے، گویا ان کے حق میں حرمت ''ملک غیر'' کی وجہ سے ہے۔

آخری دو صورتوں کے بارے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''میری تحقیق میں ما اہل بہ لغیر اللہ میں ایک دوسرا عموم ہے یعنی منذور بہ لغیر اللہ غیر حیوان کو بھی حکم حرمت کا شامل ہے مگر اس تفصیل سے کہ حیوان کی حرمت مدلول نص بلاواسطہ ہے لان الایات وردت قطعا فی الحیوانات اور غیر حیوان کی حرمت مدلول بواسطہ قیاس ہے لاشتراک العلۃ وھی نیۃ التقرب الی المخلوق۔ بحر کا فتویٰ اسی قیاس پر مبنی ہے۔ امداد المفتین واحسن الفتاویٰ (۵۱/۱)

حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں۔

"ماأہل بہ لغیر اللہ کے عموم میں مٹھائی وغیرہ بھی داخل ہے اور" وماذبح علی النصب" کا بالاستقلال ذکر اس پر قرینہ ہے کہ" ماأهل به لغير الله" حیوان وغیر حیوان دونوں کو شامل ہے اور اگر اسے حیوان کے ساتھ خاص رکھا جائے تو غیر حیوان کی حرمت ثابت بالقیاس ہوگی۔ بعلة التقرب الى غير الله ۔احسن الفتاویٰ (۵۲/۱)

چوتھی صورت کے بارے احسن الفتاوی (۴۹۱/۵) میں ہے۔

سوال: اگر کسی نے قرآن کریم یا کوئی کتاب نذر غیراللہ کے طور پر دی تو اس کی خرید وفروخت اور مطالعہ ودرس وغیرہ کا استفادہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: ایسی کتاب سے کسی قسم کا استفادہ جائز نہیں، منذور لغیر اللہ غیر حیوان بھی بعلت تقرب الی غیر اللہ"ما اهل به لغير الله" میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے یعنی حرمت حیوان بلا واسطہ مدلول نص ہے اور حرمت غیر حیوان مدلول نص بواسطہ قیاس ہے۔ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل فرمایا ہے۔۔۔اگر ناذر اس عقیدہ شرکیہ سے تائب ہوجائے تو منذور لغیر اللہ حلال ہوجاتا ہے اور اس سے استفادہ جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۵) کسی جانور کا کان کاٹ کر، داغ کر یا کوئی دوسری علامت لگا کر تقرب الی غیر اللہ اور تعظیم لغیر اللہ کے لئے چھوڑ دیا جائے، اس سے کسی قسم کا کام نہ لیا جائے، نہ اسے ذبح کرنے کا قصد ہو بلکہ اس کے ذبح کو حرام جانا جائے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کی عام رسم تھی اور مشرکین بتوں کے نام مختلف طریقوں سے جانور چھوڑتے تھے۔ قرآن کریم، سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۰۳ میں اس کا بیان یوں آیا ہے۔

ماجعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب واكثرهم لا يعقلون.

اس آیت میں چار قسم کے جانوروں کا ذکر ہے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام۔ ان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت سعید بن المسیبؒ سے ان کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے نام وقف کردیا جاتا چنانچہ کوئی شخص

اس کے تھنوں کو ہاتھ نہ لگاتا، سائبہ وہ جانور ہے جسے بتوں کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا، اس پر نہ سواری روا رکھی جاتی تھی اور نہ ہی اسے باربرداری کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ وصیلہ پیدا ہونے والی دوسری لگاتار مادہ کو کہا جاتا یعنی ایک اونٹنی سے جب پہلی مرتبہ مادہ پیدا ہوتی اور اس کے بعد دوبارہ مادہ پیدا ہوتی تو لوگ ایسی اونٹنی کو بتوں کے نام چھوڑ دیتے تھے، اسے وصیلہ کا نام دیا جاتا تھا کیونکہ وہ پہلی کے ساتھ متصل پیدا ہوتی ہے، درمیان میں مذکر کا وقفہ نہیں۔

حام: وہ نر اونٹ جو متعدد بار جفتی کر چکا ہو اور جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں، ایسے نر اونٹ کو بھی بتوں کے نام آزاد چھوڑ دیا جاتا، اس روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ اس رسم کی ابتداء عمرو بن عامر خزاعی نے کی تھی، سب سے پہلے اس نے بتوں کے نام جانور چھوڑے تھے، نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " میں نے اسے جہنم میں انتڑیاں کھینچتے ہوئے دیکھا ہے" (صحیح البخاری، تفسیر سورۃ المائدۃ)

شریعت کی رو سے اس طرح غیر اللہ کے نام جانور چھوڑنے کا عمل تو ناجائز اور حرام ہے لیکن وہ جانور بھی حرام ہے یا نہیں ؟ قرآن کریم کی مذکورہ آیت میں اس فعل اور عمل کی صرف تردید کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے جو رسم شروع کی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے مشروع (جائز) نہیں کیا، بتوں کے نام نذر و نیاز کا یہ طریقہ مشرکین کی ایجاد ہے، قرآن نے ایسے جانور کو" ما اهل لغير الله به" کی طرح حرام نہیں قرار دیا ، اس بناء پر ایسے جانور کی حلت و حرمت کے بارے اختلاف رہا ہے، عزیز الفتاوی (ص ۷۶۳) اور آپ کے مسائل (۴۲۱/۳) میں اس کو حرام قرار دیا ہے، فرماتے ہیں۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں ہے۔ اگر اس بزرگ کے نام چڑھاوا مقصود ہے تو یہ شرک ہے اور وہ بکری حرام ہے الا یہ کہ نذر ماننے والا اپنے فعل سے توبہ کرکے اپنی نذر سے باز آجائے۔

صحیح یہ ہے کہ یہ عمل تو حرام ہے لیکن وہ جانور" وما اهل لغير الله به" اور"

ماذبح علی النصب ''دونوں میں داخل نہیں ہے،اس لئے وہ جانور فی نفسہ حلال اور طیب ہے، کسی کے اس حرام عمل اور اس جانور کو حرام سمجھنے کے عقیدہ سے وہ جانور حرام نہیں ہوتا بلکہ اس کو حرام سمجھنے میں ان کے عقیدہ باطلہ کی تائید وتقویت ہوتی ہے،اس لئے یہ جانور عام جانوروں کی طرح حلال ہے مگر شرعی اصول کے مطابق یہ جانور اپنے مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوا بلکہ ابھی تک اسی کا مملوک ہے،اگر چہ وہ اپنے غلط عقیدہ سے یہ سمجھتا ہے کہ میری ملک سے نکل کر غیر اللہ کے لئے وقف ہو گیا ہے مگر شرعاً اس کا یہ عقیدہ باطل ہے،وہ جانور بدستور اسی کی ملک میں ہے وہ اسے خود استعمال کرسکتا ہے،اس کا گوشت کھا سکتا ہے،آگے فروخت کرسکتا ہے، اگر کسی کو فروخت کر دیا یا ہبہ کردیا تو خریدار اور موہوب لہ کے لئے اس کا استعمال درست ہے،اس زمانے میں ہندو بکثرت اپنے دیوتاؤں کے نام بکرے گائے وغیرہ کو اپنے خیال کے مطابق وقف کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور مندروں کے پجاریوں اور جوگیوں کو اختیار دے دیتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ جو چاہیں کریں، یہ پجاری اور جوگی ایسے جانوروں کو مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کردیں تو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں،اسی طرح بعض جاہل مسلمان بھی بعض مزارات پر ایسا ہی عمل کرتے ہیں کہ بکرا یا مرغا وغیرہ چھور دیتے ہیں اور مزارات کے مجاورین کو اختیار دیتے ہیں اور وہ ان کو فروخت کردیتے ہیں لہٰذا ان مجاورین سے اگر کسی نے وہ جانور خرید لیا تو وہ حلال ہے،اسے ذبح کر کے کھانا اور فروخت کرنا سب حلال اور جائز ہے۔

یہی تحقیق حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع ،مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی اعظم مفتی رشید احمد رحمہم اللہ اور مفتی عبدالرحیم لاجپوری کی ہے۔

احسن الفتاویٰ کے ایک سوال وجواب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

سوال: حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیان القرآن میں سائبہ کی حرمت ثابت فرمائی ہے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں حلال لکھا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ سائبہ کو حرام کہنے سے مشرکین کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے۔آپ کی تحقیق کیا ہے؟ سائبہ ''ما اھل بہ لغیر اللہ'' میں داخل ہے یا نہیں الخ

الجواب باسم ملہم الصوب: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) نے امداد المفتین (۷۴۳/۲) میں سائبہ کی حلت کی طرف حضرت تھانوی قدس سرہ کا رجوع نقل فرمایا ہے، حضرت مفتی صاحب کی طرف سے سوال اور حضرت تھانوی قدس سرہ کا جواب امداد المفتین سے نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: ایک فتویٰ ریاست قرولی کا دربارہ (حلت) سائبہ و بحیرہ یہاں آیا ہوا ہے جس پر حضرت والا کی بھی تصدیق ہے، غالباً تصدیق کی نقل میں تو غلطی نہیں ہے کیونکہ بیان القرآن جدید کے حاشیہ میں بھی حضرت نے اسی صورت کو ترجیح دی ہے اور کچھ یاد ہے زبانی بھی حضرت سے چند جملے احقر نے سنے تھے مگر اس میں ایک کھٹک اسی وقت سے چلی آرہی ہے، وہ یہ کہ صورت ثالثہ (ہماری ترتیب کے مطابق صورت خامسہ، ریاض) جس میں اراقۃ الدم لغیر اللہ مقصود نہیں مگر نذر لغیر اللہ کی حد میں تو داخل ہے، اور منظور لغیر اللہ کی حرمت صاحب بحر نے ذیل (واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام الخ البحر الرائق قبیل باب الاعتکاف) میں اجماع مسلمین نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسے جانور کی حلت کے لئے صرف اذن مالک کافی نہیں بلکہ مالک کا اپنی نذر سے رجوع کرنا بھی ضروری ہے ہاں اگر سائبہ وغیرہ جانوروں اور منذور لغیر اللہ میں کوئی فرق ہو تو بے شک یہ شبہ رفع ہوسکتا ہے مگر مجھے ان دونوں میں کوئی فارق معلوم نہیں ہوا کہ اصل علت تقرب الی غیر اللہ ہے، وہ دونوں میں یکساں ہے، صرف بحیرہ سائبہ میں صیغہ نذر کا نہیں ہے، اگر ہوسکے تو اس پر نظر فرما کر اس کا حل فرمادیا جاوے تاکہ اشکال رفع ہو اور اس کا جواب بھی روانہ کردیا جائے۔

جواب: اس مسئلے کے متعلق میری رائے پر تین دور گزرے ہیں، ایک زید کی موافقت (حرمت) کا اور میں نے تفسیر میں اسی کو اختیار کیا ہے، دوسرا تردد کا، تفسیر کی جلد ثالث کے منہیہ میں اس تردد کو ظاہر کیا ہے، تیسرا بکر کی موافقت میں (حلت کا) اور امداد الفتاویٰ کے فتویٰ منقولہ سوال میں اسی کا حکم کیا ہے جو کہ تفسیر سے زمانا متاخر ہے، بس اخیر رائے یہی ہے اور پہلی دونوں رائیں مرجوح عنہ ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سوائب ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں کیونکہ ناذر کا مقصد ان کا ذبح نہیں، پس ان کی حرمت کسی دوسرے عارض (عدم اذن المالک) کی وجہ سے ہوگی، جس کے ارتفاع سے حرمتِ اکل بعد الذبح

مرتفع ہوجائیگی، چنانچہ بکثرت مفسرین نے آیت "یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا" کا سبب نزول اسی تحریم سوائب کو لکھا ہے اور آیت سے حلت کا اثبات اور اس حرمت کی نفی کی ہے اور بعض نے جو دوسرا سبب نزول لکھا ہے، انہوں نے بھی اس حلت کی نفی اور حرمت کا اثبات نہیں کیا تو مسئلہ متفق علیہا ہوگیا الخ۔ احسن الفتاویٰ (۵۱/۱) وکذا فی امداد المفتیین (۹۴۱)

امداد المفتیین (ص۹۳۲) رسالہ توضیح کلام اہل اللہ فیما اہل بہ لغیر اللہ میں ہے۔

قول مختار: سیدی حکیم الامت دامت برکاتہم کی تحقیق مذکورہ سے معلوم ہوا کہ منذور لغیر اللہ اگر قبیلِ حیوانات نہ ہو جیسے شیرینی پھول وغیرہ، ان میں اور سوائب و بحائر میں فرق واضح ہوگیا کہ قسم اول میں ان چیزوں کا استعمال کرنا نذر کرنے والے کی غرض کی تکمیل اور اس کی اعانت ہے اسلئے اس کی حرمت جو آیت ما اہل لغیر اللہ سے باشتراک علت ثابت تھی بحالہا قائم رہی جیسا کہ صاحب بحرائق وغیرہ کے فتوی میں مصرح ہے اور قسم دوم یعنی سوائب و بحائر میں ان کے ذبح کرنے اور کھانے میں نذر باطل کرنے والے کی غرض کا ابطال ہے اور نہ کھانے میں اس کی تکمیل، اسلئے اسکے ذبح کرنے اور کھانے کی فی نفسہ اجازت دی گئی ہے، اب حلت کیلئے صرف مالک کی اجازت کی ضرورت رہ گئی ہے، جب مالک نے فروخت کردیا یا بدون معاوضہ کسی کو ھبہ کردیا تو کھانے کئی اجازت ہے، الغرض اب مختار احقر کے نزدیک بھی وہی فتوی ہے جو مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ اور حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا سوال میں نقل کیا گیا ہے۔ صورت مندرجہ سوال میں جو جانور کاٹ کر مالک نے ملازمان راج یا مندر میں رہنے والے خادموں کے حوالے کر دیئے وہ اسی تیسری صورت میں داخل ہیں، ان کا فروخت کرنا اور خرید نا پھر ذبح کر کے کھانا سب جائز ہے۔

نیز اس بارے امداد الفتاویٰ (۹۹/۴، ۱۰۰) میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتوی کی تصدیق اور فتوی بھی موجود ہے۔ نیز ملاحظہ ہو کفایت المفتی (۲۲۹/۸، ۲۳۰) وفتاوی

رحیمیہ (۱۷۹/۶)

وجوہ الفرق:

سائبہ اور منذور لغیر اللہ میں بنیادی فرق کیا ہے؟ ان کے درمیان کئی فرق ہیں۔

(۱) حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مذکورہ جواب میں اس کا جو فرق بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ منذور لغیر اللہ میں ناذر اس حیوان وغیرہ کو حلال سمجھتا ہے، اس لئے شریعت نے اسے حرام کر دیا تا کہ اس کی غرض پوری نہ ہو سکے اور سوائب میں ناذر اس حیوان سے انتفاع کو حرام سمجھتا ہے، اس لئے اسے حلال قرار دینا چاہئے تا کہ اس کی غرض پوری نہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"(دونوں میں وجہ فرق) یہ ہے کہ منذور لغیر اللہ میں وہ تصرف جس میں تقریر ہے ناذر کی غرض باطل کی، حرام ہے لان اعانة الحرام حرام اور جس تصرف میں ابطال ہے غرض ناذر کا، وہ جائز ہے پس ما اہل بہ لغیر اللہ کے ذبح و تناول میں تو تقریر ہے اس کی غرض اراقۃ الدم کی، اس لئے حرام ہے اور سوائب کے ذبح و تناول میں ابطال ہے اس غرض کا، اس لئے حرام نہیں اور بحر کی جزئیات میں مجاورین کا انتفاع یا ایقاد قنادیل وغیرہ، یہ سب تقریر ہے غرض ناذر کی، اس لئے حرام ہے، اس سے فرق نکل آیا سوائب کے تناول میں اور منذور للقبور کے تناول میں۔

(۲) حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ دوسرا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سوائب اور منذور للقبور میں ایک اور فرق بھی معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ منذور للقبور کی حرمت تقرب الی غیر اللہ کی وجہ سے ہے اور تقرب بواسطہ قربت ہوتا ہے اور تصدق و اراقۃ الدم شرعاً قربت ہے مگر محض تسیب کو شریعت نے قربت نہیں قرار دیا، اگرچہ مسیب اسے قربت سمجھتا ہے لہٰذا سوائب میں

تقرب الی غیر اللہ نہیں پایا گیا جو علت تحریم ہے۔ غرضیکہ سائبہ فی نفسہ حلال ہے مگر عدم اذن مالک کی وجہ سے حرام ہے، اگر مالک کی طرف سے صراحۃً یا اباحت عامہ کے تحت اذن پایا جائے تو سائبہ حلال ہے الخ احسن الفتاویٰ (۵۲/۱)

آخری تین صورتوں کے حکم میں فرق

تیسری اور چوتھی صورت میں ناذر کا اپنے عمل سے توبہ کرنا ضروری ہے، تب وہ چیز حلال ہوتی ہے اور پانچویں صورت میں ناذر کا اپنے عمل سے توبہ کرنا ضروری نہیں ہے ، جانور ویسے ہی حلال ہے۔

جانور چھوڑنے کی نذر صحیح نہیں

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۳۰/۱۲) میں اس طرح کے سوال کے جواب میں ہے:

یہ نذر صحیح نہیں ہوئی اور وہ جانور چھوڑنے والے کی ہی ملک میں ہے، وہ خود یا جس کو وہ اجازت دے اس کو ذبح کر کے کھا سکتے ہیں اور اس کے چڑے کی قیمت جہاں چاہے صرف کرے۔

اللہ تعالیٰ کے نام بھی جانور چھوڑنا جائز نہیں:

گذشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تسییب یعنی کسی کے نام پر جانور چھوڑنا شریعت کی رو سے عبادت نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نام پر کوئی جانور چھوڑنا اور اس سے کچھ کام نہ لینا صحیح نہیں ہے اور اسے عبادت کے طور پر کرنا بدعت سیئہ ہے۔

خیر الفتاوی (۶۰۰/۱) میں ہے۔

''زید طبابت کا کام کرتا ہے، اس کے پاس ایک مریض لایا گیا، زید نے مریض کے ورثاء سے کہا کہ ایک بکرا یہاں لاکر رات کو شہر کے باہر فی سبیل اللہ کر کے چھوڑ دو، انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ بکرا رات کو چھوڑ دیا، بکر نے اس بکرے کو پکڑ لیا اور گھر باندھ لیا، صبح مسئلہ پوچھتا ہے کہ اس کے ساتھ اب کیا کیا جائے؟ یہ فعل کرنے والا، کرانے اور پکڑنے والا تینوں مسلمان ہیں، شرعاً ہر ایک کا حکم بیان فرمادیں نیز اب بکرے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جانور بتوں کے نام چھوڑنا تو حرام ہے'' **ماجعل اللّٰہ من بحیرة ولا سائبة الایة**''۔ اور اللہ کے نام پر چھوڑنا ثابت نہیں کیونکہ اللہ کے نام پر خیرات کرنا، ذبح کرنا وغیرہ تو شریعت میں ثابت ہیں اور مستحسن ہیں اور اللہ کے نام پر زندہ جانور چھوڑ دینا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے اور جو کام شریعت میں ثابت نہ ہو اسے دین میں داخل کرانا بدعت ہے لہٰذا یہ جانور چھوڑنا بدعت ہے، حکم کرنے والا اور عمل میں لانے والا گناہگار ہیں، ہاں گناہ سے بچنے کی یہ صورت ہے کہ چھوڑنے والا مالک اپنی سابق نیت سے توبہ کر کے جانور کو بدستور اپنے ملک میں لے آئے۔

(۲) اس کو پکڑنے والا اس کا مالک نہیں ہوسکتا اور نہ اسے ذبح کر کے بیچ سکتا ہے اور نہ کھا سکتا ہے۔ فتاویٰ مولانا عبدالحئی میں مرقوم ہے۔

المختار فی الصید انه لایملکه اذا لم یبحه و کذا فی الدابة اذا سیبها کما سبطه الشر نبلالی .

درمختار میں ہے۔

ان کان مرسلا فهو مال الغیر فلایجوز تناوله الا باذن صاحبه

لہٰذا صورت مسئولہ میں بکر کو چاہئے کہ یہ بکرا مالک کو واپس کردے، مالک کو چاہئے کہ بکرا اپنے ملک میں یا بیچ کر پیسے اپنے صرف میں لے آئے اھ

قبروں پر چڑھاوے اور پھول رکھنے کی نذر

قبروں پر پھول رکھنا اور چڑھاوے اور چادریں رکھنا خود صحیح نہیں ہے، منع ہے، اس

لئے ان کی نذر بھی باطل اور ناجائز ہے۔
کمافی امدادالفتاویٰ (۵۵۵/۲) وکفایت المفتی (۴۹/۹)

نذر اور کفارہ

نذر کی کل چار صورتیں ایسی ہیں جن میں کفارہ قسم واجب ہوتا ہے۔

(۱) نذر غیر مسمی مثلاً یوں کہا کہ ”اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر نذر ہے“ اور کسی خاص عبادت کی نیت نہیں کی، اسے نذر مبہم بھی کہتے ہیں، نذر کی تقسیم اول میں اس کی وضاحت آچکی ہے۔

(۲) کسی کام کی نذر مانی پھر اس کو پورا کرنے کی طاقت نہ ہو۔

البتہ بعض صورتوں میں کفارہ واجب نہیں بلکہ دم واجب ہے مثلاً پیدل چل کر بیت اللہ کے حج کی نذر مانی اور اس میں پیدل جانے کی طاقت نہیں ہے تو سوار ہو کر حج کرے اور دم دیدے، اسی طرح اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو بچہ ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اس کی جگہ فدیہ ادا کرنا ضروری ہے۔

(۳) نذر اللجاج یعنی نذر کو ایسی چیز کے ساتھ معلق کر دیا کہ جس سے بچنا مقصود ہے مثلاً یوں کہا ”اگر میں نے زید سے بات کی تو مجھ پر حج ہے“ اس میں زید سے بات نہ کرنا مقصود ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ زید سے بات کر لیتا ہے تو مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اسے اختیار حاصل ہے، اگر چاہے تو حج کرے اور اگر چاہے تو قسم کا کفارہ دے دے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پہلا قول یہ تھا کہ اس پر حج کرنا ضروری ہے، ہاں اگر حج کی طاقت نہ ہو تو کفارہ دے سکتا ہے، بعض روایات کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے سات دن قبل تخییر والے قول کی طرف رجوع فرمایا ہے۔

(۴) نذر معصیت جبکہ معصیت لغیرہ ہو مثلاً نحر کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور اس

کی جگہ دوسرا قضاء روزہ بھی نہ رکھا ہو یا معصیت لعینہٖ ہے اور اس نے قسم کی نیت کر لی ہے، اس کی وضاحت پہلے آچکی ہے۔

مذکورہ چار صورتوں میں کفارہ یمین واجب ہے، سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباسؓ کی مرفوع حدیث ہے جس میں ان چاروں صورتوں میں سے نذر اللجاج کے علاوہ تینوں صورتوں کو جمع فرمایا گیا ہے۔

فی سنن ابی داؤد (ص ۲/۱۱۷) باب من نذر نذرا لایطیقه. عن کریب عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من نذر نذرا لم یسمه فکفارته کفارة یمین ومن نذر نذرا فی معصیة فکفارته کفارة یمین ومن نذر نذرا لایطیقه فکفارته کفارة یمین ومن نذر نذر اطاقه فلیف به. قال ابو داؤد وروی هذا الحدیث وکیع وغیره عن عبداللّٰه بن سعید بن ابی الهند او قفوه علی ابن عباس.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نذر غیر مسمی کی نذر مانی تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے معصیت کی نذر مانی تو اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کی اسے طاقت نہیں تو اس کا کفارہ کفارہ قسم ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کی وہ طاقت رکھتا ہے تو چاہئے کہ وہ اسے پوری کر لے۔

کفارہ قسم

قسم کے کفارہ کا بیان سورۃ المائدہ آیت نمبر ۸۸ میں ہے۔

فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ماتطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ط

اس آیت کی رو سے کفارہ قسم میں یہ تفصیل ہے کہ کفارہ دینے والا صاحب حیثیت اور غنی ہوگا یا فقیر و مسکین، اگر صاحب حیثیت ہے تو اسے تین باتوں کا اختیار ہے، ان میں

سے جسے چاہے ادا کردے ۔ (۱) دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ (۲) ان کو بقدر ستر پوشی کپڑا دینا۔ (۳) غلام یا باندی آزاد کرنا۔ اور اگر صاحب حیثیت نہیں ہے تو مسلسل تین روزے رکھے۔

تفصیل اطعام

اس بارے قرآن کریم میں اطعام کا لفظ آیا ہے اور اطعام کے معنی عربی لغت میں کھانا کھلانے کے بھی آتے ہیں اور کسی کو کھانا دینے کے بھی، اس لئے کفارہ دینے والے کو شرعاً دونوں باتوں کا اختیار ہے کہ دس مسکینوں کی دعوت کر کے کھانا کھلادے یا کھانا ان کی ملکیت میں دے دے۔ پہلی صورت کو اباحت کہا جاتا ہے اور دوسری کو تملیک ۔

اباحت طعام اور اس کے مسائل:

جب مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو تو کس نوعیت کا کھانا ہو اور کتنی مقدار میں ہو؟
مقدار کے بارے حکم یہ ہے کہ مسکین کو سیر کرانا ضروری ہے خواہ وہ کم کھانے سے سیر ہو یا زیادہ سے اور کھانے کی نوعیت میں اپنے اور اہل خانہ کے کھانے کی نوعیت کو اپنا نا ہوگا یعنی متوسط درجہ کا کھانا جو عادۃً اپنے گھر کھاتا اور کھلاتا ہے اس قسم کا کھانا دے دے۔
علامہ کاسانی رحمہ اللہ بدائع الصنائع (۱۰۲/۵) میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے لفظ ''اوسط'' ذکر فرمایا ہے۔ یعنی بالکل درمیانہ اور ''اوسط'' وہ درمیانی چیز کہلاتی ہے جس کے دونوں افراد بالکل برابر ہوں، اعداد میں اوسط کے افراد بہت سے ہیں لیکن کم سے کم اوسط عدد ایک سے تین تک ہے پھر اس میں بھی تین انواع داخل ہیں۔
(۱) کھانے کی صفت کے اعتبار سے اوسط یعنی عمدہ کھانا ہے یا ردی یا دونوں کے درمیان۔
(۲) مقدار کے اعتبار سے اوسط یعنی اسراف یا بخل یا دنوں کے درمیان۔
(۳) کھانے کے احوال کے اعتبار سے اوسط یعنی دن میں ایک بار کھلایا جائے

یا دو بار یا تین بار، اور کسی بھی نقلی یا عقلی دلیل سے ان انواع میں سے کسی ایک نوع کی تعیین ثابت نہیں ہے، اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ہر نوع سے اوسط مراد لے لیا جائے تاکہ فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کا یقین ہوجائے، اس لئے اپنے اہل وعیال کو جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس سے درمیانہ درجے کا کھانا کھلادے نہ زیادہ عمدہ اور نہ بہت کمتر اور اسی طرح نہ اسراف سے کام لے اور نہ بخل سے، اتنا کھلادے کہ فقیر سیر ہوجائے اور دن میں دو وقت کھلادے، ایک یا تین وقت نہیں۔

چند مسائل:

شریعت کی رو سے ہر مسکین کو کم از کم دو وقت کا کھانا کھلانا ضروری ہے، دو وقت سے کم اگر کھلایا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور دو وقت سے زیادہ کھلائے تو اس کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس بارے تفصیل یہ ہے کہ اگر جفت کھلایا ہے تو کفارہ میں اس کا اعتبار ہے اور دو کھانوں پر ایک مسکین کو کھلانا تصور کیا جائے گا مثلاً ایک مسکین کو آٹھ وقت کھانا کھلایا تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے چار مسکینوں کو کھلادیا اور اگر طاق کھلایا ہے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا مثلاً کسی کو سات وقت کھلایا تو چھ وقتوں کا اعتبار ہوگا، یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے تین مسکینوں کو کھلایا ہے۔

☆ اگر نو مسکینوں کو دو وقت صبح وشام کھلادیا لیکن دسویں مسکین کو صبح کھلایا پھر گیارہویں مسکین کو شام کو کھلادیا تو دس پورے نہ ہوں گے، اب لازم ہے کہ ان دو میں سے کسی ایک کو مزید ایک وقت کا کھانا کھلادے، خواہ صبح کا ہو یا شام کا یا کسی تیسرے مسکین کو مستقل طور پر دو وقت کھلادے۔

☆ اگر بیس مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلادیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا، اب لازم ہے کہ ان میں سے دس کو مزید ایک وقت کھلائے، اگر ایک مسکین کو دس دن صبح کھانا کھلایا اور دوسرے مسکین کو دس دن شام کھانا کھلایا تو کفارہ ادا نہ ہوگا کیونکہ اس نے گویا دس مسکینوں کا حصہ بیس کو کھلادیا، اب لازم ہے کہ ایک کو مزید دس وقت کا کھانا دے (الہند

۲۶/۳)

☆اگر دس مسکینوں کو دو دن صرف صبح کا کھانا کھلایا یا دو دن صرف شام کا کھانا کھلایا یا دو دن سب کو سحری کرادی یا دو دن سب کو افطاری کرادی یا صبح سحری کرادی اور اسی دن شام کو یا کسی دوسرے دن افطاری کرادی تو درست ہے ،کفارہ ادا ہوجائے گا مقصد دو وقت مستقل کھانا کھلانا ہے۔

☆اگر کسی نے ایک مسکین کو بیس دن صرف صبح کھانا کھلادیا یا شام کا تو بھی درست ہے۔

☆اگر کسی مسکین کو بیس دن سحری کرادی یا بیس دن افطاری کرادی تو بھی کفارہ ادا ہوگیا۔

☆دس مسکینوں کو ایک دن صبح وشام کو کھانا کھلادے یا ایک مسکین کو دس دن صبح وشام کھلادے ،دونوں صورتیں درست ہیں ۔

☆اگر پانچ مسکینوں کو دو دن صبح وشام کھلادیا تو بھی درست ہے۔

☆مسکین کو بیک وقت ایک ہی وقت کا کھانا کھلایا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ کا نہیں۔

☆اگر دس مسکینوں کو ایک ہی وقت میں صبح وشام کا کھانا کھلادیا مثلاً صبح کے وقت زیادہ کھانا کھلادیا اور خیال یہ تھا کہ شام کا کھانا بھی اس میں آگیا تو یہ شرعاً صبح ہی کا کھانا ہے، شام کو دوبارہ انہیں مساکین کو کھلانا ضروری ہے۔

☆اگر کسی ایک مسکین کو ایک وقت میں ایک سے زیادہ کھانے کھلادیئے مثلاً دو تین یا دس دنوں کے کھانے اس کے سامنے رکھ دیئے تو وہ ایک ہی وقت کا شمار ہوگا۔

☆قرآن کریم کی رو سے اپنے اہل وعیال کو عموماً جس طرح کا کھانا عادۃً کھلاتا ہے ،اس طرح کا کھانا مسکین کو دے گا،اس کی روشنی میں فقہاء کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ گندم کی روٹی کے ساتھ سالن دینا مستحب ہے، اگر کوئی شخص مسکین کو گندم کی روٹی بغیر سالن کے دے دے یا جو کی روٹی یا ستو یا کھجوریں کھلادے تو درست ہے کیونکہ اس زمانے میں اپنے اہل وعیال کو اس طرح کھلانے کی عادت تھی بدائع الصنائع (۱۰۳/۵)

لیکن اب ایسا نہیں ہے،اس لئے گندم یا مکئی کی روٹی سالن کے ساتھ کھلانا ضروری ہے، نیز جو کی روٹی، جو کا ستو اور کھجوریں کافی نہیں ہیں، البتہ اگر قیمت کے اعتبار سے برابر ہو رہی ہو تو تملیک کے طور پر درست ہے۔

☆اگر کسی ایک مسکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیا اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت دے دی تو بھی جائز ہے، اسی طرح اگر کئی مساکین کے ساتھ کیا تو بھی درست ہے۔ الدرالمختار (۴۷۸/۳) کتاب الایمان

☆مسکین کا بالغ یا قریب البلوغ ہونا ضروری ہے ،اگر ایسے بچے کو کھلا دیا جو معتاد کھانا پورا نہ کھا سکے تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ الدر (۴۷۸/۳) باب الظہار

☆مسکین اور فقیر کا معمول کے مطابق بھوکا ہونا ضروری ہے، اگر وہ پہلے سے سیر ہو تو اسے کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ الدر (۴۸۲/۳) باب الظہار

تملیک طعام اور اس کے مسائل

اگر کھانا مسکین کی ملکیت میں دینا ہو تو ہمارے زمانے کے اعتبار سے افضل صورت کشمش سے کفارہ ادا کرنا ہے یعنی ہر مسکین کو ساڑھے چار کلو کشمش یا اس کی قیمت دے دے اور اگر ساڑھے تین کلو کشمش اور اس کی قیمت دے دے تو بھی درست ہے۔

☆اس کے بعد افضل صورت کھجور سے کفارہ ادا کرنا ہے یعنی ہر مسکین کو ساڑھے چار کلو کھجور یا اس کی قیمت دے دے اور اگر ساڑھے تین کلو کھجور یا اس کی قیمت دے دی تو بھی درست ہے۔

☆آخری درجہ میں گندم اور جو سے کفارہ ادا کرنے کی اجازت ہے۔ یعنی ہر مسکین کو ساڑھے چار کلو جو یا اس کی قیمت دے دے اور اگر ساڑھے تین کلو جو یا اس کی قیمت دے دی تو بھی درست ہے اور اگر گندم کے حساب سے دینا چاہے تو سوا دو کلو گندم یا اس کی قیمت دے دے اور اگر پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت دے دی تو بھی درست

ہے۔

☆کشمش، جو اور کھجور کا نصاب پورا صاع ہے جس کے ساڑھے چار یا ساڑھے تین کلو بنتے ہیں اور گندم کا نصاب نصف صاع ہے جس کے سوا دو یا پونے دو کلو بنتے ہیں۔

☆عہد نبوی میں نصف صاع گندم اور صاع کشمش، کھجور اور جو کی قیمت برابر تھی، بعد میں تبدیلی آتی رہی، اس وقت ایک صاع کشمش کی قیمت زیادہ ہے، اس کے بعد ایک صاع کھجور کی قیمت زیادہ ہے، اس کے بعد نصف صاع گندم کا نمبر آتا ہے لیکن چونکہ گندم کا نصاب نصف صاع ہونا اور کھجور و کشمش کا نصاب پورا صاع ہونا منصوص ہے، اس لئے ان میں کسی قسم کی کمی وبیشی کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جیسا کہ عہد نبوی میں ساڑھے سات تولہ سونے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ومالیت برابر تھی اور اب اتنا فرق ہے کہ ایک تولہ سونے کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہے لیکن چونکہ سونے کا نصابِ زکوۃ ساڑھے سات تولے ہونا اور چاندی کا نصابِ زکوۃ ساڑھے باون تولے ہونا منصوص ہے، اس لئے اس میں ردو بدل کی گنجائش نہیں ہے، قیمت ومالیت میں تفاوت کی صورت میں احوط پر عمل کرنے کا حکم ہے، چنانچہ مالِ تجارت وغیرہ کو چاندی کے نصاب سے منسلک کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی، سونے کے نصاب سے نہیں، اور کفارہ میں کشمش سے کفارہ ادا کیا جائے گا۔ فرق یہ ہے کہ مال تجارت وغیرہ میں چاندی کے نصاب کو معیار مقرر کرنا ضروری ہے اور کفارہ کی ادائیگی میں کشمش سے ادائیگی، اس کے بعد کھجور سے ادائیگی افضل ہے، ضروری نہیں، فرق کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ میں مال تجارت وغیرہ کو سونے کے ساتھ منسلک کرنے کی نص موجود نہیں ہے، دوسری طرف زکوۃ میں ''انفع للفقراء'' والی صورت اپنانے کا حکم ہے، اس لئے چاندی کے ساتھ منسلک کرنا ضروری ہے جبکہ نصف صاع گندم سے کفارہ کی ادائیگی منصوص ہے۔

☆اگر گندم اور جو کا آٹا یا ستو دے دیا تو بھی درست ہے اور ان کا نصاب اصل والا ہوگا یعنی گندم کا آٹا اور ستو سوا دو کلو یا اس کی قیمت دے دے اور اگر پونے دو کلو یا

اس کی قیمت دے دی تو بھی درست ہے اور جو کا آٹا یا ستو ساڑھے چار کلو یا اس کی قیمت دے دے اور اگر ساڑھے تین کلو یا اس کی قیمت دے دی تو بھی درست ہے ۔الشامیہ (۴۷۸/۳) باب الظہار

☆کھجور، کشمش، گندم اور جو کی اقسام مختلف ہوں، بعض اعلیٰ قسم کی اور بعض ادنی اور بعض درمیانی قسم کی ہوں تو درمیانی قسم دے دے اور اگر اعلیٰ قسم کی دے دی تو زیادہ بہتر ہے۔

☆قسم کا پورا کفارہ کشمش، کھجور اور جو کے حساب سے پینتالیس کلو یا اس کی قیمت ہوئی یا پینتیس کلو یا اس کی قیمت ہوئی اور گندم کے حساب سے ساڑھے بائیس کلو یا اس کی قیمت یا ساڑھے سترہ کلو یا اس کی قیمت ہوئی۔

☆مذکورہ کفارہ ایک وقت میں دس مسکینوں کو بھی دے سکتا ہے اور ایک مسکین کو دس دن بھی دے سکتا ہے، اگر ایک وقت میں پورا کفارہ ایک مسکین کو دے دیا یا کئی حصے اسے دے دیئے مثلاً پانچ مسکینوں کا حصہ اسی ایک کو دے دیا تو اس سے صحیح قول کے مطابق صرف ایک مسکین کا حصہ ادا ہوگا، باقی کی پھر ادائیگی ضروری ہوگی۔الشامیہ (۷۲۵/۲)

کسوہ اور اس کے مسائل:

کپڑا دینے کے بارے قرآن کریم میں کسوۃ کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی لباس کے آتے ہیں ،اس کی جمع کِسی اور کُسی آتی ہے، اگر کوئی کفارہ کپڑوں کی صورت میں ادا کرنا چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑا دیدے۔

☆کس درجے کا کپڑا ہو؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مسکین کی حالت کا اعتبار ہے، اس کی حیثیت کے مطابق اچھا یا گھٹیا کپڑا دیدے ، اگر اس کی حالت کے مطابق کپڑا دیا تو درست ہے ورنہ کفارہ ادا نہ ہوگا، صحیح یہ ہے کہ اوسط اور درمیانے درجے

کے لوگوں کی حیثیت والا کپڑا دیدے۔ الدر مع الشامیہ (۳/۲۶ے)

☆ کپڑے کی مقدار کیا ہو؟ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اتنی مقدار کپڑا پہنادے کہ جس میں نماز پڑھی جاسکے۔ صحیح قول یہ ہے کہ اتنا کپڑا دیدے کہ مسکین کے بدن کا اکثر حصہ اس میں چھپ جائے اور عرف عام میں کہا جاسکے کہ وہ کپڑے پہنے ہوئے ہے ۔ جیسے جبہ، قمیص، قباء اور دوہری چادر، لہٰذا اگر صرف شلوار یا ٹوپی یا عمامہ دیا تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا، ہاں البتہ اگر اس کی قیمت مطلوبہ کپڑے کے برابر ہو تو قیمت کے اعتبار سے کفارہ ادا ہوجائے گا۔ (حوالہ بالا)

☆ اگر مسکین عورت کو کپڑا دینا ہو تو ساتھ دوپٹہ دینا بھی ضروری ہے۔ (حوالہ بالا)

☆ بہتر صورت یہی ہے کہ ہر مسکین کو پورا جوڑا اور سوٹ دیا جائے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ نیا کپڑا دیدیا جائے تاہم پرانا کپڑا بھی دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ پرانا نہ ہو، عام طریقہ سے استعمال کیا جائے تو تین مہینے سے زیادہ چل سکتا ہو۔

(حوالہ بالا)

☆ اگر نیا کپڑا دیدیا لیکن اتنا باریک یا کمزور تھا کہ تین ماہ کے اندر اندر پھٹ گیا تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ (حوالہ بالا)

اعتاق رقبہ اور اس کے مسائل

کفارہ یمین میں غلام آزاد کیا جاسکتا ہے اور اس کی بھی کچھ شرائط ہیں لیکن اس زمانے میں غلاموں کا تصور ہی ختم ہوچکا ہے، بین الاقوامی قوانین میں اس پر پابندی بھی ہے، اس لئے اعتاق رقبہ کے مسائل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عملی طور پر کفارہ یمین، طعام اور کسوہ میں منحصر ہوچکا ہے۔

کفارہ کا مصرف

کفارہ کس کو دیا جا سکتا ہے؟ اور اس کا مصرف کیا ہے؟ تو اس کے مصرف بننے کی کئی شرائط ہیں جن کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) وہ فقیر و مسکین ہو، غنی اور مالدار کو کفارہ دینا جائز نہیں ہے، خواہ اباحت کی صورت میں ہو یا تملیک کی صورت میں۔

(۲) فقیر بھی بالغ یا قریب البلوغ ہو، اگر ایسے چھوٹے بچے کو کھلایا جو معتاد کھانا نہ کھا سکتا ہو تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا، ہاں تملیک کی صورت میں بچے کو دینا صحیح ہے اور بچے کا ولی بچے کے لئے قبض کرے گا۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ (۲۵۸۱/۴)

(۳) اپنے غلام کو دینا جائز نہیں ہے نہ تملیکا اور نہ اباحۃً۔

(۴) تمام ان رشتہ داروں کو دینا جائز نہیں ہے جن کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی جیسے والدین اولاد وغیرہ۔

(۵) وہ ہاشمی سید نہ ہو۔

(۶) وہ بیوی یا شوہر نہ ہو، چنانچہ بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو کفارہ نہیں دے سکتا۔

(۷) حربی کافر کو دینا جائز نہیں ہے، خواہ وہ ویزہ لے کر دارالاسلام آیا ہو۔ البتہ ذمی کافر کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے ہاں انہیں دینا جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں نذر مانی چیز تو دے سکتے ہیں لیکن کفارہ قسم دینا جائز نہیں ہے۔ بدائع الصنائع (۱۰۴/۵)

فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے (الدر ۷۲۸/۳)

روزہ اور اس کے مسائل

اگر کوئی اطعام، کسوہ اور غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو تین روزے رکھے گا جس کے احکام یہ ہیں۔

☆روزہ رکھنے کی شرط یہ ہے کہ وہ کھانا کھلانے یا کپڑا دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، یہاں استطاعت اور غناء سے اصطلاحی غنا اور نصاب قربانی یا نصاب زکوۃ مراد نہیں ہے بلکہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس "قدر کفاف" سے اتنا زیادہ مال ہو جو بیس وقت کے کھانے یا دس آدمیوں کے لباس کے لئے کفایت کرتا ہے۔الہندیہ (۶۸/۲)

☆"قدر کفاف" سے مراد رہائش کا گھر، پہننے کا کپڑا اور اتنا خرچہ مراد ہے جو اس شخص اور اس کے اہل وعیال کے لئے ایک دن اورایک رات کافی ہو۔الشامیہ (۷۲۷/۳)

☆اگر کسی کے پاس رہائشی گھر اور لباس کے علاوہ صرف اتنا خرچہ ہو جو اس کے اور اہل وعیال کے لئے ایک دن اورایک رات کے لئے ہی کافی ہو تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

☆اسی طرح اگر اس کے پاس ایک دن اور رات کے کھانے سے زیادہ مال موجود ہے لیکن اس سے بیس وقت کا کھانا یا دس مسکینوں کا کپڑا نہیں خریدا جاسکتا تو وہ بھی روزے رکھ سکتا ہے۔

☆استطاعت کے بارے میں مذکورہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ اس کے پاس بیس وقت کا کھانا یا دس مسکینوں کا کپڑا یا غلام خود موجود نہ ہو، اگر ان تین منصوص اشیاء میں سے کوئی ایک بعینہ اس کے پاس موجود ہو تو اسے کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ روزے رکھنا جائز نہیں ہے، اگر چہ اسے اس کی ضرورت ہو مثلاً اس کے پاس غلام موجود ہے، اگر چہ خدمت کے لئے ہے یا دس آدمیوں کے کپڑے موجود ہیں یا بیس وقت کا کھانا موجود ہے تو روزہ نہیں رکھ سکتا۔الہندیہ (۶۹/۲)

☆ایک آدمی کے پاس کچھ مال ہے لیکن اتنا ہی اس پر قرض ہے، اگر وہ اس مال سے پہلے قرض ادا کردے تو روزہ رکھ سکتا ہے اور اگر پہلے روزہ سے کفارہ ادا کردیا تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں(۱) ادا ہوگیا۔(۲) ادا نہیں ہوا۔الشامیہ (۷۲۷/۳) صحیح یہ ہے کہ ادا ہوجاتا ہے الہندیہ (۶۹/۲) عن المبسوط۔

☆اگر کسی کا مال تو ہے لیکن غائب ہے، فی الحال اس کے پاس کھانا کھلانے یا کپڑا پہنانے کی طاقت نہیں ہے تو روزہ رکھ سکتا ہے۔ البتہ اگر غائب مال غلام ہے تو چونکہ اسے آزاد کرنا ممکن ہے، اس لئے اسے آزاد کرنا ضروری ہے، روزہ نہیں رکھ سکتا۔ الشامیہ (۷۲۷/۳)

☆اگر اس کا کسی کے ذمہ قرض ہو تو اس بارے یہ تفصیل ہے کہ اگر ایسے فقیر و مسکین کے ذمہ ہے جو ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو روزہ رکھ سکتا ہے اور اگر غنی کے ذمہ ہے جو ادائیگی پر قادر ہے اور اس کے مطالبہ پر ادا بھی کر دے گا تو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ الہندیہ (۶۹/۳)

☆عورت پر کفارہ واجب ہوا ہے اور اس کی ملکیت میں مہر کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے تو اس میں بھی قرض والی مذکورہ تفصیل ہے، کیونکہ مہر بھی شرعاً دین شمار ہوتا ہے، اگر شوہر فقیر ہے، مہر کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو بیوی روزے رکھ سکتی ہے اور اگر شوہر غنی ہے اور بیوی کے مطالبہ پر ادائیگی کر دے گا تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ الہندیہ (۶۹/۲)

چند مسائل:

☆استطاعت ہونے یا نہ ہونے میں نذر ماننے کا وقت معتبر نہیں ہے، کفارہ ادا کرنے کا وقت معتبر ہے یعنی نذر ماننے کے بعد جب کفارہ یمین ادا کرے تو اس وقت اگر استطاعت ہے تو طعام، کسوہ یا اعتاق رقبہ ضروری ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو روزے رکھ سکتا ہے الہندیہ (۶۹/۲)

☆ایک شخص اگر نذر ماننے کے وقت بھی صاحب استطاعت تھا اور کفارہ ادا کرتے وقت بھی صاحب استطاعت ہے تو وہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔

☆اگر وہ نذر کے وقت بھی فقیر تھا ور کفارہ کی ادائیگی کے وقت بھی فقیر ہے تو

روزہ رکھ سکتا ہے۔

☆جو شخص نذر ماننے کے وقت صاحب استطاعت تھا لیکن کفارہ کی ادائیگی کے وقت فقیر ہے تو روزہ رکھ سکتا ہے۔

☆جو شخص نذر ماننے کے وقت فقیر تھا لیکن کفارہ کی ادائیگی کے وقت صاحب استطاعت ہے تو روزہ نہیں رکھ سکتا۔

☆اگر نذر مانتے اور قسم کھاتے وقت صاحب استطاعت تھا لیکن بعد میں اپنا مال کسی کو واقعی ہبہ کردیا اور حوالے کردیا پھر روزوں سے کفارہ ادا کرلیا پھر ہبہ میں رجوع کر کے مال واپس لے لیا تو روزوں سے کفارہ ادا ہوگیا۔الدر (۳/۷۲۷)

☆روزہ سے کفارہ ادا ہونے کے لئے تیسرا روزہ مکمل ہونے تک عدم استطاعت ضروری ہے۔

☆اگر کسی غیر مستطیع نے روزے شروع کئے اور تیسرا روزہ افطار کرنے سے تھوڑی دیر پہلے وہ صاحب استطاعت بن گیا تو اس پر اصناف ثلاثہ یعنی طعام، کسوہ اور اعتاق رقبہ میں سے کسی ایک صنف سے کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، روزہ اس کے لئے کافی نہیں ہے، دو روزے نفلی شمار ہوں گے اور تیسرے روزے کو مکمل کرنا افضل ہے تاہم اگر اس نے توڑ دیا تو اس پر قضاء نہیں ہے۔الدر (۳/۷۲۷)

☆غلام نے روزے رکھے، تیسرا روزہ مکمل نہ ہوا تھا کہ وہ آزاد ہوگیا اور اتنا مال ہاتھ آیا کہ مستطیع بھی بن گیا تو روزوں سے کفارہ ادا نہ ہوا، مال سے ادائیگی ضروری ہے۔الشامیہ (۳/۷۲۷)

☆اگر کسی کو اپنا مال یاد نہ رہے، بھول جائے اور روزہ سے کفارہ ادا کردے پھر مال یاد آئے تو اس کا کفارہ ادا ہوا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ ادا نہ ہوا، مال سے ادائیگی ضروری ہے۔الدر (۳/۷۲۷) کیونکہ اپنا مال بھولنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یہ نادر الوقوع ہے۔

☆کسی غیر مستطیع نے روزوں سے کفارہ ادا کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے کسی مورث کا انتقال ہوا تھا اور اسے وراثت میں اتنا مال ملا تھا کہ وہ کفارہ ادا کرتے وقت

مستطیع بن چکا تھا، تو کفارہ ادا نہ ہوا، مال سے ادائیگی ضروری ہے۔ الشامیہ (۴/۷۲۷)

☆مذکورہ شرائط کے ساتھ غیر مستطیع روزوں کی صورت میں کفارہ ادا کر سکتا ہے اور قرآن کریم کی تصریح کے مطابق تین روزے رکھنا ضروری ہے۔

☆ان تین روزوں کا مسلسل اور پے در پے رکھنا ضروری ہے، اگر کسی نے درمیان میں ایک روزہ چھوڑ دیا تو اس کا کفارہ ادا نہ ہوگا، نئے سرے سے تین روزے رکھے گا، خواہ کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا یا بلا عذر۔

☆قرآن کریم کی قراءت متواترہ میں مطلقاً تین روزے رکھنے کا حکم ہے، اس میں مسلسل یا عدم مسلسل کی قید نہیں ہے لیکن افقہ الصحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور اقرء الصحابہ حضرت ابی ابن کعبؓ کی قراءت میں پے در پے کی قید موجود ہے۔

روی الامام احمدفی مسنده عن عبدالله بن مسعود انه قرأ فصيام ثلاثة ايام متتابعات (المائده ٨٩/٥) وروى ابن ابى شيبة حديث ابن مسعود عن الشعبى قال قرأ عبدالله بن مسعود: فصيام ثلاثة ايام متتابعات. ورواه عبدالرزاق عن عطاء يقول: بلغنا فى قرائة عبدالله بن مسعود، فصيام ثلاثة ايام متتابعات. وكذلك نقرأها. واخرج الحاكم حديث ابى عن ابى العالية عن ابى بن كعب انه كان يقرأ .فصيام ثلاثة ايام متتابعات . المائده ٨٩/٥).الفقه الاسلامى (۲۵۸۵/۴)

☆اگر اس قراءت کو قرآن مان لیا جائے تو یہ بلاشبہ حجت ہے اور اگر قرآن نہ مانا جائے تو یہ روایت خبر مشہور ہے، صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے لے کر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ تک اس کی شہرت تھی اور قاعدہ یہ ہے کہ خبر مشہور سے قرآن کریم پر زیادتی کرنا جائز ہے بلکہ اگر اسے خبر واحد تسلیم کر لیا جائے تو بھی خبر واحد سے فی الجملہ قرآن پر زیادتی درست ہے، اس لئے تین روزوں کا پے در پے ہونا ضروری ہے۔

الدر (۳۸۰/۲) کتاب الصوم

☆اصول یہ ہے کہ جو روزے معین ہوتے ہیں جیسے رمضان کا روزہ اور نذر معین کا

روزہ، ان کی نیت رات سے کرنا ضروری نہیں ہے، اور جو روزے معین نہیں ہوتے مثلاً قضاء رمضان یا مطلق نفل روزے، ان کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے، رات سے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غروب شمس کے بعد سے لے کر طلوع صبح صادق تک نیت ضروری ہے۔

☆مذکورہ اصول کے مطابق کفارے کے روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کی ادائیگی کے دن معین نہیں ہیں، اگر صبح صادق ہوگئی اور نیت نہیں کی تھی تو روزہ نہ ہوگا۔البدائع (۱۱۱/۵)

☆اگر کسی خاتون نے کفارہ کے روزے رکھنا شروع کئے اور درمیان میں حیض آ گیا تو تسلسل ٹوٹ جائے گا، نئے سرے سے دوبارہ رکھے گی کیونکہ عورت کے لئے یہ ممکن ہے کہ تین روزے اس طرح مسلسل رکھے کہ درمیان میں حیض نہ آئے، اس لئے اسے معذور نہ سمجھا جائے گا۔ البتہ جن کفاروں میں ساٹھ دن مسلسل روزے رکھنے ہوتے ہیں، وہاں دوران روزہ حیض آئے تو تسلسل نہیں ٹوٹتا، وہاں معافی ہے کیونکہ عادۃً یہ نہیں ہوسکتا کہ پے در پے ساٹھ روزے رکھے جائیں اور حیض نہ آئے۔ البدائع (۱۱۱/۵)

☆اسی طرح اگر کفارہ قسم کے روزوں کے درمیان نفاس آجائے تو اسی سے بھی تسلسل ٹوٹ جائے گا کیونکہ نفاس سے بچتے ہوئے تین مسلسل روزے رکھنا ممکن ہے۔

میت کی نذر پوری کرنے کا حکم

اگر کسی شخص نے نذر مانی پھر پوری کرنے سے پہلے انتقال کر گیا تو ورثاء پر اس کی طرف سے نذر پوری کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ یہاں دو مسائل ہیں۔

(۱) میت کی نذر پوری کرنا ضروری ہے یا مستحب؟

اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ وارث پر اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے، مستحب اور افضل ہے ہاں البتہ اگر نذر کا تعلق مال سے ہو اور میت نے ترکہ چھوڑا ہو تو

وارث کے لئے میت کے ترکہ سے اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے مثلاً ایک شخص نے نذر مانی کہ میں ایک ہزار روپے صدقہ کروں گا پھر اس کا انتقال ہوگیا اور ترکہ میں مال چھوڑا ہے تو اس کے وارث پر لازم ہے کہ ترکہ سے ایک ہزار صدقہ کرے۔

صحاح ستہ اور موطا امام مالک وغیرہ کتب حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

استفتی سعد بن عبادة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی نذر کان علی امه، توفیت قبل ان تقضیه، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاقضه عنها.

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ کے ذمہ ایک ایسی نذر کے بارے فتویٰ طلب کیا، جسے پورا کرنے سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نذر اس کی طرف سے پوری کرلو۔

☆ یہ نذر کس چیز کی تھی؟ اس بارے مختلف اقوال ہیں، راجح یہ ہے کہ سعد بن عبادہ کی والدہ نے غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔

☆ ابن الاثیر جزری رحمہ اللہ نے جامع الاصول (۱۱/۵۵۴) میں سنن نسائی کے حوالے سے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔

ان سعدا اتی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال ان امی ماتت وعلیها نذر ایجزئ عنها ان اعتق عنها؟ قال اعتق عن امک.

یعنی حضرت سعد نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو فرمایا کہ میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اور اس کے ذمہ نذر ہے، میں ان کی طرف سے غلام آزاد کردوں تو وہ اس کی طرف سے کافی ہوجائے گا؟ آپ نے فرمایا اپنی والدہ کی طرف سے آزاد کردو۔

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اتی رجل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم. فقال له ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت، فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لو کان علیها دین. اکنت قاضیه؟

قال: نعم. قال فاقض الله فهو احق بالقضاء.

ایک شخص نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اس کا انتقال ہوگیا تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: پھر اللہ کا حق بھی ادا کرنا کیونکہ وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

☆اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے نذر کو دین اور قرض سے تشبیہ دی ہے اور شریعت کا اصول یہ ہے کہ وارث پر میت کا قرضہ ادا کرنا اس وقت واجب ہے جب اس نے قرضہ کے برابر ترکہ

چھوڑا ہو، اگر ترکہ نہ چھوڑا ہو تو اس کی طرف سے قرض ادا کرنا ضروری نہیں ہے، یہی حکم نذر کا ہوگا۔

(۲) میت کی طرف سے کس قسم کی نذر ادا ہوسکتی ہے؟

اس میں یہ تفصیل ہے کہ نذر کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) مالی محض۔ (۲) بدنی محض۔ (۳) بدنی ومالی۔

مالی محض کا حکم:

☆مالی محض یعنی وہ نذر جس کا تعلق صرف مال سے ہو جیسے صدقہ مثلاً ایک شخص نے نذر مانی کہ میں ایک ہزار روپیہ صدقہ کروں گا اور صدقہ کرنے سے قبل وفات پا گیا تو وارث بالاتفاق اس کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہے کیونکہ عبادات مالیہ میں نیابت جاری ہوسکتی ہے مطلقاً۔ پھر یہ تفصیل ہے کہ اگر میت نے نذر پوری کرنے کی وصیت نہ کی ہو تو وارث پر اس کا پورا کرنا مستحب ہے اور اگر پوری کرنے کی وصیت کی ہو تو دیکھا جائے گا، اس نے ترکہ چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر ترکہ ہی نہیں چھورا تو وارث پر اس کا پورا کرنا مستحب

ہے اور اگر ترکہ چھوڑا ہے تو نذر کے بقدر ہے یا نہیں۔ اگر ترکہ نذر کے بقدر یا اس سے زائد ہے تو نذر پوری کرنا ضروری ہے اور اگر کم ہے تو جتنی مقدار میں نذر ادا ہوسکتی ہے ،اتنی ادا کرنا واجب ہے اور زیادہ کرنا مستحب ہے۔

بدنی محض کا حکم :

بدنی محض یعنی وہ نذر جس کا تعلق صرف بدن سے ہو جیسے نماز، روزہ، اعتکاف وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ وارث میت کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے کیونکہ عبادت بدنیہ محضہ میں نیابت جاری نہیں ہوسکتی مطلقاً ہاں البتہ وارث نماز اور روزے وغیرہ کا فدیہ دے سکتا ہے، پھر فدیہ دینا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اس میں وہی تفصیل ہے جو مالی محض کے حکم میں گزر چکی ہے۔

فی اعلاء السنن (۱۵۹/۹) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما قال: لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد. رواہ النسائی فی الکبری باسناد صحیح (التلخیص الحبیر ۱۹۷/۱)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

وفیه ایضا (۱۶۰/۹) عن نافع عن ابن عمر رفعه فی رجل مات وعلیه صیام "یطعم عنه من کل یوم مسکین" رواہ الترمذی. وقال: الصحیح عن ابن عمر موقوف وقال الدار قطنی: المحفوظ الموقوف. (درایة ص ۱۷۷)

حضرت ابن عمرؓ سے ایسے شخص کے بارے مرفوع روایت ہے جس کا انتقال ہوا اور اس کے ذمہ روزے ہوں، اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

مالی وبدنی کا حکم

مالی وبدنی یعنی وہ نذر جس کا تعلق مال اور بدن دونوں سے ہو جیسے حج، اس کا حکم یہ ہے کہ وارث میت کی طرف سے حج کر سکتا ہے کیونکہ شریعت کی رو سے بدن اور مال سے مرکب عبادت میں بوقت عجز نیابت صحیح ہے، یہاں بھی میت خود حج کرنے سے عاجز آچکی ہے، اس لئے اس کی نیابت درست ہے پھر میت کی طرف سے حج کرنا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اس میں وہی تفصیل ہے جو مالی محض کے حکم میں گزر چکی ہے۔ تکملہ فتح الملہم (۱۵۰/۲)

بیماری سے شفاء کیلئے بکرا ذبح کرنا:

احسن الفتاوی (۱/۳۶۷) باب ردالبدعات میں ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سخت بیمار ہے، اگر اس کی طرف سے بکرا ذبح کر کے گوشت فقیروں میں تقسیم کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ کہ اللہ تعالی صدقہ کی وجہ سے اس بیمار پر رحم کرے یا آسانی سے جلد روح نکل جائے، اس کا شرعا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو عمر کی اور رنگ کی بھی کوئی تشخیص ہے یا جیسا ہو ویسا ہی جائز ہو گا؟

الجواب باسم ملہم الصواب

آفات اور بیماری سے حفاظت کیلئے صدقہ وخیرات کی ترغیب آتی ہے مگر عوام کا اعتقاد اس بارے میں یہ ہو گیا ہے کہ کسی جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری ہے، جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے، اگر کوئی یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو تو بھی اس میں چونکہ اس عقیدے اور بدعت کی تائید ہے لہذا ناجائز ہے اور کسی قسم کا صدقہ وخیرات کر دے، شریعت میں قربانی اور عقیقہ کے سوا اور کہیں بھی جانور

کا ذبح کرنا ثابت نہیں، یہ غلط عقیدہ اچھے اچھے دیندار لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے، اسلئے علماء پر لازم ہے کہ اس کی اصلاح پر خاص توجہ دیں اور مدارس دینیہ میں اس قسم کے جو بکرے دئے جاتے ہیں ان کو ہرگز قبول نہ کریں، علماء کی چشم پوشی اور ایسے بکریوں کو قبول کر لینے سے اس گمراہی کی تائید کرتی ہے۔

مرض سے نجات کی غرض سے جانور ذبح کر کے صدقہ کرنا:

کفایت المفتی جدید (۲۵۱/۸) کتاب الاضحیہ والذبیحہ میں ہے۔

سوال: (۱) مریض کی صحت کی نیت سے کوئی جانور ذبح کر کے صدقہ کیا جائے تاکہ رب العزت مریض کو شفا عطا فرمائے تو یہ جانور ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زندہ جانور صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے، شفاء مریض کی غرض سے ذبح کرنا اگر محض لوجہ اللہ ہو تو مباح ہے لیکن اصل مقصد بالا واسطہ صدقہ ہونا چاہئے نہ کہ فدیہ جان بجان۔

جانور اس نیت سے ذبح کرنا کہ جان کا بدلہ جان ہو جائے کیسا ہے؟

سوال: نمبر (۲) جانور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ جان کا بدلہ جان ہو جائے، جانور کی جان چلی جائے اور انسان کی جان بچ جائے یعنی خداوند تعالی جانور کی جان قبول فرما کر بندہ کی جان نہ لیں درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ خیال تو بے اصل ہے، اباحت صرف اس خیال سے ہے کہ اللہ کے واسطے جان کی قربانی دی جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ جیسے صدقہ مالیہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرتا ہے، اسی طرح یہ قربانی جالب رحمت ہو جائے اور اللہ تعالی اپنی رحمت سے مریض کو شفاء عطا فرمائے۔

فی مشکوۃ المصابیح(۱/۱۶۸)عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الصدقۃ لتطفئی غضب الرب و تدفع میتۃ السوء رواہ الترمذی.

بیمار کی صحت کیلئے جانور صدقہ کیا جائے تو اسکی کیا شرط ہے؟

فتاوی محمودیہ(۳۳۲/۴)میں ہے۔

سوال:جو جانور بیمار وغیرہ کی طرف سے صدقہ کیا جاتا ہے اس میں کیا کیا شرطیں ہیں؟ کیا قربانی کے جانور کی تمام شرطیں عمر وغیرہ بھی ہیں؟

الجواب حامداومصلیا:اگر اس میں کوئی نذر نہیں کی تھی تو جو جانور جیسا چاہے صدقہ کردے،اگر نذر مان لی تھی تو وہ واجب ہوگئی،اس میں وہی شرائط معتبر ہونگی جو قربانی کے جانور میں معتبر ہوتی ہیں،اگر نذر میں کسی خاص جانور کی تخصیص کردی مثلاً یہ کہ ایک گائے کی مستقل نذر کی تو پوری گائے لازم ہے،ساتویں حصہ کافی نہ ہوگا۔

شفاء جانور کی خاطر جانور کے ذبح کرنے کی نذر:

امدادالفتاوی(۵۵۸/۲)کتاب النذر میں ہے۔

سوال:ایک شخص کے پاس ایک بکری تھی وہ بیمار ہوگئی،اس نے زبان سے کہا کہ اگر یہ بکری اچھی ہوجائیگی تو قربانی کرون گا،یہ نذر ہے؟ اور اگر نذر ہو اور اس کو بیچ ڈالے تو اب اس کی قیمت کو کیا کرے؟

الجواب:حکم قیاس کا یہ ہے کہ بدون لفظ علی یا ما یفید معنا ہ نذر نہ ہوگی،یہ بلکہ وعدہ ہے،اور استحسان کا حکم یہ ہے کہ تب بھی نذر ہوجائیگی۔ردالمحتار(۱۰۸/۳)پس

صورت مسئولہ میں بحکم استحسان نذر ہو جائیگی وھو احوط ایک بحث تو یہ تھی، دوسری بحث یہ ہے کہ قربانی سے مراد اگر مطلق ذبح ہے تب تو کسی زمان کی قید نہ ہوگی اور اگر تضحیہ مراد ہے تو ایام نحر کی قید ہوگی اور نیز ذبح مراد لینے میں یہ بھی اختیار ہے خواہ ذبح کر کے تصدق کر دے یا بکری کی قیمت کا تصدق کردے اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح و تصدق کرے، خواہ وہ قیمت تصدق کرے اور اگر تضحیہ مراد لیا ہے اور پھر بیچ ڈالا تو اگر کسی خاص سال کی قید لگائی تھی تو ایام نحر میں اس کی قیمت کی بکری خرید کر قربانی کر دے۔

وكل هذا ظاهر من القواعد

بیماری سے شفاء پانے پر حج کی نذر مانی تو حج لازم ہے:

خیر الفتاوی (۱۶۲/۴) کتاب الحج میں ہے۔

سوال: زید بیمار ہو گیا، اس کا کمر کے نیچے سے وجود شل ہو گیا، اس میں کوئی حس وحرکت نہ تھی، چھ سال تقریباً اسی بیماری میں مبتلا رہا، اس بیماری کے دوران زید مذکور نے نذر مانی تھی یا اللہ مجھے شفاء کاملہ عطاء کر میں پیدل حج کروں گا، اس وقت سے وہ شفاء یاب ہے، کیا شرعاً پیدل حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اس کے گھر سے تو اجازت ملتی ہے مگر اس کے بچے معصوم ہیں

ان کا خرچ بھی زید دیتا ہے اور اپنا خرچ بھی ہے لہذا بچوں کا نابالغ ہونا اس کی نذر میں مزاحمت تو نہیں کرتا؟

الجواب: صورت مسئولہ میں استحساناً نذر مذکورہ کا پورا کرنا ضروری ہے صرف تعلیق مقدر ہے، اگر یہ ظاہر ہوتا تو حج واجب تھا۔

کما فی الشامیة (۳/۷۰) ولو قال ان فعلت کذا فانا احج ففعل یجب علیه الحج.

پس بہ صورت تقدیر علی نذر لازم ہوگی البتہ پیدل نہ جاسکتا ہو تو سواری پر چلا جائے اور بکری منی میں ذبح کر دے۔

کوئی چیز بتوں پر چڑہانے کیلئے بیچنا مکروہ مگر اس کی قیمت حلال ہے:

عزیز الفتاوی (ص۷۶۲) کتاب الحظر والاباحة میں ہے

سوال: میرے پاس بکریوں کا روزگار ہے عموماً اس جگہ مشرک آباد ہیں جو کہ بکریوں کے بچے مار کر اس کا خون بتوں پر ڈالتے ہیں اور اکثر میں بھی بکرا بکری ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہوں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بیچنا ان کے ہاتھ حلال ہے یعنی قیمت ان بچوں اور بکرا بکری کی بائع کو حلال ہے لیکن یہ فعل مکروہ ہے۔

ہنود کے چھوڑے نر سے کسی گائے وغیرہ پر جفتی کرانا اور دودھ سے فائدہ اٹھانا

عزیز الفتاوی (ص ۷۶۴) میں ہے۔

سوال: اہل ہنود نر کو بازار میں چھوڑ دیتے ہیں، وہ لوگوں کا نقصان کرتا پھرتا ہے، ایسے نر سے مادہ گاؤ کو ملانا اور اس گائے کے دودھ سے فائدہ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ایسے نر سے مادہ گاؤ اگر حاملہ ہو اور بچہ جنے تو اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھانا دوست ہے۔

شب براءت اور گیارھویں کی نیاز کا حکم:

کفایت المفتی (۲۲۳/۱) جدید کتاب العقائد میں ہے۔

سوال: شب براءت کی نیاز اور گیار رویں نیازوں وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: شب براءت یعنی شعبان کی پندرھویں رات ایک بابرکت رات ہے، اس میں عبادت کرنا اولی اور افضل ہے مگر مروجہ نیاز اور اس کی مروجہ رسوم بے اصل اور بے ثبوت ہیں۔

فی الدر المختار (۲۴/۲) باب الوتر والنوافل ومن المندوبات احیاء لیلة العیدین والنصف من شعبان الخ

شب براءت کے موقعہ پر نیاز فاتحہ کا حکم :

کفایت المفتی جدید (۲۲۶/۱) کتاب العقائد میں ہے۔

سوال: شب براءت کے موقعہ پر نیاز فاتحہ جیسا کہ عموماً رائج ہے کیا ہے؟ فاتحہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ یا کیوں کر ہونا چاہئے؟

الجواب: شب براءت کے موقعہ پر نیاز فاتحہ جو عموماً رائج ہے کہ حلوہ پکا کر اس پر نیاز فاتحہ ضروری سمجھتے ہیں، یہ بے اصل ہے، شریعت مقدسہ میں اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

قبروں پر پھولوں کے ہار رکھنے اور چادر چڑھانے کی نذر باطل ہے:

بعض لوگ بالخصوص خواتین قبروں اور مزاروں پر پھولوں کے ہار رکھنے اور ان پر چادر چڑھانے کی نذر مان لیتی ہیں، ایسی نذر شرعاً ناجائز اور باطل ہے، اس سے احتراز ضروری ہے۔

کفایت المفتی جدید (۲۳۸/۱) کتاب العقائد میں ہے۔

سوال: (۱) قبروں پر جو پھولوں کے ہار رکھ دیتے ہیں یہ کیسا ہے؟

(۲) زید نے ایک کپڑے کی چادر اور کچھ شرینی ایک بزرگ ولی اللہ کی قبر پر لے جا کر شرینی بلا فاتحہ خوانی لوگوں کو تقسیم کر دی اور چادر اس قبر کو اوڑھا دی، زید کی نیت اور غرض اس عمل کے کرنے سے عبادت خدا ہے؟

جواب (۱) یہ ناجائز ہے کیونکہ اکثری طور پر اس سے مراد تقرب الی صاحب القبر ہوتا ہے۔

فی عمدة القاری (۱/۸۷۹) وکذلک ما یفعله اکثر الناس من و ضعهافیه رطوبة من الر یا حین والبقول ونحو ها علی القبور لیس بشئی وانما السنة الغرز.

وفی معارف السنن للبنوریؒ (۱/۲۶۵) باب التشدید فی البول: اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی عیاض علی المنع وقولهم اولی بالاتباع حیث اصبح مثلاً تلک المسامحات والتعللات مثاراً للبد ع المنکر ة والفتن السائرة فتری العامة یلقون الزهور علی القبور وبالاخص علی قبور الصالحین والاولیاء فالمصلحة العامة فی الشریعة تقتضی منع ذلک استئصالا لشافة البدع وحسما لمادة المنکرات المحدثة وبالجملة هذه بدعة مشرقیة منکرة الخ.

(۲) قبروں پر چادر اڑھانا خدا کی عبادت کس طرح ہوگی؟ یہ تو قبر یا صاحب قبر کی تعظیم یا عبادت ہوگی، خدا کی عبادت میں وہ افعال داخل ہو سکتے ہیں جن کا خدا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا یا اجازت دی، شرینی یا کھانا یا غلہ محتاجوں کو تقسیم کرنا بیشک خدا کی عبادت میں داخل ہوسکتا ہے کیونکہ محتاجوں کی امداد اور حاجت

روائی کا خدا نے حکم دیا ہے مگر ان چیزوں کو قبروں پر لیجانا غلط ہے اور عبادت کی حیثیت کو مکدر اور خراب کر دیتا ہے۔

فی الشامیة (۲۳۸/۲) فی الاحکام عن الحجة : تکره الستورعلی القبوراه

وفیهاایضاًوفی البزازیة:یکره اتخاذالطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الا سبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم الخ

عاشورہ کے دن حلوہ، کھچڑی وغیرہ پکانا، فاتحہ دینا اور دیگر رسوم کرنے کا شرعی حکم:

کفایت المفتی جدید (۲۵۱/۱) کتاب العقائد میں ہے۔

سوال (۱) جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل عرب میں دسویں تاریخ کو کیا رسوم ادا ہوتی تھیں؟

(۲) حلوے کرنا کھچڑی پکانا اور فاتحہ دلا کر خود مع اہل برادر کے کھانا، محتاج اگر آگیا تو ایک آدھ خوراک دیدی ورنہ خیر، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سبز کپڑے پہننا، بتاشے، ریوڑیوں پر فاتحہ دلانا، تعزیوں پر 9 تاریخ کو مہندیاں چڑہانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اکھاڑے میں لنگوٹ باندھ کر قلا بازیاں کھانا، شعبدہ بازی کرنا، گلی کوچوں میں انیس اور دبیر کے مرثیے اور نوحے پڑھنا یا علی یا حسین کہ کر آواز بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) کیا انیس و دبیر کے مرثیوں کا مضمون صحیح ہے یا مبالغہ ہے؟

(۶) کیا دس محرم کا روزہ رکھنا مسنون ہے؟

(۷) کوئی غریب آدمی محبت کا اظہار کیسے کرے؟ امراء تو خود کھاتے ہیں اور لٹاتے ہیں اور یہ محبت کا اظہار کرتے ہیں؟

(۸) بعض اہل علم حضرات کہتے ہیں کہ تعزیئے بناؤ، مہندی چڑھاؤ، عام رسوم ادا کرو، اسی سے شوکت اسلام ہے مگر ثابت نہیں کرتے کہ یہ باعث ثواب ہے، بعض اس کے خلاف ہیں جو وہابی کہلاتے ہیں۔

جواب: (۱) یوم عاشورء اسلام سے پہلے بھی محرم اور معظم دن تھا، یہودی اس کی تعظیم کرتے اور اس دن روزہ رکھتے تھے اور خانہ کعبہ کو اس دن غلاف پہنایا جاتا تھا، حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کے متعلق فرمایا ہے کہ اس روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی روز جنت سے دنیا میں بھیجے گئے اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی، غرض کہ یہ دن پہلے سے ایک فضیلت اور احترام کا دن ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز روزہ رکھا اور مسلمانوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دی، صحیح المسلم (۵۰۹/۱)

(۲) عاشورہ کے دن اچھا کھانا پکانا اور اپنے بال بچوں اور غیروں اور پڑوسیوں کو کھلانا مسنون و مستحب ہے، باقی حلوہ، کھچڑی، فیرنی پکانے کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور ایصال ثواب بروح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقصود ہو تو اس کیلئے بھی اس دن کی تخصیص نہیں ہے، جب چاہیں صدقہ کر کے امام کی روح مبارک کو ثواب پہنچا سکتے ہیں

(۳) سبز کپڑے پہننا، بتاشوں، ریوڑیوں پر فاتحہ دلانا، تعزیوں پر مہندی چڑھانا، تعزیے بنانا، علم، شدے اٹھانا، باجے بجانا، تعزیوں سے مراد مانگنا اور ان کی تعظیم کرنا اور اس قسم کے کام سب خلاف شرع اور بے اصل ہیں اور بعض کام ان میں سے سخت گناہ کے ہیں جن سے کفر کا بھی خوف ہوتا ہے جیسے تعزیوں سے مرادیں مانگنا اور ان کو حاجت روا سمجھنا وغیرہ۔

(۴) اکھاڑے قائم کرنا اور ان میں جو جو افعال قبیحہ کئے جاتے ہیں وہ کرنا ناجائز اور سخت برا ہے، ہاں ورزش اور لکڑی کے کرتب سیکھنا اور ان کی مشق کرنا یہ فی حد ذاتہ اچھا کام ہے مگر اس کیلئے عاشوراء کو خاص کر لینا نہیں چاہئے، اس فن کی تحصیل وتکمیل کیلئے سال بھر کوشش کرنا اور مشغولی کی صورت پیدا کرنا چاہئے۔

(۵) انیس ودبیر اور دیگر شعراء کے مرثئے بہت مبالغہ آمیز ہیں، ان کا پڑھنا اور مجلسیں قائم کرنا اور سینہ کوبی کرنا سب ناجائز اور مذموم اور تعلیم اسلام کے خلاف ہیں۔

(۶) دس تاریخ کا روز مسنون ہے مگر اس کے ساتھ 9 تاریخ کا روزہ بھی ملا کر دو روزے رکھنے چاہئیں، اگر 9 کا روزہ رکھ سکے تو 10 اور 11 کے روزے رکھ لے۔

(۷) غریب آدمی اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اظہار محبت کثرت دعا اور عبادت بدینہ کا ثواب پہنچانے کی صورت میں کر سکتا ہے، نوافل پڑھ کر، روزہ رکھ کر، تلاوت قرآن مجید کر کے ثواب پہنچا سکتا ہے۔

(۸) یہ خیال کہ تعزیوں سے شوکت اسلام ظاہر ہوتی ہے غلط ہے، کسی غیر مشروع فعل سے اسلام کی شوکت نہیں ہو سکتی، جو اعمال اسلامی کے خلاف ہوں وہ مفید

شوکت نہیں ہو سکتے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر چادر چڑھانے کی نذر کا حکم:

کفایت المفتی جدید (۲۴۶/۲) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ میں بغداد میں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ایک غلاف چڑھاؤں گا تو اس پر اس نذر کا ادا کرنا واجب ہے یا نہیں اور اگر یہ شخص اس غلاف پر جتنا روپیہ لگتا ہے اتنا روپیہ حضرت پیران پیر کی روح مبارک کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کسی مصرف خیر میں صرف کرے تو درست ہے یا نہیں اور اگر وہ اس طرح کرے تو اس کی نذر ادائے ہو گی یا نہیں؟

جواب: اگر اس نذر سے نذر کرنے والے کا صاحب قبر کی نذر کرنا اور اس کی طرف تقرب مقصود تھا اور ظاہر یہی ہے تو یہ نذر ہی معصیت اور حرام ہے، ایسی صورت میں نذر منعقد و صحیح نہیں ہوتی۔

عمدة الرعاية باب موجب الا فساد و كذافى الدر المختار (۴۳۹/۲) كتاب الصوم،فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم والاشباه والنظائر (۷۱/۲) الفن الثانى كتاب الصوم والبحر الرائق (۳۱۶/۲)

ہاں اگر نذر کرنے والے کا مقصود صاحب قبر کی نذر کرنا نہ تھا اور ان کی جانب تقرب منظور نہ تھا بلکہ غلاف کو صدقہ کرنا اور مجاوروں کو اس کی قیمت یا اس کے کپڑے سے نفع پہنچانا مقصود تھا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ جن پر تصدق مقصود ہے وہ

غنی ہوں اس صورت میں بھی نذر صحیح نہیں ہوتی تصدق علی الاغنیاء قربت مقصود نہیں ہے نیز اس کی جنس سے کوئی دوسرا واجب شرعی بھی نہیں ہے۔

فی ردالمحتار (۷۳۸/۳) کتاب الایمان مطلب فی احکام النذر،للنذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینوا ابناء السبیل.

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ محتاج ہوں تو اس صورت میں نذر تو صحیح ہو جائیگی لیکن صرف اس طور سے کہ بقدر قیمت غلاف صدقہ کر دیا جائے گا اور اس صورت میں فقیر کی تعیین ضروری نہیں اور غلاف چڑھانا جائز نہیں ہے کیونکہ فعل منذر اگر معصیت نہ ہو لیکن کوئی خارجی معصیت اسے عارض ہوتی ہو تو اس معصیت کا ترک لازم ہو جاتا ہے۔

فی الھندیة (۲۵/۲) ومما یتصل بذلک مسائل النذرولو نذر ذبح ولده یلزمه الشاة استحسانا،قلت:وجه لزوم الشاة ان النذر بالذبح قد صح والذبح قربة مقصودة ومن جنسه واجب شرعی وهوالاضحیة ،امااضافة الذبح الی الولد فملغاة لکونها معصیة وانما لم تؤثر فی ابطال النذر لکونها عارضة عن مفهوم المنذور وهوالذبح ولما بطلت الاضافة الی الولدحکمنا بوجوب الشاة التی هی ادنی الذبائح (کفایت الله)

بڑے پیر صاحب کے نشانات گھر گھر بھرنا اور ان کی نذر ماننا بدعت ہے:

کفایت المفتی (۱۰۴/۹) کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔

سوال : (۱) حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز صاحب کے

نشانات آئندہ ماہ کی گیارہویں تاریخ کو اکثر نکالے جاتے ہیں تو یہ نشانات گھر گھر لے کر جانا اور رفاعی کھیلنا، نیاز بڑے پیر صاحب کی کرنی، یہ سب کیسا ہے؟

جواب: بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نشانات کیا ہیں اور ان کی اصل کیا ہے؟ اس کا بھی ثبوت درکار ہے، تاہم ان لوگوں کو گھر گھر پھرنا اور میلہ بنانا اور بڑے پیر صاحب کے نام کی نذر ماننا یہ سب جائز نہیں ردالمحتار مع الدر (۴۳۹/۲)

چہل ابدال کی فاتحہ کی رسم بدعت ہے اور نذر کی ایک صورت:

سوال: (۲) ایک بات تو بالکل نئی ہے، یہاں پر چہل ابدال کی فاتحہ ہوتی ہے اس میں بہت سا کھانا پکایا جاتا ہے، کم سے کم سات یا دس شخصوں کو حال یعنی وجد آتا ہے اور وہ لوگ کود پھاند کر سوا سیر کوئلہ بجھا دیتے ہیں، بعد میں وہی لوگ نیاز بھی قبول کرتے ہیں، اگر نیاز قبول نہ کریں تو دوسری مرتبہ نیاز لی جاتی ہے اور ان سے مراد مانگی جاتی ہے تو یہ کیسا ہے؟

جواب: یہ چہل ابدال کا فاتحہ اور کھانا پکانا اور کھانا کھلانا اور حال کھیلنا اور اسی قسم کے تماشے کرنا یہ سب ناجائز اور بدعات قبیحہ ہیں، مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا اور توبہ کرنا لازم ہے۔

فی مشکوۃ المصابیح (۱/ ۲۷) باب الا عتصام بالکتاب والسنة عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنهاقالت: قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرناهذا ماليس منه فهورد متفق عليه.

میت کا تابوت اٹھا کر گھمانا اور اس کیلئے نذر ماننا بدعت ہے:

کفایت المفتی جدید (۱۰۴/۹) ہی میں ہے۔

سوال (!) شدے تابوت بٹھا کر اس کے سامنے جو اشیاء رکھ کر فاتحہ دلائی جاتی ہے، ان کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ (!!) شیرینی وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو ایسا کرنے والا مشرک ہوگا یا گناہگار اور وہ چیز کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: (۱) شدے بٹھانا، تابوت قائم کرنا اور ان کے سامنے نذر نیاز فاتحہ دلانا یہ سب ناجائز ہے اور اس شرینی وغیرہ کا کھانا بھی ناجائز ہے (۲) شیرینی یا کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا دلانا بھی ناجائز ہے، اگرچہ اس کھانے کا کھانا حرام نہیں مگر یہ بدعت ہے

جو پانی بتوں کے نام چڑھایا جائے اس کا پینا:

امدادالفتاوی (۹۷/۴) میں ہے۔

سوال: موسم گرما میں اکثر اہل ہنود جگہ جگہ پانی پلایا کرتے ہیں، اس کے متعلق ایسا سنا ہے کہ وہ پانی دیوتاؤں کے نام پر پلاتے ہیں تو اس پانی کا پینا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

جواب: اگر محقق ہو جائے کہ دیوتاؤں کے نام کا ہے تو ما اھل بہ بغیر اللہ کے حکم میں ہے لہذا ناجائز ہے۔

مسجد میں چراغ جلانے اور کھانا رکھنے کی نذر لازم نہیں:

کفایت المفتی جدید (۲/ ۲۵۴) میں ہے۔

سوال: اکثر لوگ یہ منت مانتے ہیں کہ اگر کوئی مراد پوری ہو جائے تو ہم مسجد میں چراغ جلائیں گے اور کچھ پکا کر مسجد کے اندر جا بجا رکھ دیں گے اور ایسا کر کے چلے جاتے ہیں، صبح کو جو نمازی آتے ہیں وہ اٹھا کر کھا لیتے ہیں، آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نا جائز ہے؟

جواب: یہ نذر کہ ہمارا فلاں کام ہو گیا تو مسجد میں چراغ جلائیں گے یا مسجد میں کھانا رکھ کر آئیں گے منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہے، اگر کوئی شخص اس کو پورا کرنا چاہے اور مسجد کی معمولی روشنی کیلئے تیل یا روپیہ دیدے، اسی طرح مسجد میں کھانا دے آوے تو جائز ہے۔

بغیر قراءت اور بغیر وضو کے نماز پڑھنے کی نذر:

اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میں بغیر قراءت کے نماز پڑھوں گا تو اس کی نذر صحیح ہے اور اس پر لازم ہے کہ قراءت کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر یہ نذر مانی کہ میں بغیر وضو کے نماز پڑھوں گا تو اس کی نذر ہی صحیح نہیں ہے، دونوں مسائل میں وجہ فرق یہ ہے کہ قراءت کے بغیر نماز فی الجملہ مشروع ہے اور وضو کے بغیر نماز کسی صورت میں عبادت و مشروع نہیں ہے۔ وهو الصحيح ماخذه: فتاوى النوازل (ص ۱۰۱)

وفي عيون المسائل (ص ۴۰) ولو ان رجلا قال لله على ان اصلى ركعتين بغير وضوء او بغير قراءة، قال: لا يلزمه شئى فى قول زفر وقال ابو يوسف

يلزمه الصلوة الصحيحة وقال محمدؒ في قوله بغير وضوء: لا يلزمه شئى وفي قوله بغير قراءة يلزمه صلوة صحيحة.

چیلوں کو گوشت پھینکنا:

احسن الفتاوی (۳۲۶/۱) باب ردالبدعات میں ہے۔

سوال: کسی بیمار کی طرف سے بکرا صدقہ کرنا اور اس کا گوشت چیلوں کو پھینکنا کہ جلد آسانی سے روح نکل جائے یا خدا صدقہ کی برکت سے شفاء عطا فرمائے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ جہال کی خرافات میں سے ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، اس قسم کے ٹونے ٹوٹکے ہندوؤں سے لئے گئے ہیں، اس کا بہت سخت گناہ ہے البتہ مطلق صدقہ سے آفت ٹلتی ہے اور صدقہ بصورت نقد زیادہ افضل ہے یعنی کچھ رقم کسی مسکین کو دیدی جائے یا کسی کار خیر میں لگا دی جائے۔

ولی کے نام بکرا ذبح کرنے اور مزار پر الٹا لٹکنے کی نذر ماننا:

فتاوی رحیمیہ (۶۵/۶) باب الایمان والنذر میں ہے۔

سوال: (۱۶۴۴) ایک شخص نے اس طرح نذر مانی کہ اے بزرگ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں آپ کے نام پر بکرا ذبح کرونگا، آپ کے مزار پر الٹا لٹکوں گا پھر اس کا کام ہو گیا تو اس نے مزار پر بکرا ذبح کیا اور خود کو کئی گھنٹے الٹا لٹکایا، اس کی بیوی اس کے ساتھ مزار پر نہیں جا رہی تھی لیکن اس کو بھی زبردستی لے گیا، اب سوال یہ ہے کہ ایسا

آدمی مسلمان رہا یا نہیں؟ اس کی بیوی سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی ہے؟ اگر نکاح نہیں رہا تو کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟ اور اگر نکاح نہیں ٹوٹا تو ایسے آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیا اس طرح کی نذر اور منت ماننا، مزار پر ذبح کرنا، خود کو الٹا لٹکانا جائز ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں نذر صحیح نہیں کہ یہ امور معصیت ہیں اور معصیت کی نذر منعقد نہیں ہوتی، اس نذر کا پورا کرنا جائز نہیں۔

الدر المختار (۴/ ۹۲) ومائة مسائل (ص ۸۱ تا ۸۴) از شاہ اسحاق محدث دہلویؒ۔

اگر اس طرح کہا جائے کہ اگر خداوند تعالی میری حاجت بر لائیں تو فلاں مزار کے فقیروں اور مجاوروں کو کھانا کھلاؤں گا تو نذر صحیح ہو جائیگی اور اس کی دفاء لازم ہوگی لیکن فقراء مزار، مجاوروں کی تخصیص نذر کے پورا کرنے میں ضروری نہیں، جس فقیر کو بھی دیدے گا نذر پوری ہو جائیگی اور اگر اس طرح کہے کہ اگر میری حاجت بر آئے تو فلاں ولی کیلئے یا فلاں کے نام پر اس قدر نقدی وغیرہ دوں گا تو ایسی نذر ماننا بالاجماع باطل ہے اور وہ کھانا حرام ہے۔

اسی طرح اگر یہ کہے کہ یہ چیز اس ولی اور سید کے نام کی ہے تو یہ بھی حرام ہے عالمگیری، بحر الرائق، امداد المسائل، مالا بدمنہ لہذا اس طرح منت ماننا کہ "اے بزرگ میرا فلاں کام ہو جائیگا تو آپ کے نام بکرا ذبح کروں گا، آپ کے مزار پر لٹکوں گا" سخت گناہ ہے اور حرام ہے اور مشرکانہ فعل ہے، یہ نذر ہی منعقد نہیں ہوتی، یہ چیز جہالت سے سرزد ہوتی ہے، اسلئے توبہ واستغفار لازم ہے اور ایسی صورت میں احتیاطا وزجرا تجدید نکاح کا

حکم کیا جائیگا۔

فی الشامیة (۴۹۹/۳) باب المرتد: نعم سیذکرہ الشارح ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیه خلاف یومر بالا ستغفار والتوبة وتجدید النکا ح وظاهره انه امر احتیاط اه

بزرگ کے نام سبیل لگانے کی نذر:

آج کل بزرگوں کے نام پر سبیل لگانے کی نذر بھی مانی جاتی ہے، شریعت کی رو سے سبیل اور اس کی نذر ماننے کی کوئی اصل نہیں ہے، ایسی نذر حرام اور نا جائز ہے، اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے لہذا ایسی نذر سے احتراز ضروری ہے۔

فی مائة مسائل (ص ۸۱ الی ۸٤) للشاة محمد اسحاق الدهلویؒ

سوال چهل ونهم: نذر کردن بایں طور که اگر حاجت من برآرد بد گاه فلاں ولی ایں قدرازنقد وجنس طعام پخته رسانم یابنا م اوشاں سبیل کنانم، چه حکم دار د؟ جا ئز یا گنا ه، کدام گناه ؟

جواب: نذر کر دن بایں طور که اگر حاجت من خدا بر آرد بمزار فلا ں ولی ایں قدرازنقد وجنس طعام پخته برسانم درست نیست، زیرا که درنذر کر دن خدائے تعالی چند شروط است، اگر همه متحقق شوند نذر لا زم می شودوالالازم نیست......الی قوله چهارم آنکه منذور فی نفسه گناه نباشد، اگر گناه خواهدشد اصلاً درنذر کردن براولازم نخواهدشد، چناچه درعالمگیری مرقوم است:

الاصل ان النذرلایصح الابشروط الی قوله الرابع ان لایکون

المنذور معصیۃ باعتبار نفسه انتهی.

چوں ازیں عبارت معلوم شد که درنذر کردن چندشروط ضروراست،پس درسوال که مرقوم است که بدرگاه فلان ایں قدرطعام پخته برسانم یابنام اوشاں سبیل کنانم،رسانیدن طعام جائی عبادت نیست پس نذر صحیح نخواهد شد الخ

مزار پر سلامی کی منت ماننا:

آپ کے مسائل (۴۲۱/۳) میں ہے۔

سوال: میری والدہ نے نیت کی تھی کہ میری شادی ہو جائے گی تو وہ مجھے اور میری دلہن کو لے کر لال شہباز قلندر کے مزار پر سلامی کیلئے جائیں گی،اب شادی ہو گئی ہے لیکن میں خواتین کے مزار پر جانے کا مخالف ہوں،شریعت کی رو سے مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب:ایسی منت ماننا صحیح نہیں اور اس کا پورا کرنا بھی درست نہیں،اسلئے آپ سلامی کیلئے اپنی بیوی کو مزار پر لے کر ہرگز نہ جائیں۔

کعبہ کی نیاز اللہ کی نیاز ہے:

خود کعبہ غیر اللہ ہے،اس کے نام کی نذر و نیاز صحیح نہیں ہے البتہ اللہ تعالی کے نام نذر کی جائے اور کعبہ میں ذبح کرنے کی تعیین کی جائے تو یہ درست ہے،ہدی کے جانور کی نسبت کعبہ کی طرف مجازاً کی جاتی ہے۔

آپ کے مسائل (۲۵۵۲/۱۰) میں ہے۔

سوال: "والبدن جعلنها لکم من شعائر الله" کعبے کی نیاز کے اونٹ، ہر تفسیر اور ترجمہ میں کعبہ کی نیاز یا کعبہ پر چڑھانے یعنی قربانی کرنے کے اونٹ لکھا ہے جو ترجمہ ہے "والھدی والقلا ئد" کا۔ سوال یہ ہے کہ کعبہ شریف تو غیر اللہ ہے پھر اس کی نذر کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: کعبہ بیت اللہ ہے اس لئے کعبہ کی نیاز دراصل رب کعبہ کی نیاز ہے۔

نبی کی نیاز اللہ کی نیاز کہلا ئیگی؟

سوال: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ان کی نیاز بھی رب کعبہ کی نیاز ہے، اس طرح تمام اولیاء کی نیاز سے پھر کیوں منع کیا جاتا ہے؟

جواب: بہت نفیس سوال ہے، ہدی کے جانور رب کعبہ کی نیاز ہے، ان کی نیاز کی جگہ مشاعر حج یعنی حرم شریف ہے، اسلئے مجازاً ان کو کعبہ کی نیاز کے جانور کہا جاتا ہے، بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء کرام کے کہ ان کی نیاز اللہ کیلئے شرع میں معہود نہیں، اس لئے درمختار میں لکھا ہے کہ فقراء پر صدقہ ہو تو یہ نذر اللہ کیلئے ہے، اس لئے جائز ہے اور اگر خود اولیا اللہ کی نذر گزارنی مقصود ہو تو یہ حرام ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں، اس کی مثال بیت اللہ کی طرف سجدہ ہے کہ سجدہ حق تعالی شانہ کو کیا جاتا ہے اور جہت سجدہ بیت اللہ ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ جائز نہیں۔

جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز:

بعض لوگ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نام نذر و نیاز کرتے ہیں، اگر اس کا مقصد انہی کے نام نذر کرنا اور ان کی رضا حاصل کرنا ہو تو یہ حرام اور ناجائز ہے اور اگر ان کو محض ایصال ثواب کرنا ہو، نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی ہو تو یہ جائز ہے البتہ ہر بزرگ کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہئے، حضرت جعفر صادقؒ کی تخصیص شیعوں کی ایجاد ہے نیز بزرگوں کی بنسبت اپنے رشتہ دار، والدین، فوت شدہ اکابر ایصال ثواب کے زیادہ اور محتاج ہوتے ہیں، ایصال ثواب ان کیلئے کرنا چاہئے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴۲۰/۱۴) میں ہے۔

سوال: کیا امام جعفر صادقؒ کی نیاز اور گیارہویں کا کھانا حرام ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کی نیاز نہیں ہوتی؟

جواب: غیر اللہ کے نام جو نیاز دی جاتی ہے، اگر اس سے مقصود اس بزرگ کی روح کو ایصالِ ثواب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو صدقہ کیا جائے، اس کا ثواب بزرگ کو بخش دینا مقصود ہو تو یہ صورت جائز ہے اور اگر محض اس بزرگ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اس کے نام کی نذر دی جائے تا کہ وہ خوش ہو کر ہمارے کام بنائے تو یہ ناجائز اور شرک ہے۔

خاتونِ جنت کہانی منت گھڑت ہے اور اس کی منت ناجائز

آپ کے مسائل اور ان کا حل (۴۲۱/۱۴) میں ہے۔

سوال: اگر کوئی خاتون یہ منت مانے کہ "اگر میرا فلاں کام پورا ہو جائے تو خاتون

جنت کی کہانی سنوں گی" میں نے بھی تین سو دفعہ خاتون جنت کی کہانی سننے کی منت مان رکھی ہے لیکن تین سو دفعہ سننا دشوار ہو رہا ہے آپ کوئی حل بتائیں؟

جواب: خاتون جنت کی کہانی من گھڑت ہے، نہ اس کی منت درست ہے، نہ اس کا پورا کرنا جائز، آپ اس منت سے توبہ کریں، اس کے پورا نہ کرنے کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔

حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہانی سننے کی نذر ماننا

فتاویٰ محمودیہ (۳۱۵/۱۴) قدیم میں ہے:

سوال: اس سوال کے ساتھ ایک کتابچہ بھی "جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہانی" منسلک ہے، بعض علاقوں میں یہ کتاب "جناب سیدہ کی کہانی" جو صاحب لیکر پہنچے، انہوں نے اس کتاب کے فوائد ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر کسی کی کوئی حاجت پوری نہ ہوتی ہو تو وہ یہ نذر کر لے کہ جب میری فلاں حاجت پوری ہوگی تو جناب سیدہ کی کہانی سنوں گی، اس کی وہ مراد پوری ہو جائے گی، خصوصاً عورتوں میں یہ بات بیان کر کے اس کی ترغیب دی گئی اور پھر اس کتاب میں کہانی ایسی ہی ہے جس کی وجہ سے عورتوں پر ایک خاص اثر ہوا اور سب نے نذر ماننا شروع کر دیا کہ میری فلاں حاجت پوری ہو گئی تو جناب سیدہ کی کہانی سنوں گی، اگر اتفاق سے سن کر پوری کی ہے جیسا کہ اس کتاب میں طریقہ مذکور ہے تو اس قسم کی نذر ماننے کی وجہ سے یا نذر پوری کرنے کی وجہ سے نکاح وغیرہ پر تو کسی قسم کی خرابی نہیں پڑے گی؟ نیز اس قسم کی نذر کیسا ہے؟ اس کتاب کی روایت کہیں منقول ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیا

کتاب ''جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کہانی'' بے اصل باتوں پر مشتمل ہے، اہل سنت والجماعت کے کسی مخالف نے مسلمان مردوں کو عموماً اور عورتوں کو خصوصاً گمراہ کرنے کیلئے یہ لکھی ہے، اس کے سننے کی نذر ماننا لغو اور اس کا سننا اضاعت وقت ہونے کے ساتھ غلط باتوں کا ذہن نشین کرنا ہے، عورتوں کو سمجھا دیا جائے کہ وہ اس کی باتوں پر یقین نہ کریں، جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صحیح فضائل اور حالات معتبر کتابوں میں موجود ہیں، ان کو پڑھنے اور سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے، اس کہانی کا حکم یہ ہے کہ جو بھی اس کے سننے کی نذر مانے اس کو توبہ لازم ہے، نہ نذر مانیں اور نہ سنیں، نکاح کسی کا نہیں ٹوٹتا۔

سہولت ولادت کی نذر:

فتاویٰ محمودیہ (۱۴/۳۱۷) میں ہے۔

سوال: زید نے بیوی کے حاملہ ہونے پر یہ نذر مانی کہ اگر ولادت خیر وخوبی کے ساتھ ہو گئی تو اس خوشی میں ایک ہنسی دونگا، بعینہ یہی نذر زید کی ساس نے بھی مان لی، زید کی بیوی کو تولد بغیر کسی خطرہ کے ہو گیا، نذر زید پوری کرے یا زید کی ساس یا دونوں؟

الجواب حامداومصلیا

دونوں کو نذر پوری کرنا لازم ہے۔

لقولہ تعالیٰ: ولیوفوا نذورھم الایۃ واللہ اعلم

فیروز اللغات میں ہنسلی کے دو معانی لکھے ہیں۔ (۱) وہ ہڈی جو گردن کے نیچے

ہوتی ہے (۲) ایک قسم کا زیور جو گلے میں پہنا جاتا ہے، پہلے معنی کے اعتبار سے جانور ذبح کر کے ہڈی دینا مراد ہوگا اور اس صورت میں جانور ذبح کر کے گوشت دینا ضروری ہے ،خود ہنسلی کی ہڈی دینا ضروری نہیں ہے۔

امتحان میں پاس ہونے کی نذر ماننا:

فتاوی محمودیہ (۳۲۳/۱۴) میں ہے۔

سوال: میری بچی نے ہائی سکول کا امتحان دیا اور اس سلسلے میں میں نے نذر مانی تھی کہ اگر پاس ہوگئی تو گیارہ فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا،آیا کھانا کھلانا ضروری ہے یا نہیں ؟ بچی پاس ہوگئی اور یہ نذر بھی مانی تھی کہ پاس ہونے پر روزے رکھوں گا،آیا روزے رکھنا ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب حامداو مصلیا :

پاس ہونے پر گیارہ فقیروں کو کھانا کھلایا جائے یا ان کو نقد دیا جائے، ہر ایک کو بقدرِ صدقۃ الفطر دیا جائے ،نذر کے روزے بھی رکھے جائیں،اگر کسی کو روزے رکھنے پر قدرت نہیں ہے تو ہر روزہ کے عوض ایک صدقۃ الفطر کے برابر نقد یا غلہ دیا جائے۔

جس کی نذر مانی تھی وہ بھول جائے تو ؟

اگر کسی نے متعین روزے رکھنے کی نذر مانی تھی یا مخصوص مقدار میں صدقہ دینے کی نذر مانی تھی اور اب تعداد بھول گیا ہے تو اس صورت میں وہ خوب غور وفکر کرے، دوست احباب کے متعلق بات ہو تو ان سے پوچھے،غور وفکر کے بعد جو تعداد ذہن میں آجائے اس کو پورا کرے اور اگر صرف یہ کہا تھا کہ کچھ روزے رکھوں گا یا کچھ صدقہ کرونگا تو اس

صورت میں اب خود اس کا تعین کر سکتا ہے، تعین کر کے اسے پورا کرے۔

ماخذ: آپ کے مسائل (۴۲۴/۴) وفتاوی دار العلوم دیو بند مکمل (۱۶۸/۱۲) باب النذور

گیارہویں بارہویں کو نذر نیاز کرنا:

آپ کے مسائل (۴۲۷/۴) میں ہے۔

سوال: کیا گیارہویں اور بارہویں شریف پر روشنی کرنا، ان دنوں فاتحہ کرنا یا نذر و نیاز کرنا باعث ثواب وخیر و برکت ہے؟ اگر نہ تو گناہ تو نہیں؟

جواب: مختصر یہ ہے کہ شریعت نے صدقہ وخیرات اور ایصال ثواب کی ترغیب دی ہے مگر یہ طریقہ لوگوں کے خود تراشیدہ ہیں، اسلئے ان چیزوں کا کرنا جائز نہیں ہے اور نا جائز چیزوں کی نذر ماننا بھی گناہ ہے اور اس غلط نذر کو پورا کرنا بھی گناہ ہے۔

خیرات فقیر کی بجائے کتے کو ڈالنا جائز نہیں:

آپ کے مسائل (۴۲۸/۴) میں ہے۔

سوال: میں روزانہ شام کو اللہ کے نام کا کھانا ایک روٹی یا ایک پلیٹ چاول کتے کو ڈلوا دیتی ہوں، فقیروں کو نہیں دیتی کیونکہ آجکل کے فقیر تو بناوٹی ہیں، میں یہ کھانا کتے کو ڈال کر ٹھیک کرتی ہوں؟

جواب: جو فرق انسان اور کتے میں ہے وہی انسان اور کتے کو دی گئی "خیرات" میں ہے اور آپ کا یہ خیال کہ آج کل فقیر بناوٹی ہوتے ہیں بالکل غلط ہے، اللہ تعالی کے بہت سے بندے ضرورت مند اور محتاج ہیں مگر کسی کے سامنے اپنی حاجت مندی کا اظہار

نہیں کرتے، اسی طرح فی سبیل اللہ کی بہت سی صورتیں ہیں مگر آپ کے صدقہ کا مستحق صرف کتا ہی رہ گیا ہے۔

آلات معصیت کو بیچ کر قیمت نذر کرنے کا حکم:

فتاوی رشیدیہ کامل (ص۴۰۰) باب النذر والیمین میں ہے۔

سوال: اس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص زمانہ سابق میں تعزیہ بناتا تھا پھر اس نے تعزیہ بنانے سے توبہ کی اور اس کے متعلق جو ڈھول تاشے اور طبل وغیرہ تھے، اس کو تعزیہ داروں کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے اللہ کی نذر کی، سو اس نذر و نیاز کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے مال کی نیاز شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسی نذر و نیاز سے امید ثواب رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جس شے سے گناہ کرتے ہوں اس کی بیع حرام ہے اور ڈھول تاشا معصیت کا آلہ ہے، اس کی بیع بھی حرام ہے اور قیمت اس کی بھی حرام، اس سے نذر و نیاز بھی کرنا حرام ہے اور اس کھانے کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے اور توقع ثواب بھی ایسے کھانے کا گناہ اور اندیشہ کفر ہے مگر کفر نہیں کہہ سکتے، واجب تھا کہ آلات کو توڑ کر جلا دیتا فقط۔

منذور جانور کے بچے، دودھ اور منافع کا حکم:

اگر کسی جانور کو اللہ کے نام نذر کر دیا گیا تو وہ اپنے تمام اجزاء سمیت نذر ہوگا لہذا اس کے بعد اس کا دودھ خود استعمال کرنا صحیح نہیں ہے، دودھ صدقہ کرنا ضروری ہے، اگر سواری کے قابل جانور ہے تو اس پر سواری کرنا صحیح نہیں، اگر اس پر سوار ہوا یا کسی کو

سوار کر کے اجرت لی تو اتنی رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے، اگر اس جانور کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بھی نذر میں دخل ہو کر واجب التصدق ہوگا۔

فتاوی حقانیہ (۵ /۴۴) میں ہے۔

سوال: ایک گائے جو کہ اللہ کیلئے نذر کی گئی ہو، اگر اس گائے کے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کیا حکم ہے؟ کیا یہ بچہ ناذر کا ہوگا یا اس کو بھی صدقہ کیا جائے گا؟

الجواب: جب کسی جانور کو نذر کیا جائے تو یہ حکم اس کے جملہ اجزاء کو شامل ہوتا ہے، یہ بچہ بھی اس کا ایک جزء ہے، اسلئے اس گائے کی طرح بچہ بھی واجب التصدق ہو گا۔

فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار(۵/۲۰۵) کتاب الاضحية،و لوولدت الا ضحية والداقبل الذبح يذبح الولد معها وعند بعضهم يتصدق به بلا ذبح.

وفی فتاوی قاضيخان علی هامش الهند ية(۳/۳۴۷) كتاب الاضحية فصل فی صفة الاضحية،ولوولدت ولدايكون ولدهاللاضحية ومثله فی بدائع الصنا ئع فی تر تيب الشرائع(۵ /۷۸) كتاب الاضحية،فصل وامابيان ما يستحب قبل التضحية.

☆☆☆☆☆☆

نذر کے الفاظ مطلق ہوں تو نیت کی قید کا کوئی اعتبار نہیں:

شرعی اصول یہ ہے کہ نذر کا مدار ظاہری الفاظ پر ہوتا ہے، نیت کا اعتبار نہیں ہوتا ،لہذا اگر نذر کے الفاظ مطلق ہوں اور نیت میں کسی قید کو ملحوظ رکھا ہو تو نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر الفاظ میں قید موجود ہو اور نیت میں اطلاق ہو تو قیدِ لفظی معتبر ہو گی، نیت کا اطلاق معتبر نہ ہوگا۔

فتاوی حقانیہ (۵/ ۴۵) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے کہا کہ اگر مجھے فلاں چیز مل گئی تو اتنی رقم خیرات کرونگا جبکہ دل میں ارادہ یہ تھا کہ اگر وہ چیز صحیح ہو (تو دونگا) لیکن زبان پر یہ تعین نہیں ہوا، اب متعلقہ چیز ملنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو خراب ہے تو کیا اس شخص پر اتنی ہی رقم خیرات کرنا واجب ہے یا مطلوبہ چیز میں نقص کی وجہ سے خیرات کی رقم میں کمی بیشی ہوسکتی ہے؟

الجواب: نذر کی تکمیل کا تمامتر دار ومدار الفاظ پر ہوتا ہے، نیت کا زیادہ دخل نہیں ہوتا، اس لئے جب الفاظ مطلق ہوں تو اس چیز کے ملنے پر مقررہ رقم خیرات کرنا واجب ہے، اگر چہ وہ چیز درست حالات میں نہ ہو۔

فی تنویرالابصارعلی هامش ردالمحتار(۳/ ۶۶، ۶۷) کتاب الایمان

ومن نذرنذرامطلقااومعلقابالشرط وکان من جنسه واجب اوفرض وهوعبادة مقصودة ووجدالشرط المعلق به لزم الناذر کصوم وصلوة وصدقة.

وفی الهداية(۲/ ۴۲۳)كتاب الايما ن،فصل فی الكفارة،وان علق النذر بشرط فوجدالشرط فعليه الوفاء بنفس النذرومثله فی شرح الوقاية (۲/۴۴) كتاب الايمان.

ایصال ثواب کیلئے مانی گئی نذر کی شرعی حیثیت:

فتاوی حقانیہ (۵/۵۲) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے نذر مانی کہ میں اپنے مرحوم والد کے ایصال ثواب کیلئے ہر روز چار رکعت نفل نماز پڑھوں گا اور ہر ماہ ایک بکرا اللہ کے نام ذبح کروں گا، کئی ماہ تک تو اس شخص نے اس پر عمل کیا مگر کچھ حادثات کی وجہ سے اب وہ مالی مشکلات سے دوچار ہے اور نفل نماز تو پڑھ لیتا ہے مگر ہر ماہ بکرا ذبح کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اس شخص کیلئے شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے؟ اگر یہ شخص ہر ماہ بکرا ذبح نہ کرے تو کیا وہ عند اللہ مجرم ہوگا یا نہیں؟

الجواب: نذر کے انعقاد کیلئے ضروری ہے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب یا فرض عمل موجود ہو، چونکہ ایصال ثواب ایک ایسا عمل ہے جس کی جنس میں کوئی واجب عمل موجود نہیں، اس لئے صورتِ مسئولہ میں بھی ایصال ثواب کیلئے مانی گئی نذر منعقد نہیں ہوئی ہے اور اب یہ شخص چونکہ نادار اور غریب ہے اور ہر ماہ بکرا ذبح نہیں کرسکتا تو اس عمل کے ترک کرنے سے وہ عند اللہ مجرم نہ ہوگا۔

امداد الاحکام (۳/۳۰) کتاب الایمان والنذور میں ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص کسی مردے کو ایصال ثواب کی منت مانے تو یہ نذر منعقد ہو

گی یا نہیں؟ یعنی کہ اس کا ادا کرنا شرعی قواعد کے مطابق واجب ہے یا نہیں؟ مثلا اگر کوئی شخص یہ منت مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں فقراء ومساکین کو کھانا یا شیرینی کھلا کر یا اور طرح سے صدقہ کے کرفلاں بزرگ یا عام مومن کی روح کو ایصال ثواب کرونگا تو اس مقصد کے پورا ہونے کے بعد انہیں انہی ارواح مخصوصہ کو ایصال ثوب نذر معینہ کی طرح اس شخص کے ذمہ واجب ہوگا یا نہیں؟ اور ایصال ثواب خاص اس صورت سے واجب ہوگا جو بوقت نذر اس نے اپنے ذہن میں قرار دی تھی یا بر بناء مصلحت وقت صدقہ کی صورت بدل دینے کا اختیار بھی ہوگا؟

الجواب: ایصال ثواب کی نذر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ: ما لیس من جنسه واجب لا ینعقد النذربه اور گو تصدق کی جنس واجب ہے مگر یہاں اصل مقصود ایصال ثواب بروح میت ہے، تصدق کی نذر تبعاً ہے اور نذر صحیح میں بھی بعد صحت نذر کی تعین مکان وزمان وتعیین فقیر لازم نہیں بلکہ اس میں تغیر کا اختیار رہتا ہے۔

قال ابن العربی فی احکام القرآن له (۳۵۲/۱) سورة آل عمران حقیقة النذر التزام الفعل بالقول ممایکون طاعة الله عزوجل ومن الاعمال قربة ولا یلزم نذرالمباح،بدلیل ماروی فی الصحیح ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم رأی اباسرائیل قائمافسئل عنهفقالوانذران یقوم ولایقعدولایستظل ویصوم فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم مروه فلیصم ولیقعدولیستظل فاخبره باتمام العبا دة ونهاه عن فعل المباح ومثله فی احکا م القرآن للشیخ

ظفر احمد العثمانی (۱۸/۲) سورۃ آل عمران ۔

جب تک حج ادا نہ کروں بیٹے کی شادی نہیں کراؤں گی پھر حج ادا کرنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں نکاح کا کیا کرے؟

امداد الاحکام (۲۸/۳) کتاب الایمان والنذور میں ہے۔

سوال: ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر حق تعالی مجھ کو اولاد بخشے تو میں جب تک حج ادا نہ کروں اس کی شادی نہ کرونگی، خدا کے فضل سے اس کا لڑکا پیدا ہوا، اب وہ لڑکا شادی کے لائق ہو گیا مگر وہ عورت حج ادا کرنے سے عاجز ہے، تو کیا کرے؟

الجواب: جب وہ لڑکا بالغ ہے تو وہ خود اپنا نکاح کرے یا کوئی دوسرا بزرگ سر پرست اس کا نکاح کر دے، یہ عورت اس کے نکاح کا بندوبست و انتظام نہ کرے اور یہ حکم جب ہے کہ مسماۃ مذکورہ نے یہ کلام قسم کے ساتھ خدا تعالی کا نام لیکر کہا ہو کہ واللہ جب تک حج ادا نہ کروں اس کی شادی نہ کروں گی اور اگر قسم کا لفظ خدا تعالی کا نام لیکر نہیں کہا تھا، صرف نذر یا منت کا لفظ کہا ہو تو یہ نذر منعقد نہیں کیونکہ نذر کیلئے قربت مقصودہ ہونا ضروری ہے اور اولاد کا نکاح مقصود نہیں اور یہاں نذر فقط فعل حج پر نہیں ہے بلکہ بغیر حج کے بیٹے کی شادی نہ کرنے پر ہے اور بیٹے کی شادی کرنا قربت مقصود نہیں۔

نذر اور گھر کا طعام خلط کرنا:

امداد الاحکام (۳۱/۳) میں ہے۔

سوال: (۱) یہ کہا تھا کہ تنخواہ میں سے کچھ بھوکوں کو اور کچھ لڑکیوں کو دوں گا، تنخواہ مقرر ہوگئی، اب جس قدر بھوکوں کے واسطے تنخواہ میں سے نکالنا چاہا ہے، اس میں یہ خیال

ہے کہ اندازہ سے بھوکوں کا حصہ نکالدیں اور کچھ دوستوں وغیرہ کو دعوت دیدیں لیکن کھانا ایک جگہ پکوالیا جائے یہ مناسب ہے یا نہیں؟

(۲)اور اگر جنس وغیرہ گھر کی ہوں اور اس رقم کے مطابق یعنی جتنی جنس ان داموں میں آتی ہو اور گھر سے لیکر کھلادے تو اس طرح ادا ہو جائیگا یا نہیں؟ یا انہی داموں میں سے خریدنے کی ضرورت ہے؟

الجواب:(۱)اگر بھوکوں کو کھانے کی منت نہیں مانی تھی بلکہ بدون لفظ نذر اور منت کے یوں ہی ارادہ کیا تھا تب تو بھوکوں اور دوستوں کیلئے ملا کر پکانے میں کچھ بھی حرج نہیں اور اگر نذر و منت کا لفظ کہا تھا جب بھی خلط کر کے پکانے میں تو حرج نہیں لیکن پکانے کے بعد اتنی مقدار الگ کردی جائے جو بھوکوں کے واسطے نذر کی تھی پھر باقی کو دوستوں کی دعوت میں خرچ کر دیا جائے، دونوں کو مخلوط رکھ کر ملا جلا تقسیم نہ کیا جائے ورنہ نذر میں شبہ رہے گا۔

(۲)رقم کی جنس دینا یا کھانا پکا کر دینا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہر فقیر کو کھانے یا جنس کا مالک بنا دیا جائے، بطور دعوت کے نہ کھایا جائے۔

قال فی الدر:نذر ان یتصدق بعشرة دراهم من الخبزفتصدق بغيره اجازان ساوى العشرة كتصدقه بثمنه اه(ص ۳/ ۱۰۸) قلت:والمدارعلى المساواة وقدجوزوا دفع الزكوة بالعين والنقد سواء فكذا هذا.

لیکن جب نذر نقد کی ہو تو نقد ہی دینا افضل ہے۔

اپنے فعل کی نذر درست ہے دوسرے کے فعل کی نذر درست نہیں

شرعی ضابطہ یہ ہے کہ اپنے فعل کی نذر درست ہے لیکن دوسرے کے فعل، قول وعمل کی نذر درست نہیں ہے، اس سے نذر منعقد نہ ہو گی مثلاً ایک شخص یہ نذر مانتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میرا والد اتنا صدقہ کرے گا یا میری والدہ روزہ رکھے گی یا میری بیوی نفل نماز پڑھے گی، تو یہ نذر منعقد نہ ہو گی اور دوسرے شخص پر اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔

امداد الاحکام (۴۴/۳) میں ہے۔

سوال: فاطمہ وعبداللہ دونوں حقیقی بہن بھائی ہیں، فاطمہ ایک معمولی حیثیت کے یہاں بیاہی ہے اور عبداللہ متمول آدمی ہے اور اکثر بسلسلۂ تجارت باہر رہا کرتا ہے، اس طرح کئی ماہ سے بعارضہ قلب بیمار رہا، اب گھر آتا ہے تو فاطمہ اس کی بہن اس کو دیکھنے آئی، دیکھ کر اس نے منت اس طرح مانی کہ یا اللہ اگر میرا بھائی اچھا ہو جائے تو میں دس روزے رکھوں گی اور عبداللہ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلائے گا، فاطمہ چونکہ نادار ہے، اس وجہ سے دس روزے کی منت اپنے ذمہ مانی اور ساٹھ محتاجوں کے کھانے کی منت عبداللہ کے ذمہ مانی بغیر اطلاع واجازت عبداللہ کے پس اگر عبداللہ اچھا ہو گیا تو اطعام مسکین کی نیت صحیح ہو گی یا نہیں؟ اگر صحیح ہو تو کس کے ذمہ اس کی ادائیگی واجب ہو گی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جب عبداللہ تندرست ہو جائے تو فاطمہ کے ذمہ تو دس روزے رکھنا لازم ہے لیکن فاطمہ کے کہنے سے عبداللہ کے ذمہ مساکین کو کھانا کھلانا

واجب نہیں۔

امداد الفتاوی (۵۶۱/۲) میں ہے۔

سوال: کسی شخص نے اس شرط پر منت کی تھی کہ اگر مجھ کو اللہ تعالی ایک پسر عنایت فرما دے تو بارہ برس کے بعد کعبہ شریف میں بھیجوں گا لیکن بوقت منت وہ تونگر تھا، اب حالت غریبی میں مبتلا ہو گیا ہے، اس وقت کعبہ شریف میں بھیجنا میسر نہیں، اب کیا کیا جائے؟ ادائے منت اس پر واجب ہے یا نہ؟

الجواب: نذر اپنے فعل کی ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے فعل کی لہذا یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی۔

نذر میلاد:

فتاوی محمودیہ (۲۰۹/۸) میں ہے۔

سوال: اگر کسی شخص نے مولود پڑھانے کی نذر کی تو اس کو اس کا پورا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداو مصلیا

بطریق مروجہ مجلس میلاد کرنا شرعاً بے اصل بدعت ہے اور ناجائز ہے، گو نفس ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موجب خیر، باعث برکت اور قربت ہے، خواہ ذکر ولادت ہو خواہ ذکر وفات و عبادات ومعاملات وغیرہ، لیکن انعقاد نذر کے لئے منذور کا قربت مقصودہ ہونا ضروری ہے اور مجلس میلاد قربت مقصودہ نہیں پس صورت مسئولہ میں نذر منعقد نہیں ہوئی لہذا ایفاء بھی واجب نہیں۔

فی بدائع الصنا ئع(۸۳/۵) ومنهاان یکون قربة فلا یصح النذربما لیس بقربة راساکالنذربالمعاصی ومنهاان یکون قربة مقصودة فلا یصح النذر بعیادة المریض وتشییع الجنائزوالوضوء والاغسال ودخول المسجدومس المصحف والاذان وبناء الرباطات والمساجد وغیر ذلک وان کا نت قربة لا نها لیست بقربة مقصودة اه .

وفی الشامیة(۲ /۶۱)واقبح منه النذربقرائة المولد فی المنابرمع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذلک الی حضرة محمد صلی الله علیه وآله وسلم.

مولود کی نذر باطل ہے:

فتاوی محمودیہ (۱۵۹/۴) میں ہے۔

سوال:اگر کوئی شخص اس بات پر منت مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں مسجد میں میلا دشریف پڑھوں گا،اب اس کو پورا کرنا ہوگا یا نہیں ؟اور مسجد میں میلاد پڑھنا جائز ہے یانہیں ؟ آیا یہ نذر ماننا جائز ہے یانہیں ؟

الجواب حامد ومصلیا :

یہ نذرباطل ہے۔

فی الشامیة(۲۰۶/۲) اقبح منه النذربقراء ةالمولدوکذا فی امداد الفتاوی (۵۵۲/۲) کتاب النذور

بھوت کا جانور ذبح کرنا اور کھانا

فتاوی محمودیہ (۳۴۰/۴) میں ہے۔

سوال: اگر کسی جانور کو بھوت کے طریق پر چھوڑ دیا گیا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ جس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی پر جنات کا اثر ہو یا مرض شدید لاحق ہو، کسی جانور کو مختلف رنگوں میں رنگ کر ارواح خبیثہ کے نام پر یا مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کی تاثیر سے بیمار کو شفاء ہوگی، اس جانور کا شرعاً کھانا جائز ہے یا نہیں اور اس شخص کی ملکیت اس جانور سے زائل ہو جاتی ؟

جواب: اس طرح جانور مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا اور ارواح خبیثہ کے نام پر چھوڑنا جائز نہیں، اسی طرح کسی کو مالک بنائے بغیر بھی چھوڑنا درست نہیں، جب تک مالک (ارواح خبیثہ کے نام کے نام پر چھوڑنے سے) رجوع کر کے کسی کو خدا واسطے نہ دے یا اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے یا کسی دوسرے طریقہ پر مثل ہبہ مالک نہ بنا دے اس کو کھانا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہ ہوگا اور اس کے دلائل فتاوی عزیزی (ص۲۲و۲۳) وغیرہ میں مرقوم ہیں۔

بزرگوں کی قبروں پر پیسے ڈالنا:

امداد الفتاوی (۵۵۳/۲) میں ہے۔

سوال: (۱) بزرگوں کی قبروں پر پیسے ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں۔

ایسے پیسوں کو اٹھانے کا حکم:

سوال:(۲) اگر ڈالے جائیں جیسا کہ ہمارے یہاں زیارت پر ڈالے جاتے ہیں تو اس کو کوئی آدمی لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ڈالنے والے کی نیت جس شخص کو ان پیسوں کو دینا ہے اس کا غیر تو اسلئے نہیں لے سکتا کہ وہ پیسے ملک سے خارج نہیں ہوئے تو ملک میں تصرف بلا اذن مالک لازم آتا ہے اور حرام ہے اور جس شخص کو دینا مقصود ہے وہاں یہ علت تو نہیں لیکن اکثر علماء کے نزدیک وہ مال وما اهل لغیر الله کے حکم میں ہے بجا مع التقرب الی غیر الله اسلئے وہ بھی نہیں لے سکتا، گو لینے سے ملک خبیث ہو جائیگی، اس کا تدارک بجزء اس کے کچھ نہیں کہ جس نے ڈالے ہیں وہی اٹھا کر اپنی نیت اور عقیدہ سے توبہ کرے پھر خواہ خود رکھے یا کسی کو دے، اس سے تیسرے سوال کا جوب بھی معلوم ہو گیا۔

بزرگ کی اولاد کا باری مقرر کر کے مذکورہ پیسے لینا

سوال:(۳) اگر اولاد بزرگ متوفی کی اس کو جاگیر فرض کر کے اپنے درمیان نوبت (باری) مقرر کریں کہ ایک ہفتہ ایک لے گا اور دوسرے ہفتے دوسرا، اس طرح یہاں پر پچاس برس سے یہ دستور جاری ہے تو ان کا یہ نوبت (باری) مقرر کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔

مرغ کے قورمہ کی نذر ونیاز اور تقرب الی غیر اللہ کی معرفت کا اہم اصول:

امداد الفتاوی (۵۵۴/۲) کتاب النذور میں ہے۔

سوال: یہاں ایک مزار پر یہ رسم ہے کہ لوگ اس پر منت مانتے ہیں کہ ہمارا یہ کام پورا ہو جائے تو ہم ان بزرگ کی مرغ کے قورمہ پر فاتحہ کریں گے، چنانچہ کام پورا ہونے پر مزار کے احاطے میں کسی مقام پر وہ مرغ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا قورمہ روٹی پکا کر مجاور کے پاس لائی جاتی ہے، جس میں سے بعد از فاتحہ کچھ وہ لے لیتا ہے اور دلانے والے کو بطور تبرک واپس کر دیا جاتا ہے، آیا وہ قورمہ، روٹی غیر مقتدا کیلئے کھانا حلال ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار قبیل باب الاعتکاف .....الخ

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے۔

(۱) اگر اس نذر سے یا بدونِ نذر کے اس ذبح سے نیت تقرب لغیر اللہ کی ہو تو ذبیحہ حرام رہے گا، اگرچہ اس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

وقد حرم الله تعالى فى المائدة ما ذبح على النصب بعد ذكر تحريم ما اهل لغير الله به .

(۲) صاحب درمختار اپنے زمانے کے اکثر عوام کی نذر للاموات کو فساد عقیدہ پر مبنی سمجھتے ہیں اور اکثر لوگوں کو اس میں مبتلا فرماتے ہیں اور جہل کا روز افزوں ہونا ظاہر ہے، تو ہمارے زمانے میں تو بدرجہ اولیٰ اس حالت کا ظن غالب ہے۔

(۳) اگر نذر للہ ہو اور بزرگ کا ذکر بیانِ مصرف کیلئے ہو تو جائز ہے۔

(۴) اس نذر سے یہ تخصیص لازم نہیں ہو جاتی، دوسرے مقام کے فقراء پر صرف کر دینا بھی جائز ہے۔

(۵)جوشئی منذور فقراء پر خرچ نہیں کی جاتی، اس کی نذر بالکل باطل اور ناجائز ہے جیسے چراغ جلانا یا غلاف چڑھانا۔

ان احکام کی تحقیق کے بعد قابل غور یہ امر ہے کہ یہ نذر مذکور فی السوال آیا تقرب الی اللہ کیلئے ہے یا تقرب الی غیر اللہ کیلئے؟ اس کا فیصلہ نہایت آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ مسئلہ نمبر ۴ کو اس کا معیار قرار دیا جائے یعنی ناذر کو مشورہ دیا جائے کہ تم ان بزرگ کے خادموں کے علاوہ دوسرے مساکین کو جن کو مزار یا صاحب مزار سے کوئی تعلق نہ ہو دیکر ان بزرگ کو ثواب بخشدو، یا بجائے مرغ ذبح کرنے کے بازار سے گوشت خرید کر اس کا کھانا پکالو اور اس سے زیادہ صاف امتحان یہ ہے کہ کہا جائے کہ ان کو ثواب ہی نہ بخشو، پھر یا تو اپنے اموات کو بخشدو یا کسی کو بھی بخشو اور خود بھی مت رکھو یا اس کو تبرک مت سمجھو کیونکہ اس میں برکت ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں، اگر اس پر خوشی سے راضی ہو جائیں تو سمجھا جائیگا کہ خود ان سے تقرب مقصود نہیں، ان کا ذکر بیان مصرف کیلئے تھا، جس میں مقامی اور غیر مقامی مساکین سب برابر ہیں اور اگر اس پر راضی نہ ہوں بلکہ انہی تخصیصات پر اصرار ہو کہ ذبح بھی ہو اور انہی بزرگ کے تعلق والوں کو دیا جائے اور خود کھانے کو موجب برکت سمجھا جائے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تخصیصات کے خلاف کرنے سے کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو یہ سب علامات ہیں فساد عقیدہ کی، اس حالت میں یہ فعل مطلقاً ناجائز ہوگا، جس میں مقتدا و غیر مقتدا سب برابر ہیں البتہ جواز کی کسی صورت میں اگر ایہام ہو تو اس میں مقتدا کو احتیاط کا مشورہ دیا جائیگا۔

جھوٹے مقدمہ میں نذر ماننے سے اس کا ایفاء واجب ہے یا نہیں ؟

امداد الفتاوی (۵۵۹/۲) میں ہے۔

سوال: زید نے ایک مقدمہ بکر پر بالکل جھوٹا عدالت میں دائرہ کیا اور یہ نیت مانی کہ اگر مقدمہ میرے حسب مرضی فیصلہ ہو تو مسجد میں شیرینی بھیجوں گا، چنانچہ زید مذکور کامیاب ہوا، زید نے شیرینی مسجد میں بھیجی، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ آیا منت جائز ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کی شیرینی نمازیوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور زید اس منت ماننے کی وجہ سے گناہگار ہوا یا نہیں ؟ اور اگر ہوا تو کسی درجہ کا ؟

الجواب: فی الدرالمختار احکا م النذر: وان علقه بمالم یرده کان زنیت بفلانة مثلا فحنث وفی بنذره او کفر لیمینه علی المذهب.

وفی ردالمحتار: انظر لو کان فاسقا یرید شرطا هو معصیة فعلق علیه فهل یقال: اذا باشر الشرط یجب علیه المعلق ام لا و یظهر لی الوجوب الخ (۱۰۶/۳)

اس نیت سے گو وہ اسلئے گنگار ہو کہ معصیت کی رغبت ظاہر ہوتی ہے (اور مقدمہ جیتنے کی وجہ سے اگر مال ہتھایا ہو تو اسے واپس کرنا ضروری ہے۔ ریاض) مگر چونکہ صدقہ عبادت ہے، اسلئے نذر منعقد ہوگئی ہے اور مساکین اس کا مصرف ہیں ۔

عقیقہ کے گوشت سے نذر پوری کرنے کا حکم :

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر شرعا نذر منعقد ہو چکی ہو تو اس صورت میں عقیقہ سے نذر سے نذر پوری

کرنا درست نہیں ہے۔

(۲) اگر نذر شرعاً منعقد ہی نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں عقیقہ کا گوشت استعمال ہو سکتا ہے۔

امداد الفتاوی (۵۲۹/۲) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے کچھ مساکین کو کھانے کی نذر کی تھی کہ اگر میرا لڑکا ہوا تو مثلاً بیس مساکین کو کھلاؤں گا، آیا وہ شخص لحم عقیقہ اس نذر میں استعمال کرا سکتا ہے یا نہیں اور عقیقہ نفس ذبح سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: عقیقہ تو نفس ذبح سے ادا ہو گیا لیکن اس لحم کا اس نذر میں صرف کرنا علی الارجح جائز نہیں۔

دلیله مافي ردالمحتارعن القنية واذادفع اللحم الی فقير بنية الزكاة لا لا يحسب عنها في ظاهر الرواية.

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۵۴/۱۲) میں ہے۔

سوال: زید نے نذر مانی کہ جب میں اپنے نئے مکان میں رہنے لگوں گا تو اپنے دوست واحباب کو کھانا کھلاؤں گا، اس کو اپنے لڑکے کا عقیقہ بھی کرنا ہے، تو اگر وہ عقیقہ کر کے اس کے گوشت کو بہ منت نذر مذکور پکوا کر دوست احباب کو کھلائے تو نذر ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب: اس صورت میں نذر ادا ہو جائیگی (درحقیقت احباب کو کھانا کھلانے کی نذر سے نذر نہیں ہوتی اور نہ وہ لازم ہوتی ہے)

نذر کا بکرا عقیقہ یا واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں:

کفایت المفتی جدید (۲/۲۵۵) کتاب الیمین والنذور میں ہے۔

سوال: زید نے ایک بکرا اللہ واسطے کا چھوڑ رکھا ہے، بعد ازاں زید کے ایک لڑکا پیدا ہوا، اب زید اس بکرے کو اپنے لڑکے کے عقیقہ میں ذبح کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا قربانی کے دنوں میں اس بکرے کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ بکرا تو مستقل طور پر نذر کا ہو گیا، اس کو عقیقہ میں یا اپنی واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اپنی نیت کے موافق قربان کرنا چاہئے۔

فی ردالمحتار(٦ / ٣٢٠)کتاب الاضحیة:ومن نذران یضحی شاة وذلک فی ایام النحروھوموسرفعلیه ان یضحی بشاتین عندنا،شاة بالنذر وشاة بایجا ب الشرع ابتداء الااذاعنی به الاخبارعن الوجوب علیه فلایلزمه الا واحد ة ولو قبل ایا م النحر لزمه شاتان بلا خلاف اه

بکرے کی نذر مان کر اس کی جگہ بھیڑ ذبح کر دی

کفایت المفتی (۲/۲۵۵) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے نذر کی کہ اگر میں تندرست ہو جاؤں تو اللہ کے واسطے ایک بکرا ذبح کر کے خیرات کرنا میرے ذمہ لازم ہے، یہ شخص اگر تندرست ہو جانے کے بعد بجائے بکرے کے بھیڑ قربانی کر دے تو نذر پوری ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: یہ تبدیلی جائز ہے کیونکہ قربانی اور نذر کا حکم ایک ہے۔

فی الدرالمختار(۳/۷۴۰) کتاب الایمان،مطلب فی احکام النذور:

ولو قال لله علی ان اذبح جزورا او اتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاۃ جاز .

دینِ نذر وجوبِ زکوۃ سے مانع نہیں ہے ایک اصول :

شرعی اصول یہ ہے کہ نذر کی رقم اگر متعین اور الگ ہو تو ایسا دین زکوۃ کے واجب ہونے سے مانع نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی نے کچھ نذر مانی ہے اور ابھی تک اس کی ادائیگی نہیں کی تو اس صورت میں اس پر زکوۃ واجب ہو گی اور جتنی رقم نذر کے طور پر دینی ہے اسے زکوۃ کے نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس کی بھی زکوۃ ادا کرے گا لیکن یہ زکوۃ الگ سے ادا کرنا ضروری نہیں، بلکہ منذور رقم کا چالیسوں حصہ زکوۃ کی نیت سے دیدے اور باقی رقم نذر کی حیثیت سے فقراء کو دیدے، جو مقدار زکوۃ میں دیدی اس کی نذر بھی ساقط ہو جائیگی۔

☆کسی کے پاس نصاب کے برابر رقم موجود ہے لیکن اسی میں سے کچھ رقم کی نذر مانی ہے تو منذور رقم کو نصاب میں شمار کر کے وجوب زکوۃ کا حکم لگایا جائے گا، منذور رقم کو مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا، مثلاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی موجودہ قیمت سولہ ہزار روپے ہے، ایک شخص کے پاس سولہ ہزار روپے موجود ہیں لیکن اس نے دوہزر روپے صدقہ کرنے کی نذر مانی ہے اور ابھی تک نذر ادا نہیں کی، آئندہ چند دنوں میں ادائیگی کا ارادہ ہے، اتنے میں زکوۃ ادا کرنے کی تاریخ آگئی یا قربانی کے دن آگئے تو دوہزار کو موجود شمار کر کے اس پر زکوۃ اور قربانی واجب قرار دی جائیگی۔

☆نذر کی رقم الگ و متعین ہو گی یا غیر متعین، دونوں کے احکام میں قدرے فرق ہے جس کی تفصیل آئندہ فتوی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

رقم نذر پر زکوۃ فرض ہے:

احسن الفتاوی (۲۷۶/۴) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے کسی آمدنی کا تیسرا حصہ اللہ کے نام مان لیا، جب کوئی شخص قابل رحم نظر آیا تو اس کی مدد کی، کیا اس رقم پر زکوۃ ہوگی جو اس نے غریبوں کیلئے یا اللہ کے نام رکھی ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب:

اگر زبان سے نذر یا منت کا لفظ کہا ہو تو یہ نذر واجب ہوگئی، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکوۃ فرض ہے، مگر الگ سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس رقم کا چالیسواں حصہ بنیت زکوۃ دے سکتا ہے، باقی بمد زکوۃ صدقہ کردے، بقدر زکوۃ کی نذر ساقط ہو جائیگی، اگر یہ کل رقم بدون نیت زکوۃ مساکین کو دیدی تو بھی اس میں سے چالیسواں حصہ زکوۃ میں گیا اور باقی نذر میں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ نذر کی رقم الگ و متعین ہو، ورنہ مطلق رقم کی نذر میں یہ ساری رقم بمد نذر واجب التصدق گی اور اس کی زکوۃ الگ فرض ہوگی، اگر بدون نیت زکوۃ کل رقم صدقہ کردی تو بھی زکوۃ ادا ہوگئی مگر بقدر زکوۃ مزید بمد نذر صدقہ واجب ہوگا۔ کذا فی الشامیۃ

نذر وجوب قربانی سے بھی مانع نہیں ہے:

نذر جس طرح وجوب زکوۃ سے مانع نہیں، وجوب قربانی سے بھی مانع نہیں ہے، لہذا اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال ہو لیکن اس نے نذر مانی ہو جس کو منہا کرنے سے نصاب پورا نہ رہتا ہو تو اسے منہا نہیں کیا جائیگا اور قربانی واجب ہوگی۔

فی ردالمحتار(۲/۲٦۰)اول کتاب الزکوۃ:فارغ عن دین له مطالب من جهة العبادسواء کان لله کزکوة وخراج اوللعبدولوکفالةاومؤجلاولو صداق زوجته المؤجل للفراق ونفقة لزمته بقضاء اورضاء بخلاف دین وکفارة وحج لعدم الطالب.

وفی الشامیة(قوله بخلاف دین نذر)کمااذاکان له مأتادرهم ونذران یتصدقبمأة منهافاذاحال الحول علیهاتلزمه زکوتهاویسقط النذربقدردرهمین ونصف لانه استحق بجهة الزکوة فیبطل النذرفیه ویتصدق بباقی المأة ولو تصدق بکلهاللنذر وقع عن الزکوة درهمان ونصف لتعیینه بتعیین الله تعالی فلا یبطله تعیینة ولونذرمائة مطلقة فتصدق بمائة منهاللنذریقع درهمان ونصف للزکاة ویتصدق بمثلهاللنذر کما فی المعراج عن الجا مع(قوله وکفا رة) ای با نواعهاح وکذالایمنع دین صدقة الفطروهدی المتعة والاضحیة،بحر.

وفی التحریر المختار:(قوله وقع عن الزکوة)قلت:مالم یکن المد فوع له هاشمیااومولا ہ فان کان هاشیماکان للمتصدق ان یرجع علی الها شمی ویتسردرهمین ونصفاویدفعه الی اخرناویاالزکوة(قوله ولونذرمائة مطلقة الخ)قال المقدسی فیه بحث،لاناالغیناتعیین الناذرالدراهم اه قلت: ومراد ہ ان یکون النذرالمطلق والمقید متحدالحکم فعلیه ان یتصدق فی کل من الصورتین بدرهمین ونصف عنده ولایحتسبافیماتصدق لکن المسئلة لما کانت منصوصة علیهاربمایقال:ان هذه مستشناة من کلیة الغاء تعیین الناذر

الدرهم فتامل سندى وانظر ما نقله مانقله هناوماذكره الشيخ فيمايأ تى من اله اذانوى بالتصدق بالكل نذرااواجباآخر يصح ويضمن الزكوة.

وفى الدرالمختار(٢٧٠/٢)اوتصدق بكله الااذانوى نذراوواجبا آخر فيصح ويضمن الزكوة.

قال فى التعليق عليه:(قول الشارح فيصح ويضمن).فيه ان مقدار الزكوة متعين بتعيين الله فلا يبطله تعيين العبدكمانقله المحشى عن المعراج عند قول الشارح"بخلاف دين نذر"ولعل فى المسالة قولين،مشى فى المعراج على احدهما،والشارح ههنا على الاخر اه.

وفى التحريرالمختار(ص١٢٨)(قول الشاًح الااذانوى نذراالخ انظر هذا مع ما قدمه المحشى عند قوله"بخلاف دين وكفارة"فانه فيماسبق صحح نية النذرفيماعداحصة الزكوةحيث قال فيمالونذران يتصدق بما ئة من مأتيه: ولوتصدق بكل المائة للنذروقع عن الزكوة درهمان ونصف لتعينه بتعيين الله تعالى فلايبطله تعيينه ولونذر مائة مطلقة فتصدق بمأة منهاللنذريقع درهمان ونصف للزكوة ويتصد ق بمثلهاللنذر .

بیٹے کو عالم دین بنانے کی نذر:

فتاوی مفتی محمود(۴۴۱/۸) کتاب الایمان والنذ ور میں ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین درایں مسئلہ کہ مثلاً زید کا بیٹا بکر بیمار ہو گیا تھا حالت بیماری میں زید نے اپنے بیمار بیٹے بکر کیلئے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تبارک وتعالی نے

بکر کو شفاء کاملہ بخشی تو اس سے دنیاوی کام نہیں لوں گا بلکہ حصول علم کیلئے پیش کروں گا، الانتہاء بکر کو اللہ نے شفاء عطا فرمائی تو پھر بکر کو حصول علم کیلئے مدرسہ میں داخل کیا گیا دریں اثناء بکر نے قرآن مجید وہاں ختم کیا، کچھ فارسی وغیرہ بھی پڑھی، آگے بکر کا دل نہ لگنے کی وجہ سے اس کو مدرسہ سے نکال کر دنیاوی کام میں مشغول کر دیا گیا، بکر کے استاد سے مشورہ کیا کہ اس کو دنیاوی کام میں لگائیں یہ پڑھ نہیں سکتا، واضح رہے کہ زید کے چار لڑکے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے، گھر کا کام وغیرہ کرنے والا کوئی نہیں تھا، بنا بریں بکر کو دنیاوی کام میں اور باقی تین کو دنیاوی کام میں مشغول کرا دیا، زید نے اپنے بیٹے بکر کو اسلئے دنیاوی کام میں مشغول کیا تا کہ کام میں کچھ سہارا بنے، جواب میں کیا فرماتے ہیں کہ بکر کو دوبارہ دینی کام میں مشغول کرے یا کوئی کفار وغیرہ دے؟

جواب: نذر اپنے فعل کی منعقد ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے فعل کی لہذا یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی، تا اگر چہ نذر نہیں ہے لیکن ایک قسم کا عہد ہے لہذا جب موقع ملے دینی تعلیم میں لگایا جائے۔

نذر کی رقم کسی مجرم کی براءت کیلئے خرچ کرنا:

امداد المفتین (ص ۷۲۸) کتاب الایمان والنذور میں ہے۔

سوال: میرے مبلغ دو صد روپیہ چوری ہو گیا، میں نے یہ اقرار کیا کہ اگر یہ واپس مل جاویں تو دسواں حصہ اس کا نکال کر مساکین کو کھانا پکا کر کھلاؤں، وہ روپے مجھ کو واپس مل گئے لیکن چور کو پولیس والوں نے سزا کرانی چاہی مگر میں نے چور کی بریت میں پچیس روپے صرف کئے، اب میرا سول یہ ہے کہ آیا میری نذر پوری ہو گئی کہ جو میں نے

چور کی برأت میں روپیہ صرف کئے یا نہیں؟

الجواب: اگر آپ نے پچیس روپیہ اپنے ہاتھ سے چور کی رہائی میں خرچ کئے ہیں تو نذر ادا نہیں ہوئی، اب مبلغ پچیس روپیہ فقراء اور مساکین کو تقسیم کیجئے خواہ نقد دیں یا کھانا پکوا کر کھلائیں یا کپڑا دیں، سب برابر ہے، تب نذر ادا ہوگی۔

کیا مزار کی آمدن کو دینی مدرسہ یا فقراء پر خرچ کیا جا سکتا ہے؟

فتاوی مفتی محمودیہ (۴۳۸/۸) کتاب الایمان والنذور میں ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقے میں ایک بزرگ کا مزار ہے، جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے جس پر لوگ غیر اللہ کے نام کی نذر نیاز دیتے ہیں اور بکرے لا کر ذبح کرتے ہیں اور دوسرے قسم کے چڑھاوے بھی چڑھاتے ہیں جیسا کہ آج کل رواج ہے اور اس مزار کا متولی کوئی نہیں، اس لئے اس کی آمدنی ڈسٹرکٹ بورڈ ہی وصول کرتا ہے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں، چنانچہ ایک ممبر نے عربی مدرسہ کیلئے بھی اس آمدنی سے کچھ منظور کرا لیا ہے، کیا اس قسم کی رقم استعمال میں لانا یا وصول کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا کسی مصرف پر اس کو لایا جا سکتا ہے یا نہ؟

جواب: اگرچہ اس قسم کے چڑھاوے نذر و نیاز کرنے جائز نہیں ہیں لیکن جب لوگوں نے ایسا فعل کیا تو اگرچہ وہ گناہ گار ہیں اور ان کا یہ مال خبیث ہے اور اس مال خبیث کو فقراء پر تصدق کرا لیا جائے لیکن ثواب کی نیت اس میں نہ ہو، مدرسہ عربیہ کے فقراء طالب علموں پر یہ مال صرف ہو سکتا ہے البتہ اگر مالک کی اجازت ہو جائے خواہ

انکی اجازت صریحہ ہو یا دلالۃً تو اس کا صرف کرنا فقراء طلبہ پر بالکل جائز ہوگا۔

نذر کے جانور کو غلطی سے قربانی میں اور قربانی کو نذر میں استعمال کرنا:

جاء فی امداد المفتین (ص ۸۳۱) کتا ب الایمان والنذور .

السوال:رجل نذران یضحی بقرة معنیة فی ایام الاضحیة واشتری ثانیة لیضحی من نفسه لانه غنی تجب علیه الاضحیة،فضحی من نفسه بالمنذورة ظنانهاالثانیة اللتی اشتراهاالاضحیة نفسه واکل لحومهاواطعم الفقیروالغنی کمایجوزفی لحوم الاضحیة،ووفی النذربعدهابالثانیة التی اشتراهالنفسه ظنانهاالمنذورة التی نذروتصدق لحومهاعلی الفقراء کما یجب فی النذورواوذهب الرجل الی قریة اخری بعد توکیل اولاده علی الا ضحیة وایفاء النذرففعلوابالعکس فما حکم؟

الجواب:لماذبح البقرة المنذورةعلی نیة الاضحیة الواجبة من نفسه امتنع الوفاء بالنذرفوجب قیمته والقیمة کماتتأدی بالنقدکذلک تتادی بالعروض والاموال الاخری فلماتصدق بلحم البقرةالاخری علی نیة النذرسقط عنه ماکان یلزمه من اداء الاضحیة بشرط ان لا تکون البقرة الثانیة انقص قیمة من الاولی وسقطت عنه الاضحیة الواجبة ایضاً لوقوعها فی المحل صادرا عن الا هل فان کون البقرة منذورة لا یخرجها عن صلا حیة الا ضحیة فحینئذلایجب علیه شئی من الضمان،نعم علیه ان یستغفرلهذاالخطاء

والنسیان فانھماوان کانامرفوعین عن الامة لعدم الاختیار ولکن قلمایخلوالنسیان عن ارتکاب شئی من اسباب الغفلة فیجب الاستغفار منه.

مسجد میں سونے کا چراغ جلانے کی منت:

اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوا تو فلاں مسجد میں سونے کا چراغ جلاؤں گا، تو یہ نذر باطل ہے، کام ہو یا نہ ہو، چراغ نہ جلائے، اگر وہ چراغ مسجد کو دیدیا تو مسجد کے مصارف میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔فتاوی دالعلوم دیو بند (۱۱۲/۱۲)

مسجد میں بتاشہ تقسیم کرنے کی نذر:

اگر کسی نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں مسجد کے نمازیوں میں بتاشہ تقسیم کرونگا، اگر وہ کام ہو گیا تو نذر منعقد ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ مسجد کے نمازیوں میں جو مستحق زکوۃ ہیں اتنوں کے حق میں نذر منعقد اور درست ہے اور جتنے غنی اور مالدار ہیں ان کے حق میں منعقد نہیں ہوئی مثلاً تیس نمازی ہیں جن میں سے دس مستحق زکوۃ ہیں اور بیس غنی ہیں تو دس مستحقین کے حق میں نذر منعقد ہے، صرف اتنوں میں تقسیم ضروری ہے البتہ بتاشہ کی تعیین ضروری نہیں، اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے نیز مسجد کے ان نمازیوں کی تخصیص بھی ضروری نہیں، کسی بھی دس مستحقین کو دے سکتا ہے۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۱۴/۱۲)

نیز (۱۳۲/۱۲) میں ہے:

اگر غرض زید کی صدقہ کرنا ہے اہل مسجد پر تو نذر صحیح ہے اور تعیین بتاشہ وبورا کی لازم نہیں ہوئی، دوسری کوئی چیز از قسم طعام یا نقد بھی صدقہ کرسکتا ہے اور اگر بالفرض یہ نذر

لازم نہ ہوئی ہو تب بھی ادا کردینا احوط ہے۔

نیز (۱۳۶/۱۲) میں ہے:

نذر تو صحیح ہو گی لیکن تعیین شیرینی، بتاشہ، چاول وغیرہ کی لازم نہیں ہوئی، اس قدر نقد دینا بھی جائز ہے اور مصرف اس کا فقراء ہیں اغنیاء کو کھانا نہ چاہئے۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۴۲/۱۲)

مسجد میں رقم خرچ کرنے کی نذر:

کسی نے نذر کی کہ فلاں مسجد میں اتنی رقم خرچ کرونگا تو شرعاً یہ نذر منعقد نہیں ہوئی لہذا اسے پورا کرنا ضروری نہیں البتہ وعدہ کے مطابق خرچ کرنا احوط اور افضل ہے اور اس میں نذر کے مصرف کی رعایت ضروری نہیں ہے لہذا مسجد اور اس کی ہر قسم کی ضروریات پر خرچ کر سکتا ہے، مسجد کے لئے پانی کا انتظام کر لے یا اس کے قریب کنواں بنوادے تو درست ہے، مسلمان کیلئے اس کا پانی پینا اور وضو کرنا درست ہے۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۲۹/۱۲)

بغیر قبضہ مقروض کو قرض معاف کرنے سے نذر ادا نہ ہو گی:

ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ میں ایک ہزار روپیہ محتاجوں کو دونگا، اس کے کسی محتاج کے ذمہ ایک ہزار روپیہ ہے اور وہ اسے نذر میں دینا چاہتا ہے تو اس کی دو صورتیں ممکن ہیں۔

(۱) نذر کے ایک ہزار اس کو دیدے پھر اس سے اپنا قرض وصول کرلے۔

(۲) محتاج سے اپنا قرض وصول کر لے پھر نذر کی مد میں اس کو قابض بنا کر

دیدے، اگر ناذر نے یونہی اس کو ایک ہزار روپیہ نذر کی نیت سے چھوڑ دیا تو نذر ادا نہ گی کیونکہ زکوۃ کی رقم کی طرح نذر کی رقم بھی قابض و مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۱۲/۱۲) میں ہے:

نذر معین اور نذر مطلق کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں، پس جیسا کہ بطریق مذکورہ زکوۃ ادا نہیں ہوئی نذر بھی ادا نہ ہو گی۔

چرس کی نذر صحیح نہیں:

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۱۷/۱۲) میں ہے۔

سوال: میری پھوپھی بیمار تھی، لوگوں نے کہا کہ سائیں سہیلی بابا کی زیارت پر جانا اور چرس کی نذر کرنا، خدا کے فضل سے میری پھوپھی صحت یاب ہو گئی، اب وہ زیارت مذکور جس جگہ ہے وہاں بطور سیاحت جانا چاہتی ہیں، اس بارہ میں کیا حکم ہے؟ آیا چرس کا ثواب پہنچادے یا نقدی کا یا کچھ نہیں؟

الجواب: چرس کی نذر صحیح نہیں ہے اور چرس چڑھانا گناہ ہے، ایسی نذر صحیح نہیں ہوتی، پس نہ چرس دینا لازم ہے نہ نقد نہ کچھ اور چیز، ویسے تبرعاً اگر ان بزرگ کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کسی محتاج کو نقد یا کھانا وغیرہ دیدیوے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر چرس نہ دیوے اور پھوپھی کو اگر بطریق سیر و سیاحت اپنے ہمراہ لے جاؤ اور کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو تو درست ہے۔

صحت کیلئے فدیہ جائز ہے:

عوام و خواص میں دستور ہے کہ صحت کی غرض سے بکرا ذبح کرتے ہیں اور بظاہر

ان کی نیت فدیہ کی ہوتی ہے، شرعاً یہ جائز ہے۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۱۸/۱۲)

قرآن ختم کروانے کی نذر:

کسی نے مطلق یا معلق نذر کی کہ فلاں حافظ یا حفاظ سے قرآن کریم ختم کرواؤں گا، تو شرعاً یہ نذر منعقد نہیں ہوئی۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۲۰/۱۲) و (۱۵۰/۱۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل غیر کی نذر ہے اور فعل غیر کی نذر باطل ہے۔

قرآن خوانی کرانے کی نذر جائز نہیں:

احسن الفتاوی (۴۸۰/۵ و ۴۸۱) میں ہے۔

قرآن خوانی کی مروجہ رسم بدعت اور ناجائز ہے، اسلئے اس کی نذر جائز نہیں۔

عبارات فقہیہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

تحقیق مذکور سے ثابت ہوا کہ حرام لغیرہ کی نذر منعقد ہوجاتی ہے مگر اس کا ایفاء بطریق مباح واجب ہے، معہذا قرآن خوانی بطریق مباح ہی کیونکہ نہ ہو اس کی نذر منعقد ہی نہیں ہوتی، اسلئے کہ اس کی جنس سے کوئی فرد فرض یا واجب نہیں البتہ خود قرأت قرآن کی جنس سے نماز میں تلاوت فرض ہے مگر قرأت قرآن عبادت مقصودہ نہیں۔ وقدمر تفصیلہ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نذر و نیاز کا حکم:

فتاوی دارالعلوم دیوبند مکمل و مدلل (۱۲۱۱/۱۲) باب النذور میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے واسطے اللہ کے بایں طور نذر کی کہ اگر میرے بیٹا ہو تو میں اللہ کے واسطے نیاز کروں اور ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو پہنچاؤں، اب میرے بیٹا ہوا اور میں نے ہر سال ایک ہنسلی (ایک قسم کا زیور جو گلے میں پہنا جاتا

ہے۔فیروز اللغات ریاض محمد) بنواکر رکھ لی،اب وہ پوری ہوگئی ہیں،میں پوچھتاہوں کہ واسطے اللہ تعالیٰ ثواب امام حسینؓ کی روح کو پہنچادوں؟ یہ صورت جائز ہے یا نہ؟

الجواب:ایسی نذر جس میں اموات کا تقرب ہو بالاتفاق باطل اور حرام ہے للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد الخ پس امام حسینؓ کے ایصال ثواب کی نذر کرنا شرعاً صحیح نہیں ہوئی اور آئندہ ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے،جو نذر اللہ کے واسطے کی جاوے وہ خالص اللہ کیلئے ہونی چاہئے،اس میں کسی کے ایصال ثواب کا ارادہ اور نیت نہ کرنی چاہئے......پس یہ نذر جو سائل نے کی ہے،اس میں تقرب لغیر اللہ کا شائبہ معلوم ہوتا ہے،اس سے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسی نذر نہ کرنی چاہئے..... یہ طریق جو سائل نے نذر کا خیال کیا خلاف شرع ہے اور ہنسلی وغیرہ بنوانا اور بچہ کو پہنانا حرام ہے،یہ جاہلوں کی رسم ہے۔

نذر کی رقم میلاد اور مجلس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خرچ کرنا:

نذر کی رقم کا شرعی مصرف فقراء اور محتاج ہیں،لہذا انہی کو قابض ومالک بنا کر دینا ضروری ہے،میلاد یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے،اگر چہ ان جگہوں پر خرچ کرنے کی بالتعیین نذر مانی ہو۔

ماخذہ:فتاوی دارالعلوم دیوبند(۱۲/۱۲۳)

غریب کا بھیک مانگ کر نذر پوری کرنا درست نہیں:

کسی نابینا غریب نے نذر کی کہ اگر میں نے قرآن حفظ کیا تو اللہ کی رضا کیلئے

دس مسکینوں کو دس دیگ پکا کر کھلا ؤں گا، تو یہ نذر ہی صحیح نہیں ہے. کمالوقال: مالی فی المساکین صدقة ولا مال له لم یصح الخ اس لئے اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں اور نہ اس مقصد کے لئے کسی سے سوال کرنا اور بھیک مانگنا جائز ہے۔

ماخذہ: فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۲/۱۴۷)

روضہ اقدس پر حاضری کی نذر:

اگر کسی شخص نے روضہ اقدس پر حاضری کی نذر مانی تو شرعاً یہ نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ نہ عبادت مقصودہ ہے اور نہ اس کی جنس سے واجب موجود ہے۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۲/۱۵۴) میں اس طرح کے سوال کے جواب میں ہے: روضہ انور پر جانے کی نذر تو صحیح نہیں ہوئی لانہ لیس من جنسہ واجب۔ اور حج کی نذر صحیح ہوگئی الخ

وعظ و تدریس کی نذر:

کسی شخص نے کسی جگہ وعظ یا تدریس کرنے کی نذر مانی تو شرعاً ایسی نذر منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ عبادت مقصودہ نہیں ہے نیز اس کی جنس سے واجب بھی موجود نہیں۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۲/۱۵۸) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے نذر کی کہ اگر یہ مقصد پورا ہو گیا تو اللہ کے واسطے کانپور کی جامع مسجد میں وعظ کہوں گا تو یہ نذر واجب ہوگی یا نہیں؟ ایک شخص نے حالت طالب علمی میں خیال کیا کہ اگر یہاں کہ درسیات پوری ہوگئیں تو اللہ کے واسطے مدرسہ دیوبند میں بلا تنخواہ سال بھر مدرسی کرونگا یہ نذر واجب ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: ان دنوں صورتوں میں نذر نہیں ہوئی اور ایفاء اس کا واجب نہیں۔

کسی پیغمبر صحابی یا ولی کا نام رکھنے کی نذر:

کسی نے نذر مانی کہ اگر میرا بیٹا پیدا ہو تو اس کا نام کسی پیغمبر یا صحابی یا کسی ولی بزرگ یا عالم کے نام پر رکھوں گا تو یہ نذر شرعاً منعقد نہیں، اس کا پورا کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۶۵/۱۲) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی سے رکھوں گا، اب وہ اپنے لڑکے کا نام احمد اللہ، محمد اللہ رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ نذر منعقد نہیں ہوئی لہذا اس کو اختیار ہے کہ جو نام چاہے رکھے مگر ایسا نام نہ ہو جس کی ممانعت وارد ہو۔

زمین کا پورا پلاٹ ملنے پر نذر مانی مگر تہائی ملا تو؟

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱۳۳/۱۲) میں ہے۔

سوال: ایک شخص نے منت مانی کہ اگر مجھ کو فلاں زمین کا مربع مل گیا تو سو روپے مدرسہ میں دونگا، اب اس کا تہائی ملا تو تہائی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب: اس صورت میں ایفاء نذر واجب نہیں کیونکہ شرط نہیں پائی گئی اور شرط پورا مربع تھا وہ نہ ملا لہذا نہ کل نذر کا ادا کرنا واجب ہوا اور نہ بعض کا۔

ریاض محمد بلگرامی

فاضل جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
مفتی ومدرس دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

اسی قلم سے دیگر فقہی تصنیفات

طہارت اور اس کے جدید مسائل

نماز اور اس کے جدید مسائل

نظام مسجد اور اس کے جدید مسائل

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

مسائل عقیقہ

مسائل ولیمہ

مسائل نذر

ٹیکس اور اس کی شرعی حیثیت

ارشاد الانام بشرح مسند الامام

Waseem Graphics.0333-4165728

الخلیل پبلشنگ ہاؤس

دوکان نمبر B-1 فضل داد پلازہ اقبال روڈ، راولپنڈی

Ph: 051 - 5553248 , 0300 - 5034629, 0331-5459409